ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

بعون اللہ تعالیٰ

الحصۃ الاولیٰ من کتاب ابطال النبوۃ والرسالۃ فی غیر النبی الامی صلعم

الملقب بہ

عین الیقین

از تالیفات عالیجناب مولانا مولوی السید فیض حسین صاحب قبلہ حیدرآبادی

مصنف کتاب تحفۃ النصاریٰ و تنبیہ المنافقین فی جواب امہات المومنین

و ہدیۃ المومنین ترجمہ تبصرۃ المتعلمین وضیاء العین فی تاریخ الحسینؑ

وغیرہ در ۱۳۲۹ہجری

در مطبع سوکر الاسلام پریس طبع مزین شد

قیمت کتاب عہ سکہ انگریزی یا للعہ ۵ سکہ عثمانیہ

تقریظ

تقریظ اثر خامۂ عنبر شمامہ مُشرق اقمار الکمالات والفواضل و مُشرق انوار العلوم والفضائل صاحب النفس القدسیہ والصفات الملکوتیہ۔ الفائز الی المدارج القصویٰ فی التدقیق والواصل الی المراتب العلیا فی التحقیق عالیجناب مولانا مولوی السید ابو الحسن صاحب عرف میر نصاحب قبلہ مدظلہ العالی مجتہد حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل العلماء ورثۃ الانبیاء وفضل مدادہم علی دماء الشہداء والصلوٰۃ علی محمد اشرف الانبیاء وآلہ الاتقیاء۔ بر اخوان دین و دوستان یقین مخفی و محتجب نماند کہ چون کتاب اثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی والسلالۃ کہ بر اقوال باطلہ غلاۃ وکلام کفر و ضلالۃ مشتمل و بر مضامین خلاف ضروری دین اسلام و مخالف نصوص کثیرہ و اخبار متواترہ متضمن است شائع گردیدہ و عوام الناس از تلبیسات و تلبیات آن گمراہ شدہ نظر بر آن علمائے المرضیات۔ شمہ جناب علام فہام فخر الاسلام والمسلمین نخبۃ الفقہاء والمتکلمین صاحب الفیض العمیم الورع التقی المتمسک بالثقلین مولوی سید فیض حسین صاحب ادام اللہ بقاہ ز ہمتی کشیدہ جملہ ہفوات کتاب مذکور را استیعاباً و تفصیلاً بدلائل نقلیہ و براہین عقلیہ رد و تسمیہ مودہ اند و این کتاب لاجواب یعنی ابطال النبوۃ والرسالۃ فی عترۃ النبی والسلالۃ الملقب بہ عین الیقین جمیع طالبان ہدایت و حق را بغایت نافع و مفید است لعمری ہذا کتاب ینطق علیکم بالحق فقد جہد المصنف العلام فی احقاق الحق وابطال الباطل وانہ زید توفیقہ لم یزل کادحا فی ترویج الحق والمعارف الیقینیہ شکر اللہ سعیہ الجمیل وجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المومنین فقط

حررہ الاقل سید ابو الحسن عفی عنہ

فہرست کتاب عین الیقین

ضمیمہ کتاب عین الیقین متعلق صفحہ (۶۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحبان عقل سلیم پر مخفی و محجب نہ رہے کہ فی الحال بعض اہل حیدرآباد کا یہ اعتراض مسموع ہوا ہے کہ "حقیر نے عین الیقین کے صفحہ (۶۹) میں گیارھویں حدیث پوری نقل نہیں کی" خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ باوجودیکہ کتاب عین الیقین کے حصہ اولے میں حدیث متواتر (الا انہ لا نبی بعدی) کے سوائے اور (۴۵) حدیثیں ایسی نقل کی گئی ہیں جن سے ختم نبوۃ آنحضرۃ بطور قطع ثابت ہے اور ان حدیثوں کے علاوہ اور (۳۰) حدیثیں فقط آنحضرۃ کی افضلیۃ مطلقہ کے ثبوت میں منقول ہیں جو یقین حد تواتر کو پہونچی ہیں اور باوجود اس کے کہ مخالفین عیب جو۔ نکتہ چین ہیں فقط ایک حدیث کی نسبت یہ تعریض کی کہ وہ پوری نقل نہیں کی گئی۔ اگر بالفرض اس حدیث سے قطع نظر ہو تو اور (۴۷) حدیثیں باقی رہتی ہیں جو مدعا کی بطور قطع شاہد ہیں۔ لطف مزید یہ ہے کہ ان میں اکثر حدیثیں ایسی ہیں جو باسناد کثیرہ مشہورہ مروی ہیں اگر ان سب کے اسناد جمع کیے جائیں تو کئی سو کی نوبت آئے پس صاحبان انصاف انصاف سے فرمائیں کہ یہ مخالفین دین کے مقدمہ میں کس قدر لیے پردہ ناحق کوشش اور درپے اضلال بندگان خدا ہیں کہ متواترات اور قطعیات کا انکار کرتے ہیں اب حقیر عرض کرتا ہے کہ اکثر مؤلفین و محققین کی عادۃ ہے کہ اپنے مدعا کے اثبات میں بخوف تطویل۔ محصل حدیث یا خلاصہ یا بعض ترجمہ کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ امر ہرگز لائق ایراد نہیں ہو سکتا ہاں اگر کسی عبارۃ کی نقل میں ایسا کلام ترک کیا جائے جس سے عبارۃ غلط یا ناقص ہو جائے تو بیشک وہ ناجائز ہے جیسے خود اثبات النبوہ کے صفحہ (۲) میں لکھا ہے "علامہ مجلسی در کتاب حیوۃ القلوب جلد سوم در اوائل کتاب قائل بعدم فرق میان نبی و امام است در کمالات و شرائط و صفات۔" حالانکہ علامہ مجلسی کی اصل عبارت کتاب مذکور میں یہ ہے "وحق اینست کہ در کمالات و صفات و شرائط فرقی میان پیغمبر و امام نیست بغیر آنچہ در اخبار مذکور خواہد شد" پس مصنف کتاب نے (بغیر آنچہ) اور اس کے بعد کی عبارۃ جو مستثنیٰ ہے اڑا دی جس سے مطلب بگڑ گیا ہے یا جیسے بعض لوگ
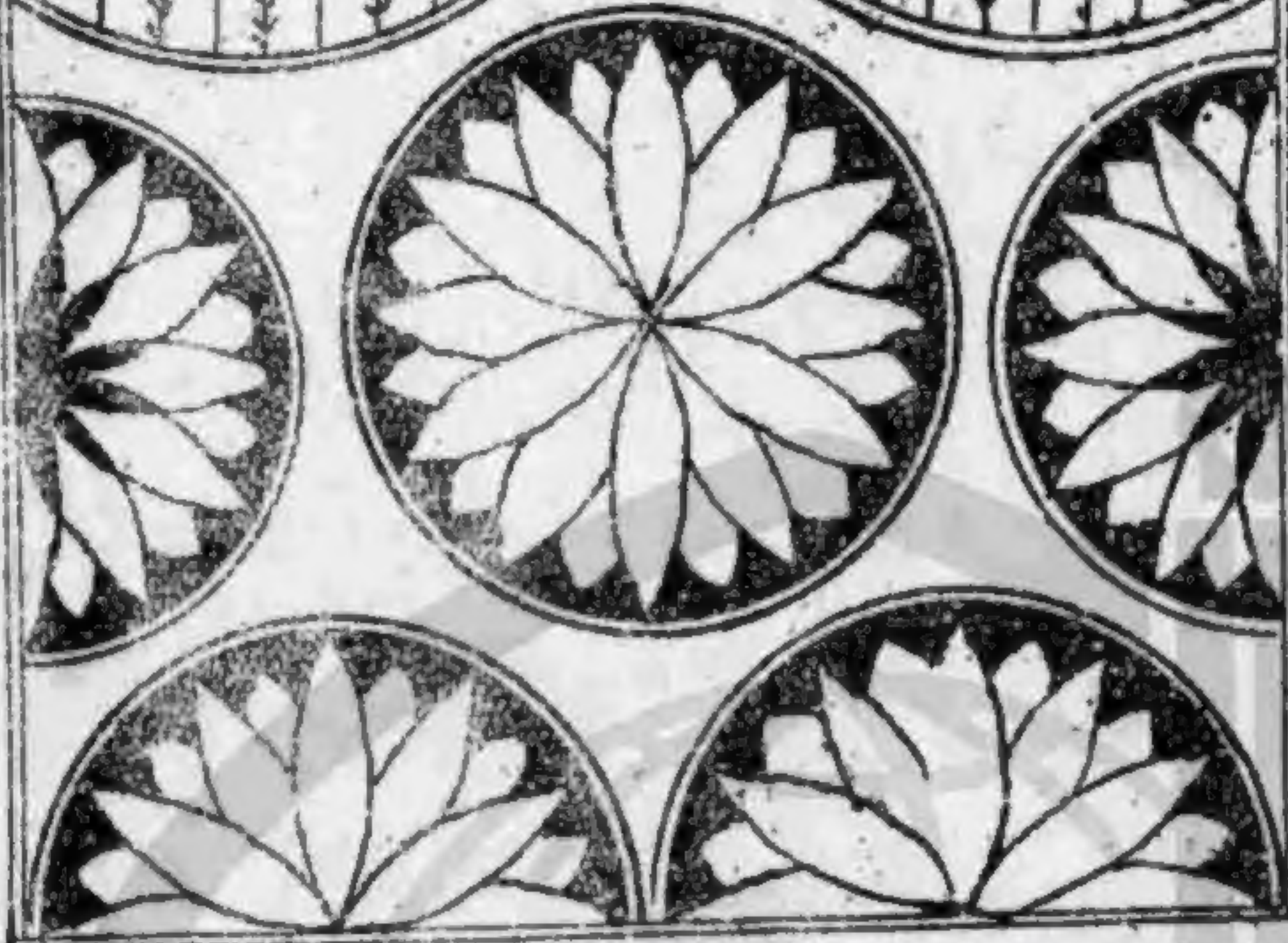
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی محمد سید المرسلین و اخر النبیین وعترتہ الطاہرین المعصومین واصحابہ المکرمین۔

فی الحال ایک رسالہ موسوم بہ **اثبات النبوۃ والرسالہ** فی النبی والسلالہ جو ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۲ میں چھپوا کر بطور استفتا شائع کیا گیا ہے جس میں مستفتی چالیس آدمی ہیں اور جس کے بانی جناب سید محمود علیخاں صاحب ابن حکیم باقر نواز جنگ مرحوم ہیں خاکسار کی نظر سے گزرا۔ یہ رسالہ مضامین غلو سے مملو اور معتقدات خلاف دین اسلام سے مشحون ہے اس میں ایک گمنام مولوی صاحب کی طرف سے حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی نبوۃ و رسالۃ اور حضرۃ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مساواۃ مطلقہ کا دعوے کیا گیا ہے اور چودہ ۱۴ آیتیں اور چودہ ۱۴ حدیثیں پیش کر کے اُن دعاوی باطلہ کے اثبات کی کوشش کی گئی ہے۔ اور نیز حضرۃ امیر المومنین علیہ السلام کی طرف خالقیۃ ورازقیۃ کی نسبتہ لگائی گئی ہے جو عین مذہب مفوضہ ہے۔ اور علمائے مذہب شیعہ سے یہ خواہش

کی گئی ہے کہ اس کے جواب میں جملہ دلائل کی تردید کی جاوے اور کہا گیا ہے کہ اگر ایک دلیل کی بھی تردید فروگذاشت ہو گی تو اعتقادات متذکرۃ الصدر صحیح سمجھ لئے جائیں گے۔ چنانچہ صفحۂ آخرہ یعنے صفحۂ (۶۰) میں لکھتے ہیں "اگر جواب یکے ازین ادلہ راندہید مطالب کو را ثابت وحق خواہم دانست" پھر نہیں معلوم یہ رسالہ علمائے شیعہ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے یا نہیں۔ مگر بعض مومنین نے اس کے مضامین سے مطلع ہو کر علمائے عراق وہند و دکن کی خدمت میں اس مضمون کا استفتا پیش کیا کہ جو شخص حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کی نبوۃ ورسالۃ کا قائل ہو وہ مسلمان ہے یا کافر۔ اس پر جملہ علما نے بتصریح لکھا کہ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے چنانچہ اس وقت حقیر کے پاس تقریباً تیس علما کے فتاوے مطبوعہ وغیر مطبوعہ موجود ہیں۔ ہر چند ان فتوں سے اکثر مومنین کی تشفی ہو گئی مگر بعض حضرات ہنوز اپنے شک پر باقی ہیں۔

حالاتِ اسلام پر علی العموم اور حالتہ مذہب شیعہ پر علی الخصوص نہایۃ تاسف کا مقام ہے کہ روز بروز اس کا تنزل اور اس کا انحطاط ہوتا جاتا ہے۔ اُن مصائب کے علاوہ جو اب تک دینِ اسلام پر نازل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں یہ بھی ایک سخت مصیبۃ ہے کہ چند لوگ انسانوں کی صورۃ والے ایسے پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے اہلِ اسلام کے اضلال پر کمر باندھی ہے۔ کسی نے پنجاب میں مسیحیۃ کا دعوے کر کے اسلام میں ایک بہت بڑا رخنہ ڈالا اور کسی نے حیدر آباد میں مولویۃ کا مدعی ہو کر خلق خدا کی راہزنی کی وہاں ہزاروں اہلِ اسلام برباد ہوئے اور یہاں سیکڑوں مسلمان خراب۔ زخارف فانیہ دنیویہ کی طمع۔ شہرت بیجا کی ہوس۔ نمود بے محل کی حرص۔ ایک گروہ کی ریاست کے ذوق اور خواہشہائے نفسانی کے پورا کرنے کے شوق نے اسلام کے بدخواہوں کو اس راہزنی پر آمادہ کیا ہے چونکہ اکثر شیعہ باوجود کم علمی وجہل عترۃ اطہار کی محبۃ کا دعوے رکھتے ہیں بس اگر کوئی شخص اسی محبۃ کے رستہ سے انہیں بہکانا چاہے تو بہت جلد اسے کامیابی کی امید

ہو سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اہل بیتِ طاہرینؑ کی مودۃ ہر مسلمان پر فرض ہے مگر اُن کے بارے میں افراط مذموم ہے۔ یہاں افراط کے معنے کثرۃ محبۃ کے نہیں۔ کثرۃ محبۃ اہل بیت تو باعث زیادتی قوۃ ایمان ہوگی۔ افراط کے معنے حد سے گذر جانے کے ہیں جس کے سبب اس شخص کو جس کی مودۃ فرض ہے ایک ایسے مرتبہ پر پہونچائیں جو اُسکا سزاوار و مستحق نہو۔ یہی افراط سخت مذموم اور قبیح ہے اور بکثرۃ حدیثیں اس کی مذمۃ میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ علامہ مجلسی نے کتاب بحار الانوار کے مجلد نہم باب قوله تعالیٰ ولمّا ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومك منه یصدّون صفحہ (۷۵) مطبوعہ طہران کارخانہ آقا ابراہیم تبریزی میں بہت سی معتبر حدیثیں اس مضمون کی نقل کی ہیں اُن میں سے بعض یہ ہیں عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال قال لی علی علیه السّلام مثلی فی هذه الامة مثل عیسی بن مریم احبّه قوم فغالوا فی حبّه فهلکوا وابغضه قوم فهلکوا واقتصد فیه قوم فنجوا یعنے حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا اس امّۃ میں میری مثال مثل عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ہے کہ ایک قوم نے ان کی محبّۃ میں غلو کیا اور ہلاک ہوئی اور ایک قوم نے ان سے عداوۃ رکھی وہ بھی ہلاک ہوئی اور ایک جماعۃ نے میانہ روی اختیار کی اس نے نجاۃ پائی۔ ایضاً عن ربیعه بن ناجد عن علی علیه السّلام قال دعانی رسول الله صلی الله علیه وآله فقال انّ فیك مثلاً من عیسیٰ ابغضه الیهود حتی بهتوا امّه واحبه النصاریٰ حتی انزلوه المنزل الذی لیس له۔ الا فانه یهلك فیّ اثنان محب مفرط یفرطنی ومبغض یحمله شنآنی علی ان یبهتنی الا انی لست بنبیّ ولا یوحیٰ الیّ ولکنی اعمل بکتاب الله وسنّة نبیّه صلی الله علیه وآله الخ حضرۃ امیرؑ فرماتے ہیں کہ ایک وقت مجھے آنحضرۃؐ نے طلب فرما کر ارشاد فرمایا۔ یا علی تمہاری مثال مثل عیسےٰ کے ہے کہ یہود نے اُن سے دشمنی کی اور ان کی والدہ پر بہتان کیا اور نصاریٰ نے ان کی محبّۃ سے ان کو ایک ایسے مرتبہ پر پہونچایا جس کے وہ سزاوار نہ تھے۔ پھر امیر المومنین

علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خبردار ہو جاؤ کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے ایک تو وہ جو میری محبت میں حد سے گزر کر میرا وہ رتبہ ٹھہرائیں جس کا میں سزاوار نہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو مجھ سے عداوت رکھکر مجھ پر بہتان کریں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ہرگز میں پیغمبر نہیں ہوں اور نہ مجھ پر وحی آتی ہے الخ **ایضاً** حضرت امیر علیہ السلام سے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مثل اس کے بکثرت اخبار مروی ہیں جن کو علامہ مجلسی نے اسی باب میں جمع فرمایا ہے۔ **ایضاً** علامہ مجلسی حضرت امیرؑ سے حدیث یھلك فی رجلان محبٌ مفرطٌ ومبغضٌ مفترٍ کئی سندوں سے نقل کر کے کہتے ہیں۔ دوی مثلہ باسانید سیاتی ذکرھا انتہٰی پس اس حدیث صحیح تنظاف کے مضمون کے موافق جہال شیعہ ان مولوی صاحب کی طلاقت لسانی۔ جادو بیانی۔ لفاظی پر گوئی مضمون آرائی اور سخن پیرائی سے دھوکے میں آگئے اور حضرت امیر علیہ السلام کی نسبۃ غلو کیا۔ اور اس رسالہ اثبات النبوۃ کے استدلالات کا یہ حال ہے کہ دیوانوں کی بڑھ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور چڑے چڑیا کی کہانی سے زیادہ قدر کے لایق نہیں۔ نہ کوئی آیۃ اس شخص کے دعوے کی شاہد ہو سکتی ہے نہ کوئی حدیث صحیح۔ جملہ آیتوں کا مطلب بگاڑ دیا اور سب میں تحریف معنوی اور تفسیر بالرّائے کی احادیث کا یہ حال ہے کہ باوجود احاد اور عدم تواتر اکثر ضعیف السند ہیں جو فروعات میں بھی بکار آمد نہیں۔ اور جو باسناد معتبرہ مروی ہیں ان کے محامل اور معانی صحیحہ مخالف دعوے عالم مذکور موجود ہیں مگر پھر بھی وہ احاد سے ہیں حالانکہ معتقدات میں حدیث متواتر ضرور ہے **الحاصل** جب حقیر نے دیکھا کہ اس رسالہ سے برادران ایمانی بہکتے جاتے ہیں اور اس کے ظاہری لباس رنگین سے مسلمان فریب کھاتے ہیں تو درد ایمان وہمدردی اخوان نے مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ اس رسالہ کا استیعاباً جواب لکھوں اور تفصیلاً اس کے دلائل کی تردید کروں۔ بعض احباب نے اصرار بھی کیا کہ ہدایت خلق کے لئے رسالہ مذکور کا رد لکھنا نہایت ضرور

ہے۔ لہذا خاکسار نے متوکلاً علی اللہ تعالیٰ اس کا جواب لکھنا شروع کیا ہے اور اُسی کی توفیق سے اسکا اتمام ہے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ میری اس کتاب سے جملہ مسلمانوں کو منتفع فرماوے اور راہ راست پر ان کو ہدایت کرے بحق محمد سید المرسلین و آلہ الطاہرین علیہم السلام۔

مخفی نہ رہے کہ رسالہ مذکورہ فارسی عبارۃ میں لکھا گیا ہے ہرچند اس کی فارسی بھی کل اشتمال اسکے مضامین کے واہی ہے اکثر فقرات خلاف محاورہ و اصطلاح اہل فارس ہیں جو ناظرین بافہم بعد ملاحظہ خود بخود ان سے واقف ہو جائیں گے۔ اور حقیر نے اس کا جواب اس خیال سے اردو میں لکھا کہ وہ عام فہم ہو۔ لفظ قال کے بعد رسالہ مذکورہ کی عبارۃ بعینہا نقل کر کے لفظ اقول کے بعد جواب عرض کیا ہے اور حتی الامکان نہایت تحقیق سے اس کے دلائل کی تردید کی گئی ہے یہ یقین کرنا چاہیئے کہ اس کتاب کی تالیف میں نہ اپنا علم جتانا منظور ہے نہ لیاقت کا اظہار۔ نہ تعصب سے کام لیا گیا ہے نہ ہٹ دھرمی سے محض خالصاً للہ قوم کی ہدایت کے لئے اس طرف توجہ کی ہے۔ وما توفیقی إلّا باللّٰہ العلی العظیم۔

حررہ احقر العباد سید فیض حسین

قال۔ سوال۔ چہ میفرمایند علمائے فرقۂ امامیہ و فقہائے ملّۃ اثنا عشریہ کثّر اللہ امثالہم درینکہ عالمی اثبات وحدت حقیقہ[1] محمد و علی علیہما السلام بنا بر باطن می کند و اثبات مساواۃ درمیان آن دو بزرگوار بنا بر ظاہر می کند و بدلیل اجماع مرکب ائمہ را ہم داخل درین وحدۃ حقیقہ باطنیۃ و مساواۃ ظاہریہ می کند۔

ابطال وحدۃ حقیقی ذاتی دو

اقول وباللہ التوفیق جواب دو نفوس میں وحدۃ حقیقیہ محال عقلی ہے خواہ وحدت باطنی ہو یا ظاہری جو ایک ہے وہ ایک ہے اور جو دو ہیں وہ دو ہیں دو ذاتیں حقیقۃً ایک نہیں ہو سکتیں نہ ایک ذات دو ہو سکتی ہے۔ یہ عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ خدا اور حضرت عیسےٰ اور روح القدس کو باطناً ایک سمجھتے ہیں اور توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے

---

[1] وحدۃ حقیقہ غلط ہے وحدۃ حقیقیہ چاہیئے ۱۲

قائل ہیں اور قائلِ محال عقلی کوئی ذی عقل آدمی نہیں ہو سکتا وہ قطعاً دیوانہ ہے۔

اور اگر لفظ باطن سے مراد روح ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو روح محمد و علی علیہما السلام ہر ایک بجائے خود کامل ہے یا ناقص اگر ہر ایک کامل ہے تو وحدۃ حقیقیہ دو کاملوں میں محال عقلی ہے کیونکہ دو ماہیتوں میں بحیثیت تشخص تغایر ذاتی ہے اور اتحاد متغائرین بعین اجتماع نقیضین ہے جو عقلاً ممتنع ہے۔

بعبارۃٍ اُخریٰ بصورت مذکورہ اثنینیت میں اتحاد اور اتحاد میں اثنینیت لازم آئیگی جو بداہۃً باطل ہے۔

اور اگر روح محمد و علی علیہما السلام ہر ایک بجائے خود ناقص ہے یعنے حضرۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں آدھی روح اور حضرۃ علی علیہ السلام کے جسم میں آدھی تو علاوہ امتناع عقلی کے یہ بات بھی لازم آئیگی کہ حضرۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرۃ علیؑ دونوں بجائے خود ناقص ہیں اعاذنا اللہ من ہٰذہ الھفوات۔

اور ان دونوں بزرگواروں میں دعوائے مساواۃ مطلقہ بھی صریح غلط ہے کیونکہ پیغمبر کیلیے افضلیت کا مشروط ہونا خود اس دعوے کو باطل کرتا ہے۔ آنحضرت پیغمبر اولوالعزم۔ جناب امیر علیہ السلام اُمّتی اگرچہ بنا بر مذہب شیعہ افضل الامۃ ہیں۔ آنحضرت منوب عنہ حضرت امیر نائب آنحضرت متبوعِ مطلق بلا قیدِ زماں۔ امیر المومنین تابع۔ جملہ اہل اسلام کا یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل اہل عالم سے افضل ہیں جن میں امیر المومنین علیہ السلام بھی داخل ہیں متفق علیہ بین الفریقین یہ حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا انا سید ولد آدم وعلی سید العرب علامہ مجلسی کتاب **حق الیقین** میں تحریر فرمائے ہیں (ص ۱ مطبوعہ جعفری) باید دانست کہ آنحضرت بر کافہ بشر مبعوث بود از عرب و عجم و جمیع آدمیاں وایضاً مبعوث بود بر جنیان بنص قران۔ و دین او ناسخ ادیان جمیع پیغمبران است و آخر پیغمبران است و بعد از او پیغمبری نخواہد بود و آنحضرۃ اشرف است از جمیع مخلوقات از ملائکہ و جن و انس

افضلیت حضرت محمدؐ بر حضرۃ امیرؑ

واز حضرۃ امیر المومنین وسائر ائمہ علیہم السلام افضل بود۔ اور اس عالم نے جو کہا دیدُ لیا
اجماع مرکب الخ پس محض لغو اور اس امر پر دال ہے کہ یہ مولوی صاحب اجماع مرکب ہی کو
نہیں سمجھے اجماع مرکب کے معنے یہ ہیں کہ کسی ایک مسئلہ میں دو قولوں پر یا چند اقوال پر اُمتہ
کا اجماع ہو اس کا خرق قول ثالث کے احداث سے جائز نہیں ہے اور یہاں اصل وحدۃ
حقیقیہ ومساوات مطلقہ کا بطلان ظاہر ہونے کے علاوہ حضرۃ امیر کی ذات پر مطلقا
با وجود خصائص آنحضرۃ باقی ائمہ کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے پھر اس پر دعوے
اجماع مرکب مُہملات سے نہیں تو اور کیا ہو گا۔

ایضاً علامہ مجلسی نے اسی کتاب کے صفحہ (۱۸) میں لکھا ہے وافضلیت آنحضرۃ بر سائر
خلق ضروری دین اسلام است۔ اور معلوم ہے کہ ضروری دین اسلام کا منکر خارج
از دین اسلام ہے۔

قال حیثیتے تابعیۃ ومتبوعیۃ ظاہریہ یکے بعد دیگرے راجہۃ مصالح خارجیہ باعتبار
زمان متبوعیۃ قادح درمساواۃ نمی دانکہ متبوع امام ناطق است وتابع امام صامت است

اقول تابعیۃ ومتبوعیۃ بھی کئی حیثیتوں کی ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ متبوع پیغمبر ہے اور
پیغمبر بھی اولوالعزم اور صاحب شریعۃ جس کی شریعت قیامت تک باقی۔ پس متبوعیۃ
بھی قیامۃ تک باقی۔ اور باقی سب لوگ اس کے تابع پس وہ سب اُمتی ہوئے اور انکی
تابعیۃ بھی تا قیامۃ باقی۔ پس کیونکر ایسا تابع کسی زمانہ میں ویسے متبوع کا مساوی ہو سکتا ہے
آنحضرۃ پیغمبر اولوالعزم جن کا دین اور جن کی شریعت تا حشر باقی ہے اور حضرت امیر
علیہ السلام قطعاً آپ کے تابع مطلق آپ ہی کے دین کے حافظ و مروج۔ اور کسی زمانے
میں آنحضرۃ کی تبعیت سے علیحدہ نہیں۔ پس یقیناً آپ کسی زمانے میں آنحضرۃ کے مساوی
مطلق نہیں ہو سکتے۔ یہ دلیل قطعی ہے جس کا منکر خارج از دین اسلام ہو گا یا دیوانہ
حضرت امیر علیہ السلام کا آنحضرت کے تابعین اور آپ کی امت سے ہونا کئی قطعی

نے فرمایا کہ بروز الست خلاق عالم نے میری تمام امت کو میرے روبرو ظاہر فرمایا
پس سب سے پہلے جسنے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لایا وہ علی تھے حیواۃ القلوب
جلد (۲) صفحہ ۱۴۷ ایضاً روایات معتبرہ کثیرہ میں وارد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ بروز
الست خدا نے میری تمام امت کو میرے روبرو متشکل فرمایا پس یا علی میں نے اول
سے تمہارے اور تمہارے شیعوں کے لئے استغفار کی حیواۃ القلوب جلد (۲) باب ۱۴
صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ نولکشور پس یہی ایک حدیث جو احادیث مشہورہ سے ہے اون
مولوی صاحب کی تکذیب پر روشن دلیل ہے اس کے علاوہ بحار الانوار کی
جلد ہفتم میں باسناد معتبرہ بکثرت ایسی حدیثیں مروی ہیں جن سے ثابت ہے کہ انوار
مقدسہ چاردہ معصومین علیہم السلام خلقت بشر سے پہلے علیحدہ طور پر تسبیح الہی میں مشغول تھے
جب خدائے تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق فرمایا تو اُن انوار کو ایک جا کر کے
صلب آدمؑ میں جگہ دی پس ہر چند صلب آدم میں وہ ایک جا تھے مگر علم خدا میں اُن کا
تشخص موجود تھا۔
آٹھویں غلطی یہ کہ یہ مسلم ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت کا نور پیدا ہوا اول
ما خلق اللہ نوری اس پر نص ہے پھر آپ کے نور سے اہل بیت علیہم السلام کی
خلقت ہوی پھر اُن بزرگواروں کے انوار سے عرش و کرسی و آفتاب و ماہتاب و ملائکہ
و انبیاء و اوصیا اور دوستان اہل بیت متولد ہوے مگر اس وجہ سے ہرگز نہیں کہہ سکتے
کہ یہ سب پیغمبر تھے نویں غلطی یہ کہ اگر فرض کیا جاے کہ وہ پورا نور محض آنحضرت
کی نبوت کا تھا اور اسی کے دو ٹکڑے ہو کر ایک عبد اللہ کو ملا اور ایک ابو طالب کو
پہلے نصف سے آنحضرت پیدا ہوے اور دوسرے نصف سے امیر المومنین۔ تو
اس سے یہ قباحت لازم ہوگی کہ آنحضرتؐ معاذ اللہ آدھے پیغمبر تھے اور امیر المومنینؑ
آدھے۔ اور ہر ایک ناقص حالانکہ طفل مکتب کے نزدیک بھی یہ امر لغو اور باطل ہے

دلیلوں سے ثابت ہے۔

پہلی دلیل خدائے تعالےٰ نے قرآن شریف مین ارشاد فرمایا ہے وما ارسلناک الا کافۃ للناس یعنے اے محمد بیشک ہم نے تم کو تمام آدمیوں پر رسول بناکر بھیجا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام بھی آدمیوں میں داخل ہیں پس آنحضرت آپ کے بھی پیغمبر اور متبوع ہوے اور آپ آنحضرت کے تابع اور امتی۔ اگرچہ افضل الامۃ ہیں۔

دوسری دلیل حق تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایاہی قل ھٰذہ سبیلی ادعو الی اللّٰہ علی بصیرۃ انا ومن اتّبعنی (الجزء ۱۳ سورہ یوسف) یعنے اے نبی کہو میرا طریق تو یہ ہے کہ سب کو خدا کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو لوگ میرے پیرو ہیں دین کے ایک مستقل رستہ پر ہیں۔ علّامہ مجلسی نے مجلد نہم بحار میں آیۂ شریفۂ موصوفہ کا ایک علیحدہ باب مقرر کیا ہے اور اس میں باسناد کثیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام محمد باقر اور امام محمد تقی علیہما السلام سے روایۃ کی ہے کہ اس آیۂ شریفہ میں ومن اتّبعنی سے مراد امیر المومنین اور باقی ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں اور اس کی بھی تصریح امام نے فرمائی کہ جس وقت (بطور ظاہر) حضرت امیر نے آنحضرۃ کا دین اختیار فرمایا اس وقت آپ کی عمر نو برس کی تھی اور من اتبعنی میں کسی زمانہ کی قید نہیں۔

تیسری دلیل قولہ تعالےٰ یاایھا النبی حسبک اللّٰہ ومن اتّبعک من المومنین (الجزء ۱۰ سورہ انفال) اے پیغمبر خدائے تعالےٰ اور وہ مسلمان جنہوں نے تمہاری پیروی کی تم کو بس کرتے ہیں بحار الانوار کی جلد نہم باب مذکور میں مرقوم ہے فقال العلامۃ قدس اللّٰہ روحہ روی الجمھور انھا نزلت فی علیؑ فالمراد بالمتابعۃ المتابعۃ التامۃ فی جمیع الاشیاء وظاھر انہ لم یتبعہ کذالک الا علی علیہ السلام فانہ تبعہ قبل کل احد واکثر من جمیع الصحابۃ الخ یعنے ایک جماعۂ کثیر نے روایت کی ہے کہ یہ آیۂ شریفہ حضرت امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے اور یہاں متابعۃ سے مراد

تمام اشیاء میں پوری پیروی ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت کی متابعت کاملہ سوائے امیر المومنین کے اور کسی نے نہیں کی کیونکہ آپ نے سب سے پہلے اور جملہ اصحاب سے بڑھ کر آنحضرت کا اتباع کیا ہے۔ پس جب امیر المومنین آنحضرۃ کے متبع مطلق ہوئے تو امت سے ہوئے اور جب امت سے ہوئے تو آنحضرت آپ سے افضل ہوئے۔

چوتھی دلیل خدائے حمید نے کتاب مجید میں فرمایا ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم یعنے پیغمبر تمام مسلمانوں کے نفوس سے اولی بالتصرف ہیں اور حضرت امیر المومنین اوّل المومنین ہیں۔ پس آنحضرت آپ کے بھی اولی بالتصرف ہوئے اور یہ اولویتہ نہ موقت بزمان ہے نہ مقید بشرط اور حضرت امیر کا مومن ہونا یقینی اور بدیہی ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لایستون الجزء (۲۱) سورۃ السجدہ کیا مومن فاسق کے برابر ہوگا۔ یہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔

اس آیۂ شریفہ میں باتفاق علمائے فریقین مومن سے مراد حضرت امیرؑ ہیں اور فاسق سے مراد ولید بن عقبہ۔ ایضاً خدائے تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون۔ (پارہ (۱۱) سورۃ توبہ) اے پیغمبر تم انہیں سمجھا دو کہ اپنی جگہ عمل کرتے رہو ابھی تو خدا تمہارے اعمال کو دیکھے گا اور اُس کا رسول اور مومنین بھی دیکھینگے اس آیۂ شریفہ میں المومنون سے مراد ائمہؑ علیہم السلام ہیں ملاحظہ ہو بحار جلد ہفتم باب عرض الاعمال علیہم۔

پانچویں دلیل متواتر بین الفریقین ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے سب سے پہلے کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرمایا تمام عمر آنحضرت کے دین کی ترویج آپ کی شریعت کی حفاظت آپ کے احکام کی تعمیل فرماتے رہے اور ہر روز اذان واقامہ میں بعد پنجگانہ فرائض یومیہ کے تشہدوں میں نو مرتبہ۔ اور نوافل شب و روز میں چونتیس مرتبہ ان کے علاوہ نمازہائے مستحبی میں روزانہ سیکڑوں مرتبہ آنحضرت کی رسالت کی گواہی دیتے رہے

اور بوقت انتقال امام حسن مجتبےٰ کو وصیت فرمائی تو سب سے پہلے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ ملاحظہ ہو بحار جلد نہم باب شہادت اس سے قطعاً ثابت ہے کہ حضرت امیر دوا ما آنحضرت کے تابع تھے اور آپ آن بھی آنحضرت کی تبعیت سے علیحدہ نہیں ہوئے پس یقیناً آنحضرت ہمیشہ کے لئے آپ سے افضل ہوئے اور یہ سب دلیلیں قطعیات اور بدیہیات سے ہیں جن کا انکار سفسطہ ہے۔

دوسری صورت تابعیۃ ومتبوعیۃ کی یہ ہے کہ امام سابق وناطق متبوع ہے اور امام مسبوق وصامت تابع پس ان دو اماموں میں اگر کوئی اور وجہ افضلیت کی نہو تو دونوں مساوی ہیں۔ وجہ آخر افضلیت کے عدم کی شرط اس لئے ہے کہ نصوص قطعیہ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کل ائمۃ اور کل ائمہ سے افضل ہیں حدیث متواتر بین الفریقین الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنّۃ وابوھما افضل منھما۔ اسپر نص ہے اور دوسری احادیث متواترہ اس کے شاہد۔ اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے جس کا ذکر آئندہ ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

قال حتے اینکہ از برائے ائمہ معصومین علیہم السلام اثبات نبوت ورسالت علاوہ برامامت وولایۃ می کند۔

اقول جملہ اہل اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہوگئی آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آیہ وخاتم النبیین وحدیث متواتر لانبی بعدی اس پر نص ہے علامہ مجلسی نے حق الیقین کے صفحہ (۱۰) مطبوعہ جعفری میں لکھا ہے کہ (او آخر پیغمبران است وبعد از وپیغمبری نخواہد بود) آیہ وخاتم النبیین کی تفسیر اور حدیث لانبی بعدی کے تواتر کا ثبوت آئندہ بتفصیل بیان ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ علاوہ ان کے اور احادیث

کثیرہ متواتر بالمعنی اس پر نص ہیں جن میں سے ایک حدیث یہاں نقل کی جاتی ہے
حق الیقین کے صفحہ (٣٣٥) مطبوعہ جعفری میں مرقوم ہے کہ امام رضا علیہ السلام
(اس رسالہ میں جو مامون عباسی کے لئے تحریر فرمایا تھا) فرماتے ہیں کہ اسلام خالص
یہ ہے کہ گواہی دے کہ خدائے تعالےٰ یکتا ہے شریک نہیں رکھتا ہر چیز کا وہی پیدا
کرنے والا ہے کوئی شئے اس کے مثل نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا کے
بندے اور اس کے رسول اس کے امین برگزیدہ از خلق بہترین مرسلان آخر پیغمبران
تمام مخلوقات سے افضل ہیں اور آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ملخصًا الخ۔ الحاصل آنحضرت
پر نبوۃ کا ختم ہو جانا اور آپ کے بعد قیامت تک کسی پیغمبر کا نہ ہونا ضروری دین اسلام ہے اور اس کا
منکر خارج از اسلام ہے۔ ہر چند منکر ختمیت آنحضرت و مدعی نبوت و رسالت ائمہ
علیہم السلام کی نسبت بکثرت علماء اسلام نے کفر کے فتوے تحریر فرمائے ہیں اور سب
ان کی تکفیر پر متفق ہیں مگر خاکسار اس مقام پر ایک ایسے جلیل القدر مجتہد العصر کا فتوےٰ
افادہ مومنین کے لئے نقل کرتا ہے جس کا اجتہاد و اعلمیت تمام شیعی دنیا کے نزدیک
مسلم ہے اور اکثر عرب و عجم و اہل ہند اس کے مقلد ہیں یعنے حجۃ الاسلام کہف الانام
جناب آقا سید محمد کاظم طباطبائی دام ظلہ العالی ساکن نجف اشرف۔

سوال اعتقاد داشتن باینکہ جناب رسول خدا خاتم المرسلین نیستند و اعتقاد اینکہ
ائمہ اثنا عشر یا دیگراں ہم نبی و رسول ہستند آیا کفر است یا موافق دین اسلام بینوا توجروا۔

الجواب ایں گونہ اعتقادات مخالف اسلام است و معتقد آں کافر است و نباید
مسلم بایں مقالات فاسدہ از ضالین و مضلین گوش بکنند و از برائے خود خسران ابدی
بخرد۔ بلکہ نقل و مذاکرہ ایں قسم اقوال بالکلیہ بجز در مجالس و محافل اعانت بر کفر و افساد اسلام
است الا بغرض رد و بیان فساد ایں خیالات فقط

مہر

محمد کاظم الطباطبائی

مہر و دستخط محمد کاظم الطباطبائی

اور دو حال سے خالی نہیں کہ ان مولوی صاحب کے نزدیک ائمہ علیہم السلام انبیائے
اولوالعزم ہیں یا غیر اولوالعزم و تابع اولوالعزم۔ صورۃ اولے باطل ہے کیونکہ علمار کا
اس پر اتفاق ہے کہ اولوالعزم پانچ ہی پیغمبر ہیں جو باقی انبیاسے افضل ہیں اور جنکی
شریعت ناسخ شریعت سابقہ ہے چنانچہ علامہ مجلسی حق الیقین میں فرماتے ہیں۔ و
افضل از ہمہ پنج اند۔ نوحؑ و ابراہیمؑ۔ و موسےؑ و عیسےؑ۔ و محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و ایشانرا
اولوالعزم نامند و شریعت ایشان ناسخ شریعت پیش است و افضل از ہمہ حضرت رسالتپناہ
صلی اللہ علیہ و آلہ است (صفحہ ۱۲ مطبوعہ جعفری) ایضاً خود یہ مولویصاحب مقر ہیں کہ
ائمہ علیہم السلام نبی تازہ نہ تھے چنانچہ رسالہ اثبات کے صفحہ (۱) میں مرقوم ہے و
ائمہ را نبی تازہ و رسول تازہ نمی دانند یعنے وہ صاحب شریعت جدیدہ نہ تھے جب
صاحب شریعت تازہ نہوے تو غیر اولوالعزم اور تابع اولوالعزم ہوے۔ اور یہ صورت
ثانیہ ہے اور معلوم ہے کہ متبوع تابع سے افضل ہوتا ہے۔ پس دعوائے مساواۃ باطل
ہوا حالانکہ اصل مقصود وہی ہے۔

قال واز نبوۃ و رسالت ائمہ تعبیر می کند بوصایت و حفظ شریعت غرا الی یوم القیامت
اقول کئی وجوہ سے باطل ہے **اول** یہ کہ اولاً ائمہ علیہم السلام کی نبوت و رسالت
کا مدعی ہونا جو نصوص متواترہ اور اہل اسلام کے عقیدے کے خلاف ہے۔ پھر اسکو
وصایت اور حفظ شریعت سے تعبیر کرنا جو عین معتقدات شیعہ سے ہے پھر اسی نبوت
و رسالۃ ائمہ کے اثبات میں چالیس پچاس صفحے سیاہ کرنا عین خلل دماغ ہے۔
دوسرے یہ کہ نبوت کے معنے باصطلاح اہل شرع خلاق عالم سے بلا واسطہ بشر
احکام شریعت اخذ کر کے بندگان خدا کو پہونچانے کے ہیں۔ اور وصایۃ مقام ہذا میں
بمعنے نیابت و خلافت ہے۔ پس تعریف نبوت و رسالت میں وصایت داخل نہیں اور
نہ وصایت کی تعریف میں نبوت و رسالت داخل ہے۔ نہ ان میں لزوم عقلی و نقلی ہے

پھر ائمہ کی نبوت و رسالت کا مدعی ہونا اور اس کو وصایت سے تعبیر کرنا دیوانوں کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

تیسرے یہ کہ ان مولوی صاحب کے دونوں دعوے حقیقۃً آپس میں معارض ہیں کیونکہ اوّل آپ نے کہا ہے کہ ائمہ علیہم السّلام ولایت و امامت کے علاوہ نبوت و رسالت رکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ولایت و امامت اور چیز ہے اور نبوت و رسالت اور۔ پھر آپ نے نبوت و رسالت ائمہ کو وصایۃ و حفظ شریعت غرّا سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وصایت ائمہ وہی امامت ہے پس ثابت ہوا کہ نبوت و رسالت عین ولایت و امامت ہے۔ وھٰذا مما تضحک علیہ الثکلی۔

قال و ائمہ را نبی تازہ و رسول تازہ نمی داند و تبلیغ این نبوت و رسالت را بواسطہ محمد مصطفےٰ قائل است۔

اقول جب باعتراف مولوی صاحب غیر معلوم ائمہ علیہم السّلام نبی تازہ و رسول تازہ یعنے صاحب شریعۃ تازہ نہوے تو پیغمبر ذوالعزم اور صاحب شریعت تازہ کے تابع ہوے اور معلوم ہے کہ متبوع تابع سے افضل ہوتا ہے۔ پس آپ کا دعویٰ مساوات خود آپ کے اعتراف سے باطل ہوا۔

اور جو آنحضرت کے ذریعہ سے اس نبوۃ و رسالۃ کی تبلیغ کے قائل ہیں پس صریح غلط ہے کیونکہ نبوۃ و رسالت کی تعریف میں خدائے تعالےٰ سے اخذ احکام بلا واسطہ بشر کی شرط ہے پس جب محض آنحضرت کے ذریعہ سے اس نبوت و رسالت کی تبلیغ ہوئی تو فی الحقیقۃ وہ نبوت و رسالت نہ ہی اذا فات الشرط فات المشروط۔

قال و فائدہ مترتبہ وجود محمد و آل محمد و انتفاع مردم از انہا را واحد می داند۔

اقول قول مہمل اور دعوے مختل ہے معلوم ہے کہ احکام خدا کا بلا واسطہ بشر پیغمبر پر نازل ہونا اور حکم خدا سے شریعت سابقہ کی ترمیم و تنسیخ و شرایع جدیدہ مکملہ کی تعیین

اوراس کی ترویج اور شے ہے اور فقط حفظ و ترویج شریعت اور۔ پہلا کام نبی کر اولوالعزم کا ہے اور دوسرا اس کے تابعین سے وصی و امام کا پس ان دونوں کے وجود سے فائدہ مترتبہ میں فرق بیّن ہے۔

قال وبجہت اختلاف اخبار وارده در نبوت و رسالت ائمہ کہ بین مثبت و بین نافی است اخبار مثبت نبوۃ و رسالت ائمہ را ترجیح می دہد۔

اقول ثبوت نبوت و رسالت ائمہ علیہم السلام میں ورود اخبار کا مدعی ہونا حضرات معصومین علیہم السلام پر افترا کرنا ہے ہرگز کسی معصوم نے کوئی ایسی حدیث ارشاد نہیں فرمائی جو ائمہ کی نبوت پر نص ہو ان مولوی صاحب نے اپنی دالنست میں کچھ اخبار مثبتہ نبوت و رسالت ائمہ فرض کر کے دوسری نافیہ حدیثوں پر ترجیح کی جو وجہیں بیان کی ہیں اور وہ وجوہ اخبار علاجیہ سے مستنبط اور کتب اصول فقہ میں مرقوم ہیں وہ مسائل فرعیہ اور اخبار احاد کی نسبت ہیں کہ درصورت اختلاف اخبار احاد اس طرح اور اس طرح عمل کرنا چاہیئے۔ مگر تعجب ہے کہ ان وجوہ سے ایک وجہ وجیہ جو بالکل ان مولوی صاحب کی مضر تھی اڑا دی گئی۔ وہ یہ کہ درصورت اختلاف اخبار اس حدیث پر عمل کرنا چاہیئے جو مشہور بین الاصحاب ہو پس اس شخص نے جب دیکھا کہ اگر میں اس وجہ کو ذکر کرتا ہوں تو میری خشت خام کی دیوار پوری منہدم ہو جاتی ہے لہذا اس کا ذکر ہی نہ کیا۔ بہرحال ان میں کے اکثر وجوہ سے ترجیح بین الحدیثین میں مظنہ صحت حدیث راجح حاصل ہوتا ہے نہ قطع و یقین اور اصول فقہ میں یہ بات بھی ثابت کی گئی ہے کہ مسائل فرعیہ میں مظنہ ہی کافی ہے لعدم امکان العلم بخلاف اصول عقائد کہ ان میں دلیل قطعی ضرور ہے کہ وہ بغیر برہان عقلی یا محکمات قرآنی یا نصوص متواترہ نہیں ہو سکتی۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ نبوت و رسالت کا اعتقاد اصول عقائد سے ہے پس اس میں ایسی دلیل ضرور ہے جو معارضات

سے خالی اور یقینی ہو پس اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ان مولوی صاحب کا قول خود ان کے کلام سے باطل ہے کیونکہ وہ مدعی ہیں کہ نبوت و رسالت ائمۃ میں اخبار مختلف وارد ہیں اور اس اختلاف کی وجہ سے اخبار مثبتہ کو ترجیح دی ہے اسی کو اجتہاد کہتے ہیں۔ اور اجتہاد نہیں ہوتا مگر مظنونات میں اگر غور کیا جائے تو فقط یہ تقریر اس تمام رسالہ کے ابطال میں کافی ہے۔

قال وبجہت کثرت اخبار مثبتہ نبوت و رسالت و شذوذ اخبار نافیہ نبوۃ۔

اقول اخبار مثبتہ نبوۃ ائمۃ محض خیالی اور معدوم اور اخبار نافیہ نبوۃ متواتر۔ پس اگر بفرض محال کوئی خبر اس کے خلاف میں وارد ہو تو متواترات و قطعیات کے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتی بلکہ وہ یا مأول ہو گی یا مطروح کثرتِ اخبار مثبتہ نبوۃ ائمۃ کا دعوے کرنا معصومین پر تہمت باندھنا ہے کسی معصوم نے ہرگز کوئی حدیث نبوت و رسالت ائمۃ علیہم السلام کے ثبوت میں نہیں فرمائی۔ پھر کثرت اخبار کہاں اور شذوذ اخبار نافیہ نبوۃ ائمۃ کا دعوے کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے یہ اخبار قطعاً متواتر ہیں جن کی تفصیل عنقریب پیش ہو گی انشاء اللہ تعالے۔

قال وبجہت اعدلیت وافقہیت وغیرہما از صفات مشروطہ رواۃ اخبار مثبتہ نبوۃ و رسالت ائمۃ وعدم اعدلیت وافقہیت وغیرہما از صفات مشروطہ رواۃ اخبار نافیہ نبوت ائمۃ۔

اقول ان مولوی صاحب نے جہاں چند حدیثیں اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کی ہیں وہاں کسی حدیث کی نہ سند ہی بیان کی نہ رواۃ کا ذکر کیا اعدلیت تو ایک امر دیگر ہے پس اس مقام پر رواۃ اخبار مثبتہ نبوۃ و رسالت ائمۃ ؑ کی اعدلیت کا دعوے کرنا اور بیان اخبار کے مقام پر اس کو ثابت نکرنا بلکہ اس کے ذکر کو مطلقاً ترک کرنا عوام کو دھوکا دینا ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالے اس کے مقام پر کسی قدر اس کی بھی تحقیق

کرینگے اور احادیث نافیہ نبوت چونکہ مشہور و متواتر ہیں لہذا اُن کے رواۃ میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں

قال وبجہت مخالفت روایات مثبتہ نبوۃ ائمہ بمذہب عامہ و موافقت روایات نافیہ نبوۃ ائمہ بمذہب عامہ

اقول اِن مولوی صاحب نے اس مقام میں نہایت تدلیس سے کام لیا ہے۔ یہہ جو مسئلہ اصول فقہ ہے کہ بصورت اختلاف اخبار اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے جو مذہب عامہ کی مخالف ہو یہ قاعدہ مسائل مظنونہ اور اخبار احاد کی نسبت ہے نہ اصول عقائد اور امر ضروری دین اسلام کی نسبت یہ امر ضروری دین اسلام ہے کہ آنحضرۃ پر نبوت ختم ہوئی آپ کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں۔ اور ضروری دین اسلام اسی کو کہتے ہیں جس پر عامہ و خاصہ یعنے جملہ اہل اسلام متفق ہوں اور اسی کا منکر خارج از دین اسلام ہے پس اس قاعدہ اصول فقہ کو ہاتحن فیہ میں جاری کرنا عین بے فہمی ہے۔

قال وبجہت موافقت روایات مثبتہ نبوۃ ائمہ بقران و مخالفت روایات نافیہ نبوۃ ائمہ بقران۔

اقول اب اس شخص کی جرأت ایک درجہ اور بڑھ گئی کہ خدائے تعالیٰ پر بھی تہمت کی اور اسکے کلام پر بہتان باندہا ان مولوی صاحب کا مطلب یہہ ہے کہ قران شریف میں بھی نبوۃ ائمہ کا ثبوت موجود ہے العیاذ باللہ

قال وبجہت بودن احادیث مثبتہ نبوۃ ائمہ در غیر محل تقیہ و بودن روایات نافیہ نبوۃ ائمہ در محل تقیہ۔

اقول یہ بھی حضرات معصومینؑ پر بہتان ہے جب آنحضرتؐ کے بعد کسی نبی کا نہونا ضروری دین اسلام ہے تو محل تقیہ کہاں رہا۔ یہہ امر صاحبان بصیرت پر مخفی نہیں کہ جملہ ائمہ علیہم السلام ابتدائے عمر سے آخر عمر تک کلمہ شہادتین پڑھتے رہے یہانتک کہ باسانید معتبرہ مروی ہے کہ جب امام اپنی مادر گرامی کے بطن مبارک سے متولد ہوتے تھے تو ہاتھ زمین پر ٹیک کر باواز بلند کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرماتے تھے ملاحظہ ہو جلاء العیون بیان ولادت باسعادت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور روزانہ کئی مرتبہ اذان و اقامت اور نمازوں کے تشہدوں میں انحضرت کی نبوۃ و رسالۃ پر گواہی دیتے رہے یہ متواترات اور قطعیات سے ہے جسکا منکر دیوانہ ہے ایضاً یہ حضرات مدت العمر انحضرۃ ہی کی رسالت کی ترویج فرماتے رہے اگر خود وہ رسول و نبی ہوتے اپنی نبوۃ و رسالۃ کی تبلیغ فرماتے اور اشہد انی رسول اللہ کہتے یہ کیسے نبی تھے کہ کبھی صراحتہً اپنی نبوۃ کا دعوٰی نہ کیا اور انحضرت کی کلمہ گوئی میں اپنی عمر بسر فرمائی جب تک کوئی نبی ادر

رسول اپنی نبوت و رسالت کا دعوے نکرے کیونکر معلوم ہو کہ وہ نبی و رسول ہے بکثرت انبیائے سلف نے ظالموں کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھائیں رنج سہے۔ مجروح و مقتول ہوے مگر اپنی رسالت و نبوۃ کو نہ چھپایا اور برابر اپنی رسالت کی تبلیغ اور نبوۃ کا دعوی فرماتے رہے۔ ایضاً امیرالمومنین علیہ السلام اکثر بطور فخر فرماتے تھے انا اخو رسول اللہ دوسرے امام فخریہ ارشاد کرتے تھے انا ابن رسول اللہ انا سبط رسول اللہ اگر خود پیغمبر ہوتے تو ہرگز یہ نکہتے بلکہ فرماتے انا رسول اللہ ائمہ علیہم السلام تو کبھی ادعائے نبوۃ نفرمائیں اور یہ مولوی صاحب ان ذوات مقدسہ پر بہتان کریں کہ وہ نبی و رسول تھے۔ افسوس۔

قال وبجہت اموریکہ محمد وآل محمد بکلام ناس بقدر عقول شان کہ کاملان را بمعارف حقیقیہ حقیقت ائمہ بحسب قدر عقول شان مطلع فرمودند و ناقصان را از مطالب و مقاصد عالیہ بعلۃ عدم استعداد و مواد غیر قابلہ ایشان آگاہ نکردند و کتمان سرفرمودند۔

اقول جائے غور و تامل ہے کہ ان مولوی صاحب نے اس مقام پر کیسی ناحق کوشی کی ہے اور کس طرح تدلیس سے کام لیا ہے۔ ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ اگر فی الحقیقہ انحضرت پر نبوۃ و رسالت ختم نہوئی ہوتی اور در اصل آپ کے بعد ائمہ پیغمبر ہوتے تو بے شک انحضرت صاف طور پر فرما دیتے کہ میرے بعد میرے جانشین بھی یا میرے اہل بیت بھی پیغمبر ہیں۔ خلاق عالم بھی قرآن شریف میں اسکا ذکر فرماتا یہ کوئی ایسی باریک بات نہ تھی کہ جاہل سے جاہل کے بھی سمجھ میں نہ آئے اور کوئی ایسا راز نہ تھا جسکے پوشیدہ کرنیکی ضرورت ہو کیا دنیا میں ہزاروں پیغمبر نہیں گذرے کیا پہلے پیغمبر نے دوسرے پیغمبر کی بشارۃ نہیں دی۔ اس کی کیا وجہ تھی کہ خلاق عالم انحضرت پر نبوت و رسالت ختم فرمائے اور اس کو اپنے کلام محکم سے منصوص کرے اور خود انحضرت اپنی ختمیت کا دعوے فرمائیں اور بارہا لا نبی بعدی ارشاد کریں پھر خود ائمہ علیہم السلام آپ کی نبوت اور اسکی ختمیت کا اقرار اور اس کی ہدایت فرماتے ہیں اور صاف طور پر اپنی نبوت کا انکار اور اس کے مدعی کو کافر اور ملعون فرماتے رہیں۔ پھر معاذ اللہ بدانست مولوی صاحب موصوف ایسی حدیثیں ارشاد کریں جن سے اپنی نبوت ثابت ہو پس اس

عقیدے کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ خود خدا و رسول و ائمہؑ نے خلق کو گمراہ کیا ہے
اور یہ محال ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ خدا و رسول و ائمہ علیہم السلام پر یہ عین افترا ہے۔
یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ جو اصول عقاید خدا و رسول نے مقرر فرمائے یا جو براہین عقلی سے
معلوم ہوئے ہیں نہ ان میں کچھ دقایق ہیں نہ اسرار نہ دقایق کے اعتقاد پر ہم مامور ہیں۔ ہمارے
معتقدات بالکل سیدھے اور صاف ہیں مگر یہ مولوی صاحب چاہتے ہیں کہ اہل اسلام کو فرمیسن
بنائیں اور ان کے معتقدات کو فرمیسنی اسرار قرار دیں افسوس جس دین اور اس کے اصول
عقاید کی استقامت اسکی راستی اس کی سہولت کے مخالفین اسلام اور محققین نصاریٰ
تک قائل ہوں۔ ملاحظہ ہو تنبیہ المخالفین فی جواب امہات المومنین مولفہ حقیر اسکو معارضات
کا مخزن اور اضداد کا معدن بنایا جاتا ہے

قال وآن عالم موصوف در اثبات مساوات مذکور اجماع محصل علمائے فرقہ امامیہ اثناعشریہ
را قائل است باین تقریب کہ بعد ذکر آیات و احادیث کہ دلالت بر مساوات دارد متعرض
رد و قدح آن احادیث نشدند بلکہ بقبیل ارسال مسلمات چیزے نوشتند۔

اقول مساوات مذکورہ پر اجماع علمائے شیعہ کا دعوےٰ کرنا اس قدر جھوٹ ہے جس سے
زیادہ جھوٹ دنیا میں ممکن نہیں۔ ہر چند ایک عالم بھی علماء شیعہ سے ایسا نہیں جس کے کلام سے
صاف طور پر آنحضرتؐ کی افضلیت ائمہ علیہم السلام پر ثابت نہ ہو سکے اور اگر احیاناً کسی کتاب کی
عبارت میں لفظ مساواۃ آگیا ہے تو اس کے پہلے یا بعد ایسے مطالب موجود ہیں جن سے
ثابت ہے کہ وہ مساواۃ مطلقہ نہیں۔ مگر ہم نے فرض کیا کہ بعض کا کلام اس میں مبہم ہے
مگر اس پر دعوے اجماع کس قدر غلط ہے۔ ہم نے سابق میں علامہ مجلسی کی عبارت حق الیقین
سے نقل کر دی ہے کہ انہوں نے مقام اعتقادات میں تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت کل ائمہ سے
افضل ہیں اسی طرح سید العلما آقا سید حسین لکھنوی نے حدیقہ سلطانیہ میں لکھا ہے یہاں تک ان
دونوں بزرگواروں نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت کا جملہ اہل عالم سے افضل ہونا ضروری دین اسلام ہے

چنیں ہم مساوات پر دعوی اجماع کی نسبت بغیر لعنت اللہ علی الکاذبین اور کیا کہہ سکیں میں
اور یہ بات قرآن شریف اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت جملہ نبی آدم سے افضل ہیں
اور ہرگز قرآن شریف میں کوئی ایسی آیتہ نہیں ہے جس سے آنحضرت کے ساتھ ائمۂ علیہم السلام کی
مساواۃ مطلقہ ثابت ہو سکتے اگر بفرض محال ایسا ہو تو قرآن جامع اضداد و مصدر اختلافات
ہوگا۔ اور یہ محال ہے۔ چنانچہ خود خدائے تعالی نے فرمایا ہے افلا یتدبرون القرآن ولو کان من
عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔ الجزو (۵) سورۃ النسا کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب)
میں غور نہیں کرتے (کہ کہیں سر موفرق نہیں) اور اگر وہ خدا کے سوائے کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا
تو اس میں بہت سے اختلافات پاتے۔ اور یہ امر قطعی ہے کہ پیغمبر اپنے تابعین اور امت سے افضل
ہوتے ہیں ورنہ ترجیح مرجوح یا ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی جو عقلاً قبیح ہے ایضاً خدائے تعالے نے ارشاد
فرمایا ہے وکلاً فضلنا علی العالمین الجزو (۷) سورۃ الانعام یعنی ہر پیغمبر کو ہم نے تمام
عالم پر فضیلت دی ہے ایضاً ارشاد فرمایا ہے وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ
الجزو (۲۵) سورۃ الجاثیہ یعنی ان (پیغمبروں) کو ہمنے تمام عالم پر بزرگی عنایت فرمائی ہے۔ یہ امر
بھی یقینی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ تمام بنی نوع انسان کے پیغمبر تھے آیہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ
الا کافۃ للناس اس پر نص ہے اور کافہ ناس میں ائمہ علیہم السلام بھی داخل ہیں پس
آنحضرت انکے بھی پیغمبر ہیں اور وہ حضرات آنحضرت کے تابع اور پس آنحضرت قطعاً ائمہؑ سے افضل ہوے
امیر المومنینؑ اور باقی ائمہ کا آنحضرۃ کے تابعین اور امت سے ہونا اجلاے بدیہیات سے ہے جس کا انکار
سفسطہ ہے اور پیغمبر کا اپنی امت اور تابع سے افضل ہونا یقینیات سے ہے جسکا منکر مجنون ہے پھر خلاف بدیہیات
وقطعیات پر اجماع علما کا دعوی کرنا معاذ اللہ علماء کو مجنون اور مخبط الحواس بنانا ہے جو بیشک
تفضیح نوع ہے ایضاً کوئی ایسی حدیث صحیح کتب شیعہ میں موجود نہیں جو مساواۃ پر نص ہو۔ ہر چند
بغیر تواتر وہ بھی بکار آمد نہیں۔

قال وہمچنیں بعد ذکر آیات واحادیث صریحہ دلالۃؔ بر نبوۃ و رسالت ائمہ متعرض نفی آن مراتب نشدہ

ؔ یہاں دلالۃ غلط ہے دالۃ چاہیئے ۱۲

وایں نیست، مگر بسبب نبوت ایں مراتب نزد اوشاں۔

اقول قران شریف میں ہرگز کوئی ایسی آیۃ نہیں جو ائمہ کی نبوت پر دال ہو۔ اور نہ ایسی کوئی حدیث کسی معصوم نے فرمائی جو اس مطلب پر نص ہو حالانکہ اس کا خلاف قران و احادیث متواترہ میں منصوص ہے جس کا بیان عنقریب آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

قال ہمچنیں ذکر فرمودہ علمائے ما آیات و احادیثی راکہ دلالت وارد بر افضلیت امام بر بنی غیراز خاتم النبیین و مثبت ایں مراتب است در ذوات ایشاں۔

اقول جو علما اس امر کے قائل ہیں کہ ائمہ علیہم السلام بغیر آنحضرت اور انبیاء سے افضل ہیں وہ ہرگز ائمہ کی نبوۃ و رسالت کے قائل نہیں بلکہ قائل نبوۃ ائمہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور وہ جو دلائل بیان کرتے ہیں اُن سے نبوت و رسالت ائمہ ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

قال والّا چگونہ صحیح خواہد بود کہ ائمہ دارائے بمرتبہ بالاتر از نبوت داشتند و مرتبہ نبوت [۱] کہ مفضول ازاں مرتبہ باشد۔ دارا نباشند۔

قول اس عبارۃ میں کئی لفظی اور معنوی غلطیاں ہیں اوّل یہ کہ (دارائے بمرتبہ بالاتر از نبوۃ داشتند) ایک مہمل فقرہ ہے جس کے معنے ندارد اسکو اس طرح لکھنا چاہیے دارائے مرتبہ بالاتر از نبوۃ بودند۔ یا اس طرح " مرتبہ بالاتر از نبوت را داشتند " لفظ دارا کے ساتھ داشتند نامربوط اور خلاف محاورہ اہل فارس ہے دوسرے یہ کہ ہر چند ان مولوی صاحب نے یہ نہ بیان کیا کہ فلاں مرتبہ ہے جو نبوۃ سے افضل ہے اور ائمہ اسکے دارا تھے مگر قرنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مراد اس مرتبہ سے مرتبہ امامت ہے حالانکہ باتفاق علمائے متکلمین امامت سے نبوت و رسالت افضل ہے کیونکہ متکلمین نے امامت کی جو تعریف بیان کی ہے وہ یہ ہے انّ الامامۃ ریاسۃ عامّۃ فی امور الدّین والدنیا لشخص من الاشخاص نیابۃ عن النبی (شرح باب حادی عشر فصل امامت) یعنے امامت امور دین و دنیا کی ایک عام ریاست ہے جو پیغمبر کی نیابت سے ایک خاص شخص کے لئے ہو۔ اور حق الیقین کے صفحہ (۲۰) مطبوعہ جعفری میں علامہ مجلسی فرماتے ہیں۔ مراد از امام

[۱] یہاں مرتبہ نبوۃ را چاہیے ۱۲

ششم بحار میں ایک تفصیلی بحث کی ہے اور ان سے پہلے شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ اور دوسرے علمانے اس میں گفتگو فرمائی ہے۔ مگر قائل نبوۃ ائمہ کے غالی ہونیکا کسی نے انکار نہیں کیا بلکہ علماء محققین نے ایسے شخص کے غالی ہونے کو قطعی طور پر تصریح بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ کے اس کلام کی شرح میں جو انہوں نے غلاۃ اور مفوضہ کی نسبت بیان کیا ہے شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ اسطرح تحریر فرمائے ہیں والغلاۃ من المتظاہرین بالاسلام ہم الذین نسبوا امیر المومنین والائمۃ من ذریتہ علیہم السلام الی الالٰہیۃ او النبوۃ ووصفوہم من الفضل فی الدین والدنیا الی ما تجاوزوا فیہ الحد وخرجوا من القصد وہم ضلال کفار الخ ملاحظہ ہو بحار الانوار کی جلد ہفتم باب نفی الغلو) یعنے ظاہری مسلمانوں میں غالی وہ ہیں جنہوں نے امیر المومنین اور باقی ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف الوہیۃ یا نبوۃ کی نسبت لگائی ہے اور ان کو دین و دنیا کی غیر لایق فضیلت سے متصف کرنے میں حد سے تجاوز کیا ہے اور میانہ روی سے خارج ہوئے ہیں یہ لوگ گمراہ اور کافر ہیں الیٰ آخرہ یہ قول شیخ مفید کا تھا جو اکابر محققین علماے شیعہ سے ہیں۔ اور علامہ مجلسی اس قول کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں اعلم ان الغلو فی النبی والائمۃ علیہم الصلوۃ والسلام انما یکون بالقول بالوہیتہم او بکونہم شرکاء للہ تعالیٰ فی العبودیۃ والخلق والرزق او ان اللہ حل فیہم او اتحد بہم او انہم یعلمون الغیب بغیر وحی او الہام من اللہ او بالقول فی الائمۃ علیہم السلام انہم کانوا انبیاء او القول بتناسخ ارواح بعضہم الی بعض او القول بان معرفتہم تغنی عن جمیع الطاعات ولا تکلیف معہا بترک المعاصی

اس کا محصل ترجمہ یہ ہے۔ جاننا چاہیے کہ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کی نسبت غلو کئی قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ انکی نسبت خدائی کا دعوے کیا جاے یا انکو عبادۃ اور خلق اور رزق میں خداے تعالیٰ کا شریک قرار دیا جاے یا یہ کہا جاے کہ خدا نے ان میں حلول کیا ہے یا ان سے متحد ہو گیا ہے یا اس امر کے قائل ہوں کہ وہ بزرگوار بغیر وحی یا الہام کے عالم الغیب تھے۔ یا اس امر کا اعتقاد رکھا جاے کہ ائمہ علیہم السلام پیغمبر تھے یا ان کی روحوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تناسخ کے قائل ہوں یا یہ کہا جاے کہ ان کی معرفت کے بعد پھر کسی عبادت کے بجالانے کی اور کسی معصیت کے ترک کرنیکی ضرورۃ نہیں۔ اس کے بعد

بیان غلاۃ از شیخ مفید

اقسام غلاۃ از قول علامہ مجلسی رح

علامہ مجلسی فرماتے ہیں

والقول بکل منہا الحاد وکفر وخروج عن الدین کما دلت علیہ الادلۃ العقلیۃ والآیات والاخبار السالفۃ وغیرہا۔ وقد عرفت ان الائمۃ علیہم السلام تبرأوا منہم وحکموا بکفرہم وامروا بقتلہم وان قرع سمعک شیئ من الاخبار الموہمۃ لشیئ من ذلک فہی اما مأولۃ او ہی من مفتریات الغلاۃ۔

(ملاحظہ ہو مجلد سابع بحار الانوار باب نفی الغلو) یعنے جتنی چیزیں اوپر بیان ہوئیں اُن میں سے ہر ایک کا اعتقاد **الحاد ہے اور کفر ہے اور دین سے خارج** ہونا ہے جس پر ادلہ عقلیہ دال ہیں اور وہ آیتیں اور حدیثیں جنکا ذکر سابق میں ہوا۔ اور دوسری حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔ اور تونے جان لیا ہے کہ ائمہ علیہم السلام نے ان لوگوں سے برائت اختیار کی ہے اوران کی تکفیر فرمائی ہے۔ اور اُنکے قتل کا حکم دیا ہے۔ اگر تجھے کوئی ایسی روایت سننے میں آئے جس میں ان اقوال سے کسی قول کا شائبہ ہو تو وہ یا تو ماول ہوگی یا غالیوں کے مفتریات سے ہوگی انتہے۔ اس بیان سے اس شخص پر جو ذرا بھی سمجھ رکھتا ہے بخوبی ظاہر ہو جائیگا کہ قائل نبوۃ ائمہ قطعاً غالی ہے۔ اور غالی یقیناً کافر ہے اور یہ اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے جس پر ادلہ قطعیہ دال ہیں۔

قال وچند کس از علماء را کہ قائل بمساواۃ ہستند بہ تصریح اسمائے شان می پردازد مثل علامہ درباب حادی عشر وفاضل مقداد در شرحش ومقدس اردبیلی در حدیقۃ الشیعہ در تفسیر آیہ مباہلہ وشیخ فخر الدین طریحی در منتخب در تفسیر آیہ مباہلہ وعلامہ مجلسی در کتاب حیوۃ القلوب جلد سوم در اوائل کتاب قائل بعدم فرق بین نبی وامام است در کمالات وشرائط وصفات۔

اقول کئی وجوہ سے باطل ہے **اوّل** یہ کہ ان مولوی صاحب نے چند سطر پہلے آنحضرت کے ساتھ ائمہ کی مساواۃ پر دعویٰ اجماع کیا ہے اور یہاں اسکے قائلین میں پانچ عالموں کے نام بیان کئے ہیں اور نیز اس کے بعد جناب مولانا مولوی السید حامد حسین صاحب کو بھی قائلین

مساواۃ میں شریک کیا ہے حالانکہ مذہب شیعہ کے ہزاروں عالم ہیں پس کیا اُن کے خلاف میں چھے علما کا بفرض محال قائل مساواۃ ہونا اجماع کو ثابت کرتا ہے ہرگز نہیں **دوسرے** یہ کہ مسئلہ مساواۃ ائمہ با انحضرت یا مسائل اصولیہ قطعیہ سے ہے یا فرعیہ ظنیہ سے صورۃ اولے میں بفرض محال چھے علما کا قائل ہونا اور باقی کا نافی اجماع اور قطع کو زائل کرتا ہے۔ اور صورۃ ثانیہ غلط ہے کیونکہ انحضرت کا افضل الخلق ہونا ضروری دین اسلام ہے جس کا منکر خارج از دین اسلام ہے کما مر من حق الیقین صفحہ (۱۸) **تیسرے** یہ کہ خلاف ضروری دین اسلام اور کفر پر علمائے اسلام کے اجماع کا دعوےٰ کرنا عجیب ترین عجائب سے ہے کیا یہ علما معاذ اللہ کافروں کے ہیں یا مسلمانوں کے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت **چوتھے** یہ کہ اُن علما پر بھی قائل مساواۃ ہونیکا دعوے کرنا اُن کو معاذ اللہ دروغ گو اور قائل معارضات و مجاہل ثابت کرنا ہے کیونکہ اُن سب نے تصریح کی ہے کہ انحضرۃ کل بشر سے افضل ہیں پس فی الحقیقت اُن کو قائل مساواۃ کہنا عین افترا ہے اور انکے کلام کا عدم فہم ہر چند ان دونوں صاحب نے سوائے علامہ مجلسی کے اور کسی عالم کا کوئی کلام پیش نہیں کیا مگر فقیر کمترین افادہ مومنین کیلئے کسی قدر تفصیل سے یہاں بحث کرتا ہے

جاننا چاہیے کہ ان ہر دو صاحب نے قائلین مساواۃ میں اولاً علامہ حلی صاحب باب حادی عشر اور اس کے شارح فاضل مقداد کو شمار کیا ہے۔ اور اس کتاب کی وہ عبارت جو محل اشتباہ ہے یہ ہے جو باب حادی عشر کے فصل خامس میں مرقوم ہے الامام بعد رسول اللہ علی بن ابی طالب للنّص المتواتر عن النبیؐ ولانّہ افضل لقولہ تعالیٰ وانفسنا وانفسکم و مساوی الافضل افضل یعنی انحضرت کے بعد امیر المومنینؑ امام ہیں اس لئے کہ انحضرت کی نص متواتر اس بارے میں موجود ہے اور اس لئے کہ حضرت امیر اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہیں کیونکہ قرآن میں آپ کو نفس پیغمبر کہا گیا ہے۔ اور افضل کا مساوی افضل ہوتا ہے۔ اسکی شرح میں فاضل مقداد کہتے ہیں والمراد بانفسنا ھو علی بن ابیطالب

نقل از نشانات از علما رضا باب حادی عشر و شرح آن

لما ثبت بالنقل الصحیح ولا شک انہ لیس المراد بہ ان نفسہ ہو نفسہ لبطلان الاتحاد فیکون المراد انہ مثلہ ومساویہ کما یقال زید الاسد ای مثلہ فی الشجاعۃ یعنے نقل صحیح سے ثابت ہے کہ آیہ شریفہ میں انفسنا سے مراد حضرۃ امیر ہیں اور نفس سے مراد حقیقۃً آنحضرت کا نفس نہیں کیونکہ دو نفوس میں اتحاد باطل ہے پس مراد یہ ہے کہ حضرۃ امیر آنحضرت کے مثل اور مساوی ہیں جیسے کہا جاتا ہے زید شیر ہے یعنے شجاعت میں مثل شیر کے ہے **پس** ان دونوں عبارتوں میں جو لفظ مساوی وارد ہے اس سے مساواۃ مطلقہ ہرگز مراد نہیں بلکہ تشبیہ فی غیر النبوۃ ومختصا تھا مراد ہے کئی وجوہ سے **اول** یہ کہ اسی کتاب کی فصل النبوۃ میں مرقوم ہے یجب ان یکون (النبی) افضل اہل زمانہ لقبح تقدیم المفضول علی الفاضل عقلا وسمعاً یعنے واجب ہے کہ پیغمبر اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہو ورنہ تقدیم المفضول علی الفاضل (یا ترجیح بلا مرجح) لازم آئیگی جو عقلا وسمعا قبیح ہے اس سے ثابت ہے کہ آنحضرۃ کل اہل زمانہ سے افضل تھے جن میں حضرت امیر بھی داخل ہیں پس جب حسب تصریح خود علامہ حلی وفاضل مقداد حضرۃ امیر پر آنحضرت کی فضیلت ثابت ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان دونوں علماء نے انفسنا سے جو مساواۃ کو ثابت کیا ہے وہ مساواۃ حقیقی فی جمیع الصفات نہیں بلکہ تشبیہ مراد ہے ورنہ دو کلام آپس میں معارض ہوں گے **دوسرے** یہ کہ شرح باب حادی عشر بیان ثبوت امامت حضرۃ امیر میں مرقوم ہے انہ کان شدید الحدس والذکاء والحرص علی التعلم ودائم المصاحبۃ للرسول الذی ہو الکامل المطلق بعد اللہ تعالی وکان شدید المحبۃ لہ والحرص علی تعلیمہ یعنے حضرۃ امیر بہت ذہین۔ ذکی اور تحصیل علم کے سخت خواہش مند اور آنحضرت کی خدمت میں ہمیشہ رہنے والے تھے اور آنحضرت خدائے تعالی کے بعد کامل مطلق امیر المومنین ؑ سے بہت محبت رکھنے والے اور آپکی تعلیم میں سخت حریص تھے اس سے

ظاہر ہے کہ آنحضرت معلم اور حضرت امیر متعلم ہیں اور معلوم ہے کہ معلم متعلم سے افضل ہے اور بعد آنحضرت خدا کے بعد کامل مطلق تھے کہ یہ مرتبہ کسی کو حاصل نہیں پس آنحضرت اسواسے افضل ہوئے جن میں حضرت امیر بھی شامل ہیں **تیسرے** یہ کہ شرح باب حادی عشر میں مرقوم ہے الامامۃ من توابع النبوۃ وفروعہا یعنے امامت نبوۃ کی تابع اور اسکی فرع ہے اور متبوع اور اصل تابع اور فرع سے افضل ہے **چوتھے** یہ کہ فاضل مقداد نے حضرت امیر کو آنحضرت سے تشبیہ دی اور زیدا الاسد کی مثال بھی بیان کی ہے اور علم بیان میں ثابت ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہوتا ہے۔ مختصر معانی میں مذکور ہے وھذہ الاغراض الاربعۃ تقتضی ان یکون وجہ التشبیہ فی المشبہ اتم وھو بہ اشہر یعنے تشبیہ کے یہ چاروں اغراض اس امر کے مقتضی ہیں کہ وجہ تشبیہ مشبہ بہ میں کامل تر اور مشبہ بہ وجہ تشبیہ میں زیادہ مشہور ہو پھر صاحب مختصر تین اغراض کی نسبت اعتراض کر کے کہتے ہیں واما تقریر الحال فیقتضی الامرین جمیعا یعنے اگر تشبیہ سے حالت کا ذہن نشین کرنا منظور ہو تو مشبہ بہ میں اتمیت اور اشہریت دونوں ضرور ہیں اور ما نحن فیہ میں بیان حال منظور ہے ایضاً رسالہ التنویا لتشبیہ میں جو نوادر الوصول کے ساتھ مطبوع ہوا ہے مرقوم ہے۔ فائدہ اصل در تشبیہ آنست کہ مشبہ ادنے و مشبہ بہ اعلے واتم در وجہ تشبیہ واشہر بود (الی ان قال) وعدول ازان نکند الا چند جا پھر مستثنیات بیان کئے ہیں جن میں سے کوئی امر ما نحن فیہ میں نہیں۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت جناب امیر سے افضل واتم ہیں پھر مساوات کہاں **پانچویں** یہ کہ علامہ کے مصنفات سے ظاہر ہے کہ جابجا انہوں نے آنحضرت کی افضلیت مطلقہ کی تصریح کی ہے اور اکثر مقامات پر ایسے مطالب بیان کئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت امیر المومنین سے افضل ہیں **پھر** ان مولوی صاحب نے قائلین مساوات میں مقدس اردبیلی کا نام لیا ہے حالانکہ مقدس موصوف نے صاف طور پر حدیقۃ الشیعہ میں اس کی تکذیب کی ہے چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ (۴۳) میں تفسیر آیہ مباہلہ مرقوم ہے مراد نیست کہ مساوی پیغمبر باشد بجمیع صفات بغیر از نبوۃ و مثل او

تواند بود۔ ایضاً اسی کتاب میں ہے مساواۃ کنایہ است از نہایت اختصاص و قرب
و محبۃ (الی ان قال) و نہایت آنچہ ازین اتحاد لازم آید مساوی بودن در مرتبہ و درجہ
است نہ در نبوۃ پس نہایت افسوس ہے اس اتہام پر اور شیخ طریحی کی منتخب علم
کلام اور عقاید کی کتاب نہیں اس کے علاوہ اس میں موہون اور غیر معتبر روایتیں موجود
ہیں۔ چنانچہ الحاج میرزا حسین نوری نور اللہ مرقدہ صاحب مستدرک علے الوسائل نے
لولو و مرجان میں اسکی تصریح کی ہے پھر عقاید میں کتاب منتخب سے استدلال بے
فہمی کی دلیل ہے پھر ان مولوی صاحب نے قائلین مساواۃ میں علامہ مجلسی کا ذکر کیا ہے حالانکہ علامہ مجلسی حق الیقین
کے صفحہ (۱۰) مطبوعہ جعفری میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ انحضرت از حضرت امیر المومنین
و سائر ائمہ علیہم السلام افضل بود۔ پس علامہ مجلسی نے انحضرت کی افضلیت ائمہ
علیہم السلام پر اس قدر صریح الفاظ میں بیان کی ہے کہ طفل ابجد خوان کو بھی اسمیں
شک نہیں ہو سکتا اور وہ جوان مولوی صاحب نے حیوۃ القلوب کی تیسری جلد
کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے کہ در کمالات و شرایط و صفات فرقی میان
پیغمبر و امام نیست پس نہایت تاسف کا مقام ہے کہ بے سواد ناظرین کو دھوکا دینے
کے لئے مثل لا تقربوا الصلوٰۃ کے علامہ مجلسی کی آدھی عبارت نقل کی اور باقی کو اڑا دیا حالانکہ
اصل عبارت یہ ہے و حق اینست کہ در کمالات و شرائط و صفات فرقی میان پیغمبر و
امام نیست بغیر آنچہ در اخبار مذکور خواہد شد۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر و امام
میں بعض امور کا فرق ہے جنکا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ مگر ان مولوی صاحب نے
استثناء کو حذف کر دیا اور اتنا نہ خیال کیا کہ یہ چوری کبھی نہ کبھی پکڑی جائیگی۔

قال و در ہمین جلد سوم حیوۃ القلوب فصل سوم می فرماید کہ اصل عبارۃ اینست۔ بالفرورۃ
نصب امام را کہ فی الحقیقت نبوۃ است بحسب معنے البتہ باختیار امت نخواہد گزاشت
اقول دو وجہوں سے منقوض ہے اول یہ کہ بحسب معنے کی قید جو اس قول میں موجود ہے

وہ اس دعوے کو باطل کرتی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ پیغمبر جو کام کرتے ہیں یعنے
ہدایت خلق امام بھی وہی کام کرتے ہیں۔ مگر فرق بین موجود ہے کہ نبی بلا واسطہ بشر خدا تعالی
سے اخذ احکام کرتے ہیں اور امام بواسطہ بشر۔ اور نبی مستقلا حاکم ہے اور امام نیابتہً ملاحظہ
ہو حق الیقین تعریف نبوۃ و امامت دوسرے یہ کہ مجلسی نے حیوۃ القلوب میں اسی
عبارت کے ایک سطر پیشتر لکھا ہے۔ کہ مرتبہ امامت نظیر مرتبہ نبوۃ است و بعد از
نبوۃ ہیچ نعمت و رحمتی جناب مقدس سبحانی را بر بندگاں مثل امامت نیست اس
عبارت میں دو طرح سے ثابت ہے کہ مرتبہ نبوۃ مرتبہ امامت سے افضل ہے۔ اول
یہ مرتبہ نبوۃ مشبہ بہ واقع ہوا ہے۔ اور امامت مشبہ۔ اور علم تشبیہ سے ثابت ہے کہ مشبہ بہ
افضل اور اتم ہوتا ہے کما مر دوسرے یہ کہ مرتبہ امامت بعد از نبوۃ ہے پھر مساوات کہاں رہی
قال مجلسی در حق الیقین می فرماید در بیان کمر اصنام کہ اگر علی ہمدوش پیغمبر نمی بود بر دوش
پیغمبر پا نمی نہاد۔
اقول افسوس ہے کہ تشبیہ بھی سمجھ میں نہیں آتی اور لطف یہ ہے کہ مجلسی کے اس کلام میں بھی
تحریف کی گئی ہے اصل عبارت حق الیقین طبع جعفری کے صفحہ (۸۰) میں یہ ہے و تا
کسی در جلالت ہمدوش پیغمبر نباشد پا بر دوش او نمی تواند گذاشت۔ اس عبارۃ میں
لفظ ہمدوش جو بمعنے مثل ہے حرف تشبیہ ہے۔ اور لفظ جلالت وجہ تشبیہ اور پیغمبر مشبہ بہ
اور مکرر بیان ہوا کہ مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہوتا ہے۔ اور یہاں جلالت سے مراد قطعاً
بغیر نبوۃ اور اس کے مختصات کے دوسری خصوصیات ہیں نہ نبوۃ و رسالت کیونکہ خود مجلسی نے علاوہ
اور تصریحات کے جن سے اس شیعی کا دعوی باطل ہوتا ہے اسی کتاب کے اسی صفحہ میں
جہاں بتوں کے توڑنے کا حال لکھا ہے حضرت امیر المومنین سے نقل کی ہے کہ آپ نے
فرمایا چوں حضرت رسول بر دوش من نشست از برائے ثقل رسالت و جلالت نبوت نتوانستم
آنحضرت را حرکت داد پس حضرت تبسم فرمود و بزیر آمد و مرا بر دوش خود سوار کرد

قال ونیز علامہ مجلسی در سابع بحار باب انهم جری لهم من الفضل والطاعة
ما جری لرسول الله وانهم فی الفضل سواء احادیث کثیره درین باب ذکر نموده که
دلالت بر مساوات محمد وآل محمد علیهم السلام دارد منجمله در حدیث اول که جناب امیر فرمود
لقد حملت مثل حمولة محمد که در بیان آن مجلسی می فرماید ای حملنی الله من العلم والایمان
والکمالات وتکلیف هدایة الخلق ودر حدیث دیگر همین باب می فرماید انی وایاه
لعلی سبیل واحد الا انه هو المدعو باسمه ومجلسی در بیان آن می فرماید ای انا شریک له
فی جمیع الکمالات ولا فرق بینی وبینه الا انه مسمی باسم غیر اسمی۔
اقول وبالله التوفیق اس باب کے عنوان میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے مساوات ثابت
ہو کیونکہ جسطرح آنحضرت کی فضیلت سب پر ثابت ہے اور آپ کی اطاعت تمام امت
پر واجب ہے اسی طرح آنحضرت کے بعد ائمہ علیہم السلام کی فضیلت سب پر ثابت ہے
اور انکی اطاعت تمام امت پر واجب ہے مگر فرق نبوت اور امامت ظاہر ہے چنانچہ خود مجلسی
نے تاسع بحار میں بیان فضائل حضرت امیر میں ایک باب اسطرح قائم کیا ہے ان فیه خصال الا
نبیاء واشتراکه مع نبینا فی جمیع الخصائل سوی النبوة یعنے حضرت امیر میں پیغمبروں کے خصال
تھے اور آپ آنحضرت کیساتھ بغیر نبوت تمام فضائل میں شریک تھے۔ اور اس باب میں بہت
سی حدیثیں مجلسی نے نقل کی ہیں اور فقرہ وانهم فی الفضل سواء میں جو ضمیر (ہم) ہے وہ قطعاً
فقط ائمہ کی طرف راجع ہے جسطرح جملہ کہ (انهم جری لهم) کے دونوں لفظوں میں ضمیر
(ہم) یقیناً ائمہ کیطرف راجع ہے معنے اس فقرہ کے یہ ہیں کہ ائمہ علیہم السلام فضیلت میں
برابر ہیں۔ اور یہ مساوات بھی مطلق نہیں بلکہ علم وعصمت واطاعت خلق میں مساوی ہیں
کیونکہ بعض اختصاصات سے حضرت امیر علیہ السلام کو باقی ائمہ پر بھی فضیلت حاصل ہے
چنانچہ خود مجلسی نے تاسع بحار کے ابواب فضائلہ ومناقبہ میں ایک باب اسطرح قائم کیا ہے
باب تفضیله علی سائر الائمه یعنے یہ باب اس بیان میں ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام تمام

ائمہ علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اور اس باب میں بھی بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں
اور جو مجلسی نے حضرت امیر کے اس قول لقد حملت الخ کی شرح میں کہا ہے کہ
خدائے تعالی نے مجھے علم وایمان وکمالات وہدایت خلق اور تبلیغ رسالات کا حامل
قرار دیا ہے پس بے شک حضرت امیر انحضرۃ کے علوم کے وارث تھے چنانچہ متواتر ہے
کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ انحضرت نے مجھے ہزار ابواب علم تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار
ابواب علم مجھ پر خود بخود کھل گئے جلد دوم حیوۃ القلوب کے باب (۶۳) میں علامہ مجلسی نے
اس حدیث کو اس عنوان سے لکھا ہے ابن بابویہ وشیخ مفید وشیخ طوسی وصفار وشیخ طبرسی
وابن شہر آشوب ودیگران روایت کردہ اند بسند ہائے معتبر از حضرت امیر المومنین
وامام محمد باقر وامام جعفر صادق وام سلمہ وعائشہ وغیر ایشاں۔ اور بے شک ایمان بھی
پیغمبر مثل پیغمبر تھا۔ دوسرے کمالات کا بھی یہی حال ہے تبلیغ رسالات سے مراد وہ
احکام ہیں جو انحضرت خدا کے پاس سے لائے اور حضرۃ امیر نے نیابتہً اسکی حفاظت
اور ترویج فرمائی یہی امامت ہے اور فرق ظاہر ہے ایضاً حضرت امیر نے اپنی تکلیف
کو انحضرت کی تکلیف سے تشبیہ دی ہے اور اسکا ثبوت گذرا کہ مشبّہ بہ مشبّہ سے
افضل ہوتا ہے **اب** رہا امیر المومنین علیہ السلام کا قول (انی وایاہ علی سبیل واحد الا انّہ
ھو المدعو باسمہ۔ اس کے نسبت کئی وجوہ سے بحث کی جاتی ہے **اول** یہ کہ یہ حدیث
قطعاً احاد سے ہے جو معتقدات میں ہرگز بکار آمد نہیں **دوسرے** یہ کہ علاوہ احاد
سے ہونیکے وہ صحیح بھی نہیں کیونکہ علامہ مجلسی نے جلد سابع بحار میں اسکو دو طریقوں سے
نقل کیا ہے **اول** بصائر الدرجات سے باین الفاظ علی بن حسان عن ابی عبد اللہ
الریاحی عن ابی الصامت الحلوانی عن ابی جعفر علیہ السلام
(فی حدیث طویل) اور علی بن حسان کے بعد کے راوی دوسری روایت میں یہ ہیں عن محمد
بن یحیٰی عن احمد بن محمد جمیعاً عن محمد بن الحسن عن علی بن حسان۔ پس علی بن حسان

ہے پہلے کے دونوں راوی یعنے ابی عبد اللہ الریاحی اور ابی الصامتہ الحلوانی مجہول ہیں خاکسار کے پاس فہرست مجلسی خلاصتہ الاقوال فی معرفتہ الرجال علامہ حلی۔ رجال نجاشی وغیرہ کتب رجال موجود ہیں کسی کتاب میں انکا ذکر نہیں اور علی بن حسان کے ابعد کے رواۃ مشتبہ بضعفاء ہیں پس جبتک کہ ہر راوی کا تعین اور اسکی توثیق نہ ہو یہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہوسکتی دوم کافی سے باین الفاظ عن احمد بن مهران عن محمد بن علی ومحمد بن یحیی عن احمد بن محمد جمیعا عن محمد بن سنان عن المفضل بن عمر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام پس اس روایت میں پہلا راوی جس نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے مفضل بن عمر ہے جس کی نسبت کتاب رجال نجاشی میں لکھا ہے فاسد المذہب مضطرب الروایۃ لایعبا بہ یعنے یہ شخص بدمذہب مضطرب الروایہ ہے اسکا اعتبار نہیں اور خلاصتہ الاقوال کی قسم ضعفا میں علامہ حلی فرماتے ہیں کہ یہ شخص ضعیف فاسد المذہب مضطرب الروایت اور خطابی ہے اس کی روایت میں غلو کا احتمال عظیم ہوتا ہے اس کی حدیث کو لکھنا جائز نہیں انتہے ملخصا اور خود علامہ مجلسی نے اپنی کتاب رجال میں لکھا ہے ومفضل بن عمر الجعفی مخ۔ض ر۔ و مختلف فیہ ہے اور اس کا ضعیف ہونا مختار ہے دوسرا راوی محمد بن سنان ہے جس کی نسبت رجال نجاشی میں لکھا ہے وھو رجل ضعیف جدا لایعول علیہ ولایلتفت الی ماتفرد بہ یعنے وہ شخص بہت ضعیف ہے اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور اس کے متفردات لایق التفات نہیں اور خلاصتہ الاقوال کی قسم ضعفا میں مرقوم ہے کہ ہرچند شیخ مفید نے اس کی توثیق کی ہے مگر شیخ طوسی اور نجاشی نے تضعیف فرمائی ہے اور ابن غضائری کہتے ہیں کہ وہ ضعیف اور غالی ہے پھر علامہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کے مرویات پر عمل نہ کرنا موجب ہے کیونکہ فضل بن شاذان نے لکھا ہے کہ محمد بن سنان کذابین شہورین سے ہے انتہے ملخصا پس ایسی روایت جسکی ایک سند کے راوی مجاہیل اور مشتبہین ہوں اور دوسری سند کے فاسق۔ غالی اور کذاب

ہرگز لایق استناد نہیں تیسرے یہ کہ علے التنزل و تسلیم صحت حدیث اسکے معنے یہ ہیں کہ
میں اور آنحضرت ایک راہ پر ہیں یعنے جو راہ ہدایت آنحضرت کی ہے وہی میری ہے
مگر فرق یہ ہے کہ آنحضرت پیغمبر ہیں۔ میں امام ہوں چنانچہ مجلسی نے بھی اس قول کی
شرح میں لکھا ہے ویحتمل ان یکون المراد بالاسم وصف النبوۃ یعنے محتمل ہے کہ یہاں
اسم سے مراد وصف نبوۃ ہو حالانکہ خود اسی حدیث میں حضرت امیر فرماتے ہیں
ولا یتقدمنی احد الا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ یعنے مجھ پر بغیر آنحضرت کے دوسرا کوئی شخص
مقدم نہیں ہو سکتا۔ حضرت امیرؑ کے اس کلام سے مثل آفتاب کے روشن ہے کہ آنحضرت
آپ سے افضل ہیں پس شبہہ مساواۃ خود حضرت امیر کے قول سے باطل ہوا اور وہ جو مجلسی نے
قول (الا انہ ہو المدعو باسمہ) کی شرح میں لکھا ہے کہ " یعنے تمام کمالات میں میں
آنحضرت کا شریک ہوں اور مجھ میں اور آنحضرت میں فرق نہیں بغیر اسکے کہ آنحضرت کا نام
اور ہے اور میرا نام اور۔ پس یہاں تمام کمالات سے مراد یقینا وہ کمالات ہیں جو نبوۃ
اور اس کے مختصات کے سوائے ہیں کیونکہ خود مجلسی نے بحار الانوار، حیوۃ القلوب اور
حق الیقین میں تصریح کی ہے کہ آنحضرت آخر پیغمبراں ہیں آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور
آپ جملہ مخلوقات سے اور حضرۃ امیر سے افضل ہیں۔

قال و مثل علامہ سید حامد حسین مرحوم در کتاب عبقات الانوار قائل بمساواۃ اند۔

اقول یہ چھٹے اور آخری عالم ہیں جن پر ان مولوی صاحب نے مساواۃ کے قائل ہونیکا
دعوے کیا ہے حالانکہ انکی مولفہ کتاب لاجواب عبقات الانوار کے مجلدات میں اس
دعوائے باطل کا نشان نہیں ہے من ادّعیٰ فعلیہ البیان۔

قال و شہید اول در لمعہ قائل بمساوات علی ہستند و معلوم است کہ معیار مدارج فضیلت
انبیاء و اولیاء علم است۔

اقول جاننا چاہئے کہ محل اشتباہ مولوی صاحب موصوف وہ عبارت ہے جو

شہید اول اعلی اللہ مقامہ نے خطبہ لمعہ میں لکھی ہے وعلی آلہ الذین حفظوا ما حملہ و
عقلوا عنہ ما عن جبرئیل عقلہ یعنے انحضرت کی آل پر درود ہو جنہوں نے آپ کے
ان احکام کی حفاظت کی جو آپ پر نازل ہوے تھے اور جو علوم آپ نے بذریعہ جبرئیل
تعقل کئے تھے انہوں نے آپ سے حاصل کئے پس اس کلام کی بنا پر یہ مولویصاحب شہید
اول کو بھی قائل مساواۃ مطلقہ ٹھرایا چاہتے ہیں کیونکہ مساواۃ علمی اس سے مترشح ہے
اور ان مولوی صاحب کے نزدیک فقط علم ہی معیار مدارج فضیلت ہے وقباحۃ ھذا
المعنی لا تخفی علی من لہ بصیرۃ لیسیرۃ حالانکہ شہید اول کی اس عبارۃ سے مساواۃ
مطلقہ کی نفی اور انحضرۃ کی ائمہ سے افضلیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس سے صاف
ظاہر ہے کہ انحضرت بلا واسطہ بشر حامل احکام اور صاحب شریعت تھے اور یہی نبی
کی تعریف ہے اور ائمہ نے انحضرت سے اخذ احکام کیا اور وہ حافظ شریعت تھے
اس سے ثابت ہوا کہ وہ نبی نہ تھے اور معلوم ہے کہ نبی غیر نبی سے افضل ہوتا ہے اب رہی
مساواۃ علمی پس اگر وہ تسلیم بھی کیجاے تو اس سے ہر گز مساواۃ مطلقہ ثابت نہیں ہو سکتی
کیونکہ وہ قوۃ روحانی اور صفت کمال جو ختم نبوۃ کی قابلیت رکھتی تھی خاص انحضرت کو حاصل
تھی اور وہ اختصاصات جو انحضرت کی رسالہ کے مستلزم تھے وہ آپ ہی کیلئے خاص تھے چنانچہ شہید ثانی اعلی اللہ درجاتہ
شہید اول کی اسی عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں ولا یتوھم مساواتھم لہ بذلک لاختصاصہ صلے اللہ علیہ وآلہ عنھم بمزایا اخر یصیر بھا نسبتھم الیہ کنسبۃ
غیرھم من الرعیۃ الیھم لانھم علیھم السلام فی وقتہ من جملۃ رعیتہ یعنے اس عبارۃ سے انحضرۃ کیساتھ ائمہ
کی مساواۃ کا توہم نہیں ہو سکتا اسلئے کہ انحضرت دوسری ایسی فضیلتوں سے مختص
ہیں جنکی وجہ سے ائمہ کا مرتبہ انحضرت کی نسبت ایسا ہے جیسے رعایا کا مرتبہ ائمہ کی
نسبت ہے کیونکہ ائمہ علیہم السلام انحضرت کے زمانے میں منجملہ آپ کی رعایا کے تھے
چونکہ شہید ثانی کی اس عبارۃ کی نسبت بھی ان مولویصاحب نے کچھ شبہ بیان کیا ہے

لہذا اس کی تحقیق عنقریب آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قال وامام در تفضیل حضرت علیؑ بر موسیٰؑ و عیسیٰؑ احتجاج بعلم فرمودند چنانچہ در مجلد ہفتم بحار باب انہ عندہ علم الکتاب ص ۸۲ از بصائر از امام جعفر صادقؑ عبد اللہ بن ولید روایت کردہ کہ گفت فرمود بمن چہ می گویند شیعہ درباب عیسیٰؑ و موسیٰؑ و امیر المومنینؑ گفتم می گویند کہ عیسیٰ و موسیٰ افضل اند از حضرت امیر المومنینؑ۔ گفت کہ فرمود زعم دارند کہ امیر المومنین دانستہ است آنچہ را کہ رسول اللہ دانستہ گفتم بلے ولیکن مقدم نمی دارند بر اولو العزم از رسلان احدے را فرمود امام پس محاجہ کن بر ایشان از کتاب خدا گفتم در کدام موضع محاجہ کنم۔ گفت گفت خدائے تبارک و تعالےٰ بموسیٰ وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیٔ دانستیم کہ مکتوب نشد از برائے موسیٰ تمام چیز۔ و گفت خدائے تعالیٰ از برائے عیسیٰ ولابین لکم بعض الذی تختلفون و گفت خدائے تبارک و تعالےٰ از برائے محمد وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا۔ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ و در ہمیں باب وہمیں صفحہ از بصائر از امام جعفر صادقؑ روایت کردہ عبد اللہ بن ولید کہ گفت فرمود امام چہ می گویند اصحاب تو درباب امیر المومنین و عیسےٰ و موسےٰ کہ کیست از ایشان اعلم گفت گفتم کہ مقدم نمی دارند بر اولو العزم احدے را فرمود اگر تو احتجاج می کنی بر ایشان بکتاب اللہ البتہ غالب می آئی بر ایشان گفت گفتم کجا است ایں در کتاب خدا گفت کہ خدا فرمودہ است درباب موسیٰ وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیٔ موعظۃ ونہ گفت کل شئے و گفت درباب عیسیٰ ولابین لکم بعض الذی تختلفون فیہ و نگفت کل شئی و گفت درباب صاحب شما کفی باللہ شھیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب پس ازیں ثابت شد کہ ہر کہ در علم افضل است در جمیع مراتب افضل است۔

اقول واللہ المعین کئی وجوہ سے محل بحث ہے اول یہ کہ مسئلہ افضلیت آنحضرت بر سائر اوصیا اصول عقاید سے ہے اور یہ حدیث جس سے نبوۃ و رسالۃ پر علم کی فضلیت

اور اس سے آنحضرت کے ساتھ ائمہ کی مساواتہ مطلقہ ثابت کرنا مقصود ہے احاد سے ہے اور معلوم ہے کہ حدیث احاد اصول عقائد میں ہرگز بکار آمد نہیں **دوسرے** یہ کہ یہ روایت علاوہ احاد سے ہونے کے صحیح السند بھی نہیں کیونکہ عبداللہ بن ولید سے جس شخص نے یہ دونوں حدیثیں روایتہ کی ہیں اس کا نام بحار میں محمد بن عمر مرقوم ہے اس کی نسبت علامہ حلی خلاصتہ الاقوال کی قسم ضعفاء میں فرماتے ہیں محمد بن عمر من اصحاب الکاظم واقفی اور علامہ مجلسی نے ان لوگوں کے احوال میں جنکے نام محمد ہیں لکھا ہے محمد بن عمر من اصحاب الکاظم ض یعنی محمد بن عمر امام موسی کاظم علیہ السلام کے اصحاب سے تھا وہ ضعیف ہے پس جو شخص واقفی المذہب - فاسق اور ضعیف ہو ہرگز اوسکی روایت لائق اعتبار نہیں ہو سکتی **تیسرے** یہ کہ اس روایت میں ضعف سند کے علاوہ اضطراب بھی ہے کیونکہ ان دونوں روایتوں کا پہلا راوی عبداللہ بن ولید ہے اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مضمون کو دو طرح سے روایت کیا ہے اور اس کے بیان میں بالکل اختلاف اور اضطراب ہے کبھی تو وہ کہتا ہے کہ امام نے فرمایا تو امیر المومنین کی فضلیت پر اس آیتہ سے استدلال کر سکتا ہے جئنا بك علی ہوکا ء شہیدا وانزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شئ - اور کبھی کہتا ہے کہ امام نے فرمایا تو اس آیتہ سے دلیل لا سکتا ہے کفی باللہ شھیدا بینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب حالانکہ واقعہ ایک ہے اصل مضمون ایک ہے مگر پہلی روایت میں دوسری آیت کا اور دوسری روایت میں پہلی آیتہ کا مطلق ذکر نہیں اسی اختلاف کو اصطلاح حدیث میں اضطراب کہتے ہیں جسکے سبب سے حدیث پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ فی الحقیقت وہ تعارض ہے واذا تعارضا تساقطا **چوتھے** یہ کہ حضرت موسی علیہ السلام کی نسبت جو آیت نازل ہوئی یعنے وکتبنا لہ فی الالواح من کل شئ موعظۃ جس کا محصل ترجمہ یہ ہے (اور ہم نے توراۃ کی تختیوں میں موسے

کے لئے ہر طرح کی نصیحت لکھی) اس میں قطعاً (مِنْ) تبعیضیہ نہیں بلکہ (مِنْ) بیانیہ ہے
کیونکہ اس آیتہ شریفہ سے متصل یہ الفاظ قرآن شریف میں موجود ہیں وتفصیلاً لکل شیٔ
اس سے معلوم ہوا کہ توراۃ میں ہر شے کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل خدائے تعالےٰ نے
بیان فرمائی تھی پس ممکن نہیں کہ معصوم (لفظ مِنْ) کو تبعیضیہ خیال کریں اور غلط استدلال
فرمائیں اس سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بالکل اعتبار کے لائق نہیں **پانچویں** یہ کہ
معیار مدارج فضیلت انبیاء واوصیاء فقط علم ہی نہیں ہے بلکہ اور فضائل بھی ہیں چنانچہ
بحار کی جلد ہفتم باب انھم اعلم من الانبیاء ص (۳۲۳) میں کتاب الخرائج سے منقول
ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے آیہ ومن عندہ علم الکتاب کی تفسیر میں فرمایا واللہ
ایانا عنی وعلیؑ اوّلنا وافضلنا وخیرنا بعد رسول اللہ ۔ یعنے خدا کی قسم
یہ آیتہ ہماری شان میں نازل ہوی ہے اور امیر المومنین آنحضرت کے بعد ہم سے افضل اور
اول اور بہتر ہیں مثل اس کے بحار کی جلد نہم باب انہ الذی عندہ علم الکتاب
میں تفسیر عیاشی سے بھی منقول ہے **ایضاً** بحار کی جلد ہفتم ص ۲۶ باب انھم جری لھم
من الفضل والطاعۃ ما جری لرسول اللہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے
آپ فرماتے ہیں رسول اللہؐ ونحن فی الامر والنھی والحلال والحرام نجری مجری
واحد فامّا رسول اللہ وعلیؑ فلھما فضلھما یعنے آنحضرت اور ہم امر ونہی اور
حلال وحرام میں یکساں ہیں لیکن آنحضرت اور امیر المومنین کی فضیلت خاص انہیں کے
لئے ہے ۔ **ایضاً** اسی کتاب اور اسی باب میں بنقل کتاب الاختصاص مروی ہے
کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کلّنا نجری فی الطاعۃ والامر مجری واحد و
بعضنا اعظم من بعض یعنے ہم سب اطاعت اور حکم میں مساوی ہیں اور ہمارے بعض
بعض سے افضل ہیں **ایضاً** اسی کتاب کے صفحہ (۲۶۸) میں بہ نقل کتاب الاختصاص
مالک بن عطیہ سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی

الائمة یتفاضلون قال اما فی الحلال والحرام فعلمهم فیه سواء وهم یتفاضلون فیما سوی ذالک یعنے کیا ائمہ علیہم السلام ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں آپنے فرمایا کہ حلال وحرام کے علم میں تو وہ سب برابر ہیں اور انکے سوائے اور امور میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ **ایضاً** اسی صفحہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث مروی ہے جس کا بعض یہ ہے فاعلم ان امیر المومنین افضل عند اللّٰہ من الائمة کلهم یعنے بہ تحقیق کہ امیر المومنین علیہ السلام خدائے تعالی کے نزدیک کل ائمہ سے افضل ہیں ان احادیث کثیرہ مشہورہ سے ظاہر ہے کہ باوجودیکہ ائمہ علیہم السلام علم میں مساواة کا درجہ رکھتے ہیں مگر بعض ائمہ بسبب دوسرے خصائص کے بعض ائمہ سے افضل ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام کل ائمہ سے افضل ہیں علاوہ ان احادیث کے آنحضرت سے باسناد متواترہ مروی ہے کہ آنحضرت کے بعد امیر المومنینؑ جملہ مخلوقات سے افضل ہیں جن میں باقی ائمہ بھی شریک ہیں اور بحار الانوار کی جلد ہفتم صفحہ (۲۲۸) باب جری لهم من الفضل والطاعة میں بعض علمار شیعہ کا کلام جوانہوں نے اعتقادات میں بیان کیا ہے اس طرح منقول ہے ویجب ان یعتقد ان افضل الائمة امیر المومنین علی بن ابیطالب (الی ان قال) وافضل الائمة بعد امیر المومنین ولده الحسن ثم الحسین وافضل الباقین بعد الحسین امام الزمان المهدی ثم بقیة الائمة من بعده علی الترتیب یعنے یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ امیر المومنین کل ائمہ سے افضل ہیں اور آپ کے بعد حسن وحسین باقی ائمہ سے افضل ہیں اور حسین علیہ السلام کے بعد امام مہدی صاحب الزمانؑ اور ائمہ سے افضل ہیں پھر اور ائمہ علیہم السلام کا مرتبہ ہے **چھٹے** یہ کہا گر حدیث عبد اللہ بن ولید معتبر ہو تو لازم ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسی وعیسی علیہما السلام سے افضل یا اقلاً مساوی ہوں کیونکہ خدائے تعالی نے ارشاد فرمایا ہے وعلم آدم الاسماء کلها یعنے خدا نے کل اسمار آدم کو تعلیم کردئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں علمه اسماء کل شیٔ یعنے خدائے تعالے نے آدم کو تمام اشیاء کے نام تعلیم فرمائے (تفسیر صافی)

ایضاً صافی میں ہے بل المراد باسماء حقایق المخلوقات یعنے اسماء سے مراد جملہ مخلوقات کی حقیقتیں ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے اعلم تھے کیونکہ حدیث عبد اللہ بن ولید سے ظاہر ہے کہ ان دونوں پیغمبروں کو بعض اشیاء کا علم دیا گیا تھا۔ حالانکہ علمائے امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام آدم علیہ السلام سے افضل تھے جیسا کہ علامہ مجلسی نے حق الیقین کے صفحہ (۱۲) مطبوعہ جعفری میں لکھا ہے **ایضاً** حدیث صحیح مشہور متفق علیہ بین الفریقین سے ثابت ہے کہ حضرت امیر کا علم حضرت آدم کے برابر تھا اور حدیث عبد اللہ بن ولید سے پایا جاتا ہے کہ حضرت امیرؑ علم میں حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ سے بڑھکر ہیں پس نتیجہ یہ کہ حضرت آدم حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ سے افضل ہیں اور یہ مسلمات کے خلاف ہے **ساتویں** یہ کہ اگر معیار مدارج فضیلت فقط علم ہو تو لازم ہوگا کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے افضل ہوں کیونکہ سلمان فارسی جملہ علوم اول و آخر کے عالم تھے اور علوم نبی و وصی علیہما السلام کو انہوں نے جان لیا تھا چنانچہ جلد دوم حیوۃ القلوب باب (۵۸) میں بسند معتبر امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا سلمان نے علم اول و آخر کو پالیا ہے وہ ایک دریائے بے کنار ہیں۔ اور وہ ہم اہل بیت سے ہیں **ایضاً** اسی باب میں دوسری سند سے یہ حدیث مروی ہے **ایضاً** اسی باب میں بسند صحیح مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا سلمان علم کا دریا ہے کوئی شخص اسکے علم کی انتہا کو نہیں پہونچ سکتا اور وہ علم اول و آخر کے ساتھ مختص ہے **ایضاً** اسی کتاب کے باب (۵۹) میں بسند معتبر مرقوم ہے کہ ملک الموت نے حضرت سلمان سے باتیں کیں **ایضاً** اسی باب کے صفحہ (۶۰۹) میں حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سلمان علم اول و آخر را دریافت واو دریائے بود از علم کہ آخر نمی شد علم او واو از ما اہل بیت است الخ **ایضاً** اسی باب اور اسی صفحہ میں ہے بسند معتبر دیگر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است (در معنے

علم اول وآخر) کہ مراد انست کہ علم پیغمبر وعلم امیرالمومنین وغرائب امر پیغمبر وغرائب امر امیرالمومنین را دانست

ایضاً اسی باب کے صفحہ (۶۱۴) میں ہے وکشی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت

کردہ کہ علی ابن ابی طالب محدث بود وسلمان محدث بود یعنے ملائکہ باہر دو سخن می گفتند

ایضاً اسی باب صفحہ (۶۱۵) میں ہے بسند معتبر از حضرۃ صادق روایت کردہ است کہ

از انحضرت پرسیدند از معنے محدث بودن سلمان۔ فرمود ملک در گوشش سخن می گفت **ودر**

حدیث معتبر دیگر فرمود کہ ملکے در دل او نقش می کرد کہ چنین وچنان **ایضاً** اسی باب کے اسی

صفحہ میں ہے وبسند معتبر دیگر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ سلمان اسم اعظم را می

دانست **ایضاً** اسی باب کے صفحہ (۶۱۶) میں بسند معتبر مروی ہے۔ اصبغ بن نباتہ از

انحضرت (امیرالمومنین) پرسید از فضیلت سلمان۔ حضرۃ فرمود کہ چگویم در باب کسے کہ از

طینت ما خلق شدہ است وروح او بروح ما مقرون است۔ پس اگر معیار مدارج فضیلت فقط

علم ہو تو لازم ہوگا کہ سلمان فارسی حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام سے افضل اور حضرت امیر بلکہ

انحضرۃ کے مساوی ہوں۔ معاذ اللہ **الثویں** یہ کہ علی التنزل وبفرض صحت حدیث اون

مولوی صاحب نے جو دو روایتیں پیش کی ہیں اُن میں سے دوسری روایتہ میں تعبیر آیہ ومن عندہ

علم الکتاب کا ذکر ہے افضلیت سے مطلق بحث نہیں بلکہ امام علیہ السلام نے حضرت

موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام سے حضرۃ امیر علیہ السلام کی فقط اعلمیت ثابت کی ہے لاغیر

اور اس سے معیار مدارج فضیلت فقط علم کا ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور روایتہ اولیٰ میں امام

کی زبان پر لفظ افضلیت جاری نہیں ہوا بلکہ جب راوی حدیث نے عرض کی کہ شیعہ موسیٰ

وعیسیٰ علیہما السلام کو امیرالمومنینؑ سے افضل سمجھتے ہیں تو امام نے امیرالمومنین کا اعلم ہونا بیان

فرمایا۔ پس ممکن ہے کہ اس سے امام کی مراد مساواۃ ہو کیونکہ ایک مرتبہ میں حضرت موسیٰ

وعیسیٰ بڑے ہوئے تھے یعنے وہ پیغمبران اولوالعزم سے تھے اور ایک مرتبہ میں حضرۃ امیر بڑے

تھے پس مساوی ہوئے اور اس پر حدیث بھی دال ہے چنانچہ بحار کے مجلد ہفتم باب

انھم اعلم من الانبیاء ۶ میں اسی عبداللہ بن ولید سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے پوچھا کہ شیعہ امیر المومنینؑ اور موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں میں نے عرض کی آپ پر فدا ہوں میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا (اور یہ بھی معلوم نہیں کہ) آپ کس حالت کو دریافت فرماتے ہیں حضرت نے فرمایا اسئلک عن العلم واما الفضل فھم سوء یعنی میں فقط علم کو پوچھتا ہوں کیونکہ فضیلت میں وہ سب برابر ہیں الخ اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد باقرؑ حضرت امیر و حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کو برابر سمجھتے تھے **نویں** یہ کہ علے التنزل ہم نے یہ بھی فرض کیا کہ اس حدیث میں امام نے اعلمیت سے افضلیت پر استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال کلیۃً نہیں کیونکہ اگرچہ حضرت موسی وعیسی پیغمبران اولوالعزم سے ہیں مگر حضرت امیر ان کے تابع نہیں اور آپ ایک ایسے پیغمبر آخر الزمان کے خلیفہ اور نائب اور ایک ایسے شہنشاہ کے وزیر اعظم ہیں جو سید الانبیاء تھے! اسکے علاوہ آپ حضرت عیسیٰ و موسیٰ سے اعلم بھی ہیں اسلئے ان سے افضل ہیں۔ مگر اس کا قیاس آنحضرت اور امیر المومنین کی نسبت نہیں کیا جا سکتا تین وجہوں سے **اول** یہ کہ آنحضرت استاد اور امیر المومنینؑ شاگرد تھے **دوم** یہ کہ آنحضرت پیغمبر اولوالعزم حاکم و متبوع مطلق تھے اور امیر المومنین آپکے امتی اور تابع **سوم** یہ کہ چند خصائص آنحضرت کو ایسے حاصل تھے جنھیں امیر المومنینؑ شریک نہیں **قال** و شہید ثانی علیہ الرحمہ کہ در شرح لمعہ عدم مساواۃ بین محمد وآل محمد را ذکر فرمودہ دو دلیلش را مخصوص زمان آنحضرت را کردہ مصرح است درانیکہ باعتبار زمانِ نبوۃ نبی مطلق مساوی نیستند و دلیل او مقتضی عدم مساواۃ در زمانِ آنحضرت است و مقتضی عدم مساواۃ بعد زمان ما بعد آنحضرت نیست داین مضر مساواۃ بالذات نیست۔

اقول مقام تحیر ہے کہ یہ مولوی صاحب ایک شبہ رکیکہ پیش کر کے چاہتے ہیں کہ شہید ثانی کے بالکل صاف اور صحیح کلام کو خراب کریں اور ان کو پناہ بخدا ایک بے عقل اور احمق قرار دیں کیونکہ جب دو شخص کل مراتب و فضائل میں مساوی ہوں اور تقدم و تاخر زمان

[illegible]

حکومت کے سواے اور کسی طرح کا ان میں فرق نہ ہو تو عقلا کے نزدیک ان میں سے ایک دوسرے پر ہرگز افضلیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا خصوصاً ان الفاظ کے ساتھ لایتوھم مساواتھم له بذالك یعنے ان دونوں کی مساواۃ وہم میں بھی نہیں آسکتی اور جہاں قرآن یا حدیث یا کلام عقلا میں ہو کہ فلاں شخص فلاں شخص سے افضل ہے تو متبادر الی الذہن بھی امر ہو گا کہ وہ بالذات افضل ہے۔ نہ بالزمان یعنے اس میں ایک ایسی فضیلت موجود ہے جو دوسرے میں نہیں مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ امام محمد تقی اور امام علی نقی علیہما السلام کا علم برابر تھا تو اس سبب سے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا لایتوھم مساواتھما بذالك پس جب شہید ثانی نے شہید اول کے کلام کی شرح میں فرمایا لایتوھم مساواتھم له بذالك تو اس سے صاف ظاہر ہوا ہے کہ ائمہ علیہم السلام سے انحضرت مطلقاً افضل تھے نہ زماناً علی الخصوص ایسی صورت میں جب کہ شہید ثانی نے اپنے قول کے اثبات میں یہ الفاظ زیادہ کئے ہوں لاختصاصه صلی اللہ علیہ والہ عنھم بمزایا اخر کیا کوئی ذی فہم آدمی کہہ سکتا ہے کہ مزایا اخر سے مراد تقدم زمانی ہے ہرگز نہیں مزایا صیغہ جمع ہے جسکے معنے فضائل کے ہیں اختصاص کے معنے خاص ہونیکے ہیں جس سے مثل آفتاب روشن ہے کہ انحضرۃ کی ذات میں ایسی چند فضیلتیں مختص تھیں جو ائمہ میں نہ تھیں جس کے سبب انحضرت ائمہ سے افضل تھے۔ غور کا مقام ہے کہ شہید اول کے اس کلام (عقلوا عنه ما هو حسبهم عقله) سے چونکہ مساوات کا شبہ ہوتا تھا اس لئے شہید ثانی نے اپنے اس عبارۃ لایتوھم مساواتھم له بذالك سے اس شبہ کو دفع فرمایا اور دلیل عدم مساواۃ یہ بیان کی لاختصاصه عنھم بمزایا اخر یصیر بها نسبتھم الیه کنسبة غیرھم من الرعیة الیھم یعنے ائمہ کی مساوات کا وہم بھی انحضرت کے ساتھ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ انحضرت کئی فضائل میں ائمہ سے اختصاص رکھتے ہیں اور وہ فضائل ایسے ہیں جنکی وجہ سے ائمہ کی نسبت انحضرت کی طرف مثل نسبت غیر ائمہ ہے ائمہ کی طرف۔ اس مثال کی

مثل آفتاب عالمتاب روشن اور ظاہر ہے کہ جس طرح غیر ائمہ کسی زمانہ میں ائمہ کے برابر
نہیں ہو سکتے اسی طرح ائمہ علیہم السلام کسی زمانہ میں آنحضرت کے مساوی نہیں ہو سکتے
اور اس عدم مساوات کی دلیل چند فضائل سے آنحضرت کا اختصاص ہے کہ وہ فضائل
ائمہ میں نہ تھے یعنی مرتبہ نبوۃ و رسالت و ختمیت آنحضرت اور وہ قوت روحانی اور
صفت کمال جو مستجمع ختم نبوۃ و مستلزم رسالۃ آنحضرت ہے پس جب شہید ثانی نے
اختصاص مزایا اخر کو عدم توہم مساواۃ کی دلیل قرار دیا تو اس سے ایک باہوش
انسان ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے مراد تقدم زمان ہے کیونکہ اولاً یہ کوئی فضیلت نہیں ثانیاً مزایا جمع ہے اور تقدم
زمان واحد ثالثاً تقدم زمان مختص نہیں بلکہ ہر امام دوسرے امام پر مقدم ہے۔ پس مزایا اخر سے ایسے
چند فضائل مراد ہونا ضرور ہیں جو خاص آنحضرت کی ذات میں ہوں اور ائمہ ان میں شریک
نہوں اختصاص و مزایا اخر اتنے بڑے دو لفظ ہیں جو ہر شخص دیکھ سکتا ہے مگر
سمجھنے کے لئے ذرا سی عقل ضرور ہے الحاصل اسکے بعد شہید ثانی نے جو یہ عبارۃ لکھی ہے
لانھم علیھم السلام فی وقتہ من جملۃ رعیتہ اس سے بھی۔ یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی
کہ آنحضرت کے بعد ائمہ مطلقاً آپ کے مساوی ہو گئے کیونکہ مخفی نہیں ہے کہ زمانہ اسلام
میں تمام انسان تین قسم کے ہیں۔ اول متبوع و مطاع مطلق یعنے کسی زمانے میں وہ کسی بشر کا
تابع و مطیع نہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہیں کہ خود آپ نے فرمایا کنت نبیاً
وادم بین الماء والطین دوسرے کسی زمانہ میں مطیع و محکوم اور کسی زمانہ میں مطاع
و حاکم اور کسی کی نسبت تابع اور کسی کی نسبت متبوع۔ وہ ائمہ علیہم السلام ہیں کہ آنحضرۃ کی
نسبت تابع مطلق اور آپکے زمانے میں تابع اور آپ کے بعد عامہ خلایق کی نسبت متبوع ہیں۔
تیسرے تابع و محکوم مطلق جیسے عامۂ خلایق پس شہید ثانی اعلی اللہ مقامہ نے عبارت
مذکورہ سے اسی طرف اشارہ کیا ہے مگر یہ دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت کی وجہ متبوعیت کیا چیز ہے
اور ائمہ کی وجہ متبوعیت کیا۔ آنحضرت کی وجہ متبوعیۃ وہی چند مراتب ہیں جو آپ کا اختصاص

ہے اور لفظ اختصاص اس امر پر نص ہے کہ ائمہ کو وہ مراتب حاصل نہ تھے معلوم ہے کہ
آنحضرت نبی مرسل اولوالعزم کافہ بشر پر مبعوث تھے اور تا قیامت آپ کی نبوۃ و شریعت
باقی ہے پس متبوع مطلق ہوئے اور جب تک آپ کی نبوۃ اور شریعت باقی ہے اور جب تک
کوئی ایسا پیغمبر نہ آئے کہ وہ ایک نئی شریعت لائے اور آپ کے احکام منسوخ کر دیوے تب
تک آپ کی متبوعیت باقی ہے اور جب تک آپکی متبوعیت باقی ہے ائمہ علیہ السلام کی
تابعیت باقی ہے پھر مساوات کیسی۔ ایضاً شہید ثانی نے (فی وقتہ) کی قید ائمہ کے
رعیت ہونے میں اس لئے لگائی کہ ائمہ میں دو حیثیتیں تھیں آنحضرت کے زمانہ میں رعیت
مثل غیر ائمہ اور آنحضرت کے بعد بہ نسبت عامہ خلایق متبوع و حاکم اور بہ نسبت آنحضرت
تابع پس ائمہ علیہم السلام کو غیر ائمہ سے فرق کرنے کے لئے انہوں نے کہا (انہم علیہم السلام
فی وقتہ من جملۃ رعیتہ) ایضاً ہر چند یہ کلام لفظاً موخر ہے مگر معنے (لاختصاصہ عنہم
بمزایا اخر۔ پر مقدم ہے کیونکہ آنحضرت کا راعی و سلطان ہونا دلیل ہے عدم مساوات
کی اور آپکا کئی فضائل سے مختص ہونا دلیل ہے راعی و سلطان ہونیکی۔ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ
آنحضرت چند فضائل یعنے اولوالعزمی اور ختم نبوۃ اور اسکے مختصات سے متصف تھے
اس لئے جملہ بنی آدم کے بادشاہ تھے اور چونکہ آپ کل کے بادشاہ تھے اس لئے ائمہ سے
افضل تھے۔ اور حقیقۃ وجہ افضلیت وہی اختصاص بمزایا اخر ہے۔ والحمد للہ۔

قال و معلوم است کہ حکم عام را تعلیل خاص مخصوص می کند مثل قول طبیب بمریضی کہ
نخور انار را کہ ترش است پس او امر بمنع خوردن ہر انار نہ نمودہ بلکہ حکم بمنع خوردن بر ترش کردہ است

اقول اس مقام پر طبیب و انار کی مثال پر شہید ثانی کے قول کو قیاس کرنا قیاس مع
الفارق ہے کیونکہ بعض حکم عام کی توقیت بوقت خاص بوجہ من الوجوہ صحیح ہوتی ہے حالانکہ
وہ حکم عام حقیقۃً اپنے عموم پر باقی رہتا ہے جیسے قولہ تعالےٰ مالک یوم الدین یہاں
خلاق عالم نے اپنے مالکیت کو روز قیامت سے مقید و موقت فرمایا ہے اس سے یہ بات

لازم نہیں آتی کہ خدائے تعالیٰ دنیا کا مالک نہیں۔ اس کے علاوہ اصل دلیل افضلیت آنحضرت اختصاص آنحضرت ہے بزایا اخر اور وہ مطلق ہے یعنے موقت بزمان نہیں ہے پس اعتراض مرفوع ہوا اور طبیب دانا کی مثال غلط ٹھہری فافھم ولا تکن من الغافلین۔

قال وہم عالم موصوف استدلال میفرماید ہر کہ بمساوات قائل است در ہیچ قیدی از قیود نمودہ ثابت است کہ قائل مراتب اربعہ امامت وولایۃ ونبوت ورسالت ازبرائے محمد آل محمد شدہ است وبغیر اعتقاد نبوت ورسالت ائمہ قول بمساوات محمد وآل محمد بے معنے است ونسبت قول بے معنے بعلمائے فرقہ امامیہ تضیع نوع است۔

اقول کئی وجوہ سے باطل ہے **اوّل** یہ کہ ثبت العرش ثم انقش کوئی عالم شیعہ آنحضرت اور اہل بیت کی مساوات مطلقہ کا قائل نہیں جس کی تحقیق بتفصیل سابق میں کی گئی **دوسرے** یہ کہ جن علما کو ان مولوی صاحب نے قائل مساوات ٹھہرایا ہے انھوں نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت افضل عالم ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہو گئی ہے باوجود اسکے پھر قائل نبوۃ ائمہ ہونا عین تعارض ہے اور علمائے شیعہ کی نسبت قول متعارض کا دعویٰ تضیع نوع ہے **تیسرے** یہ کہ خود یہ مولوی صاحب نبوۃ ورسالتہ ائمہ کو وصایتہ سے تعبیر کرتے ہیں اور آنحضرت کی نبوۃ ورسالتہ وصایتہ نہیں بلکہ بحکم خدا نسخ شرایع سابقہ وایجاد شریعۃ تازہ ہے پس فرق موجود اور وصایتہ ائمہ وہی امامتہ وولایت ہے پھر مراتب اربعہ مفقود۔

قال وقول بہ نبوۃ ورسالت ائمہ خلاف ضروری اسلام نیست زیرا کہ فرقہ مہدویہ از فرق اسلام است وکثیر التعداد وقائل بہ نبوت ورسالت سید محمد صاحب جونپوری است وفرقہ قادیانیہ کہ از فرق اسلام است قائل بہ نبوۃ ورسالت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی است۔ واین فرقہ ہم کثیر التعداد وچند لک است وہمچنیں قول بہ نبوۃ ورسالتہ ائمہ خلاف ضروری مذہب نیست زیرا کہ فرقہ شیخیہ کہ یکے از فرق شیعہ اثنا عشریہ است

قائل بہ نبوۃ شیخ احمد احسائی است کما ھو المنقول عنھم۔

اقول واللہ الموفق کئی بحثوں میں اس کا ابطال کیا جاتا ہے۔ **اول** یہ کہ آنحضرت کے بعد کسی کی نبوۃ کے اعتقاد کو خلاف ضروری دین اسلام بجا نا بدیہیات کا انکار کرنا ہے جو عین سفسطہ ہے **جاننا چاہیئے** کہ جو چیز قرآن شریف میں منصوص یا اسلام میں متواتر ہے وہ ضروری دین اسلام ہے اور اس کا منکر خارج از دین اسلام ہے چنانچہ علامۂ مجلسی نے حق الیقین کے صفحہ (۱۲) مطبوعہ جعفری میں لکھا ہے "آنچہ در قرآن مجید وارد شدہ نبوۃ ایشان ضروری دین اسلام است" ایضاً کتاب مذکور کے صفحہ (۴۴۴) میں بعض امور ضروری دین اسلام مثل نماز و روزہ وغیرہا بیان کرکے لکھا ہے۔ "واکثر ضروریات دین در عرض این رسالہ سابقاً مذکور شد وغیر انہا از امور دیگر متواتر و معلوم باشد نزد عامہ مسلمانان۔ پس آنحضرت پر نبوۃ کا ختم ہونا اور آپکے بعد قیامت تک کسی پیغمبر کا نہونا اسی قبیل سے ہے جس پر آیہ وخاتم النبیین و حدیث متواترا لا انہ لا نبی بعدی اور دوسری اخبار متواترہ نص ہیں۔ چنانچہ حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم صفحہ (۲۷۶) میں سید العلما مولانا السید حسین اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں واز خصائص آنحضرت ختم نبوت است بر آنحضرت کہ از جملہ متواترات است الخ **اب ہم** اپنے مدعا پر ایک ایسی دلیل قطعی پیش کرتے ہیں جس کا انکار کوئی ایماندار نہیں کر سکتا مخفی نہ رہے کہ جملہ علمار امامیہ نے کتب فقہیہ کی کتاب الحدود فصل قذف میں باتفاق لکھا ہے کہ آنحضرت کے بعد جو شخص دعوے نبوت کرے اسکا قتل واجب ہے اور اسکی شرح میں تمام علما اسلام نے تحریر فرمایا ہے کہ چونکہ آنحضرت پر نبوۃ کا ختم ہونا ضروریات دین اسلام سے ثابت ہے لہذا آپ کے بعد دعوئی نبوت کفر اور ارتداد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے چنانچہ **شرح لمعہ** کی فصل قذف میں مرقوم ہے "ویقتل مدعی النبوۃ بعد نبینا لثبوت ختمہ الانبیاء من الدین ضرورۃ فیکون دعواھا کفرا وینبغی تقیید

پیغمبر کے بعد جو شخص مدعی نبوۃ ہو وہ قتل کیا جائیگا کیونکہ انحضرت پر نبوۃ کا ختم ہونا ضرورۃ دین اسلام سے ثابت ہے پس آپ کے بعد دعوئ نبوت کفر ہے **دوسری** بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو قول نبوۃ ائمہ مخالف ضروری اسلام ہونے میں فلان اور فلان کے دعوے نبوۃ کی مثال پیش کی ہے وہ دو وجہوں سے باطل ہے وجہ **اوّل** یہ کہ فرقہ مہدویہ ہرگز سید محمد صاحب جونپوری کی نبوۃ و رسالت کا قائل نہیں من ادّعی فعلیہ البیان یہ لوگ فقط اس امر کے معتقد ہیں کہ صاحب موصوف مہدی موعود ہیں اور خود صاحب موصوف نے بھی اپنی کسی تصنیف میں اپنی نبوۃ کا دعوے نہیں کیا اور فرقہ مہدویہ اس کا معترف ہے کہ آنحضرت پر نبوت و رسالت ختم ہو چکی۔ اور **مرزا** غلام احمد صاحب قادیانی نے اکثر مقامات میں صاف طور پر اقرار کیا ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو چکی اور اس کے منکر کو وہ کافر کہتے ہیں چنانچہ فاضل معاصر جناب مولانا مولوی سید علی حیدر صاحب رسالہ اصلاح نمبر (۳) جلد (۱۹) بابتہ ماہ ربیع الاول میں تحریر فرماتے ہیں ردختم نبوت آنحضرت پر یہ کبھی کسی زمانہ میں شبہ نہیں ہوا تھا لہذا اس پر کبھی قلم اوٹھانے کی نوبت نہیں آئی مگر اب چونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے صاحبزادے میاں بشیر احمد خلیفہ دوم بنے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح انحضرت کے خاتم النبیین ہونے کو باطل کریں لہذا قرآن اور اس کے تفاسیر مسلمہ اہل سنت سے ثابت کیا گیا کہ حضرت کے خاتم النبیین ہونے پر تمام مسلمانوں کا باتباع قرآن اتفاق ہے اب خود مرزا صاحب آنجہانی کے اقراروں کو بھی سن لیجئے۔ پھر جناب ممدوح نے کئی اقوال مرزا صاحب کے نقل کئے ہیں جن میں سے حقیر یہاں بعض عبارتیں نقل کرتا ہے۔ **اول** اس عاجز (مرزا غلام احمد) نے سنا ہے کہ اس شہر دہلی کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوۃ کا مدعی ملائک کا منکر بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرئیل و لیلۃ القدر و معجزات و معراج نبی سے بالکل منکر ہے لہذا میں اظہارا للحق عام و خاص اور

تمام لوگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے میں نہ نبوۃ کا مدعی اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقاید میں داخل ہیں (الی ان قال) اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوۃ و رسالۃ کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالۃ حضرت آدم صفی اللہ سے شروع اور جناب محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہو گئی (دین الحق باب اول صفحہ ۲۸) **دوم** یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ کسی چیز کا خاتمہ اسکی علت غائی کے اختتام پر ہوتا ہے جیسے کتاب کہ جب کل مطالب ہو جاتے ہیں تو اسکا خاتمہ ہو جاتا ہے اسیطرح پر رسالت اور نبوت کی علت غائی رسول اللہ پر ختم ہوئی اور یہی ختم نبوت کے معنے ہیں کیونکہ یہ سلسلہ ہے جو چلا آیا ہے اور کامل انسان پر اگر اس کا خاتمہ ہو گیا ہے (دین الحق صفحہ ۹۷) سوم میں جناب خاتم الانبیاء کے ختم نبوۃ کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوۃ کا منکر ہو اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (دین الحق صفحہ ۱۲۹) پس مرزا صاحب کے ان اقوال سے آنحضرت پر نبوۃ کا ختم ہونا اور آپکے بعد کسی نبی کا نہونا بخوبی ظاہر ہے باوجود ان اقرارات کے اگر خود مرزا صاحب نے کہیں نبوۃ کا دعویٰ کیا ہے یا ان کے مرید انہیں پیغمبر مانتے ہیں تو مرزا صاحب کی تصریح کے موافق وہ سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

تیسری بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا ہے "کہ قول نبوت ائمہ خلاف ضروری مذہب بھی نہیں۔ کیونکہ فرقہ شیخیہ جو فرق شیعہ اثنا عشریہ سے ہے شیخ احمد احسائی کی نبوت کا قائل ہے" پس بایں وجوہ غلط ہے کہ فرقہ شیخیہ کا بھی شیخ مذکور کی نبوت کا قائل ہونا غلط ہے نہ خود شیخ احمد احسائی نے کبھی دعویٰ نبوۃ کیا۔ اور نہ اُن کے مرید اسکے قائل ہیں کتاب قصص العلماء میں شیخ احمد احسائی کا تفصیلی حال مرقوم ہے اگر وہ مدعی نبوت ہوتے تو یہ ذکر بھی اس میں ضرور ہوتا اور جن امور کے سبب شیخ مذکور کی تکفیر ہوئی وہ دوسرے ہیں چنانچہ **قصص العلماء** میں صفحہ ۴۰ سے (۴۴) تک مرقوم ہے جس کا خلاصہ یہ ہے "وخلا شیخ

درمسائلی کہ موجب تکفیر او گشت چند مسئلہ است مسئلہ اولی معاد است شیخ معاد را بجسم مور قلیائی دعالم ارواح می داند وشیخ درمعراج نیز ہمین سبیل مشی کردہ میگوید کہ درزمان عروج عارج معارج نبوت حضرت ختمی مرتبت بمعراج جزء خاکی وآبی را بزمین انداخت وجزء ہوائی را در کرۂ ہوائی انداخت وجزء ناری را در کرہ نار گزاشت وباہماں اجزاء کہ از افلاک تسعہ ماخوذ بود بافلاک رفت واین مسئلہ دوم از مسائل خلافیہ میان شیخ وفقہاء است مسئلہ سوم آنست کہ شیخ احمد ائمہ را علل اربعہ میداند ہم صوریہ وہم غائیہ وہم مادیہ وہم فاعلیہ واین خلاف ضروری مذہب امامیہ است۔ شیخ احمد احسائی کے ان اقاویل کفریہ کی تردید میں صاحب قصص العلماء فرماتے ہیں کہ واین کلمات اوہن من بیوت العنکبوت است۔ اما اجمالا پس اخبار بسیار از ائمہ اطہار وارد شدہ کہ نسبت خلق ورزق را بائمہ دادن موجب کفر وضلالت است واین گروہ مفوضہ خلقیہ نامند وایشان قائلند باینکہ خداوند عالم تفویض نمود خلق ورزق را بامام وصاحب الأمر در توقیعی نوشتہ کہ ہرکہ یکی از من وآبائے من چنین نسبت دہد من دیدہ رانم از او بیزاریم۔ وعلامہ مجلسی نیز مانند ہمہ علماء این طائفہ را تکفیر نمودہ اند وحقیقتہً ہم این طائفہ کافراند انتہی ملخصاً (قصص العلماء صفحہ ۴۴) پس یہی تین مسئلہ باعث تکفیر شیخ احمد احسائی ہوئے ایضاً شیخ احمد احسائی کی مولفہ کتابیں اور انکے شاگرد رشید سید کاظم رشتی کی بھی کئی تصنیفیں دائر وسائر ہیں پس اگر یہ مولوی صاحب سچے ہیں تو دکھلا دیں کہ شیخ نے فلاں کتاب میں دعوی نبوت کیا ہے یا سید کاظم رشتی نے ان کی طرف اس کی نسبت دی ہے وانی لہ ذلک چوتھی بحث یہ کہ آنحضرت کے بعد اگر کوئی شخص مدعی نبوۃ ہو یا کسی کے تابعین اس کی نبوۃ کے قائل ہوں تو اس سے ہرگز یہ بات لازم نہیں ہوتی کہ آنحضرت پر نبوت کا ختم ہونا اور آپ کے بعد کسی نبی کا نہ ہونا ضروری دین اسلام نہیں۔ ضروریات دین اسلام کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ قیامت تک کوئی شخص اسکا منکر نہ ہو۔ معلوم ہے کہ بعض نے بندوں کو خدا کہا (نصیری) بعض نماز وروزہ وزکوۃ وغیرہ کے وجوب کے منکر ہیں (باطنی) بعض

ہر نماز کی دو ہی رکعتیں فرض سمجھتے ہیں بعض معاد جسمانی کا انکار کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ فرق اسلام کے معتقدات دیکھے جائیں تو ظاہر ہوگا کہ بہت سے فرقوں نے بہت سی ضروریات اسلام کا انکار کیا ہے تو کیا ان کے انکار سے یہ امور ضروریات اسلام سے خارج ہوں گے یا خود منکرین خارج از دین اسلام ہوں گے۔ بیشک وہ لوگ جو منکر ضروری اسلام ہیں خارج از دین اسلام ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بعض مدعیان اسلام سے کسی امر ضروری دین اسلام کا انکار ثابت ہوا تو جملہ علماء اسلام نے ان کی تکفیر پر اتفاق کیا اور قول متفق علیہ یقتل مدعی النبوۃ اسی قبیل سے ہے ملاحظہ ہو شرح لمعہ تبصرہ علامہ ارشاد الاذہان۔ شرائع الاسلام۔ جواہر الکلام۔ وغیرہ وغیرہ۔

قال پس چوں ثابت شد کہ مسلمانان باستہ محمدیہ قائل اند بہ نبوت و رسالت بعضے از افراد اسلام ... ثابت شد کہ نبی و رسول نہ بودن ہیچ یکے از موجودات بعد زمان آنحضرت نہ ضروری اسلام ... ضروری مذہب و باطل شد قول کسے کہ مدعی ... باینکہ اعتقاد بہ نبوۃ کسی بعد زمان آنحضرت خلاف ضروری اسلام است۔

اقول ہماری تحریرات بالا سے مثل آفتاب نصف النہار ظاہر اور آشکار ہوا کہ آنحضرۃ کے بعد نبوت کا دعویٰ بیشک خلاف ضروری اسلام ہے۔ اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص آنحضرت کے بعد کسی کی نبوۃ کا قائل ہو اور مسلمان رہ سکے۔ اور کوئی شخص کسی امر ضروری اسلام کا منکر ہو اور مرتد نہ ٹھہرایا جائے۔ دیکھئے جب شیخ احمد احسائی نے تین ایسے مسائل میں جو ضروری اسلام ہیں علماء سے اختلاف کیا تو جملہ علمائے عرب و عجم نے انکی تکفیر کی چنانچہ انکے مکفرین میں سے بعض علماء کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں اول فاضل متقی حاجی ملا محمد تقی قزوینی الملقب بشہید ثالث صاحب کتاب مجالس المتقین۔ دوم العالم الاجل الالمعی آقا سید مہدی خلف آقا سید علی صاحب شرح کبیر۔ سوم استاد الفقہاء شریف العلماء استاد شیخ مرتضیٰ انصاری صاحب حجیتہ مظنہ۔ چہارم عالم جلیل حاجی ملا محمد جعفر استر آبادی صاحب مداین العلوم۔ پنجم فاضل

نہم ملا آقائے دربندی صاحب اسرار الشہادات۔ دہم الفقیہ العظیم آقا سید ابراہیم مصنف کتاب دلائل الاحکام فی شرح شرائع الاسلام یازدہم عالم منقول و معقول شیخ محمد حسین صاحب فصول دوازدہم فقیہ لاثانی آقا شیخ محمد حسن نجفی مصنف کتاب مستطاب جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام ملاحظہ ہو قصص العلماء صفحہ (۴۰) **اور مرزائے قادیانی** کے جن اقوال پر انکی تکفیر کی گئی ان کے منجملہ یہ قول بھی ہے جو اُن کے بعض مصنفات میں مرقوم ہے "میں وہی رسول احمد ہوں جس کی بشارت قرآن مجید میں سورہ صف میں حضرت عیسیٰ کے اس قول میں منقول ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد پس ان عقاید کی نظر سے علماء پنجاب و ہندوستان نے مرزا صاحب قادیانی کے حق میں یہ فتوے لگایا ہے جو رسالہ اشاعت السنہ نمبر (۶) جلد (۱۳) میں چھپکر شایع ہوا ہے کہ "یہ شخص اسلام سے خارج ہے اور بتیع اور گمراہ ہے مسلمان اس سے احتراز کیا کریں نہ اسکو سلام کریں نہ دعوت مسنون میں بلائیں اور نہ اسکے پیچھے نمازیں اقتدا کریں اور وہ اگر ان ہی عقاید پر مرجائے تو اسکا جنازہ نہ پڑھیں" اور مرزا صاحب۔ اور ان کے مریدین کی نسبت جن علماء نے اہل سنت نے کفر کا فتوے دیا ہے انکے اسماء نامی حسب ذیل ہیں۔ مولانا مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی صاحب رسالہ اشاعۃ السنہ۔ مولانا مولوی نظیر حسین صاحب دہلوی۔ مولوی رشید احمد صاحب۔ مولوی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی۔ مولوی محمد منفعت علیہ صاحب مدرس مدرسہ دیوبند۔ مولوی محمد محمود صاحب۔ مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی۔ مولوی غلام رسول صاحب حنفی قاسمی۔ مولوی ابو عبید احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی محمد علی صاحب واعظ مولوی محمد اسحٰق صاحب مفتی پٹیالہ۔ مولوی محمد یاد صاحب پیش نماز مسجد طلائی لاہور۔ مولوی غلام احمد صاحب مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور۔ مولوی عبد اللہ صاحب مدرس دوم مدرسہ مذکور۔ مولوی غلام محمد البگوی امام مسجد شاہی لاہور۔ ملاحظہ ہو رسالہ اشاعۃ السنہ جلد نوزدہم بابتہ سنہ ۱۳۲۲ ہجری صفحہ (۱۳۵) انکے سوائے اور بہت سے علمائے اہل سنتہ نے مرزا صاحب اور انکے مریدین کے کفر کا فتوے دیا ہے ملاحظہ ہو رسالہ اللہ والعقاب علی المسیح الکذاب سنہ ۱۳۲۰

علماے مکفرین قادیانی صاحب

اب ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر چند ایسی حدیثیں نقل کریں جو اس امر پر نص ہیں کہ آنحضرتؐ پر نبوت ختم ہوگئی اور آپکے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور یہ قطعاً متواتر بالمعنے ہیں۔

پہلی حدیث عمرؓ اور سلمہؓ ابنا ے حضرت ام سلمہؓ کہتے ہیں کہ ہمنے ایک حج میں سنا کہ آنحضرتؐ نے حضرۃ امیرؑ کی نسبت فرمایا (وھو منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا ان اللہ ختم النبوۃ بی فلا نبوۃ بعدی) یعنے علی میری نسبت ایسے ہیں جیسے ہارون موسیٰ کی نسبت تھے مگر خدا ے تعالیٰ نے مجھپر نبوت ختم فرمادی ہے پس میرے بعد نبوۃ نہیں ہے بحار جلد (۹) باب حدیث المنزلۃ۔

دوسری حدیث کتاب ہدایۃ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے امیرالمؤمنین سے فرمایا۔ الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انک لست نبی یعنے یا علی کیا تم راضی نہیں کہ میری نسبت ایسے ہوں جیسے موسیٰ کی نسبت ہارون تھے مگر بیشک تم پیغمبر نہیں بحار جلد (۹) باب حدیث المنزلۃ

تیسری حدیث کشف الغمہ میں جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرۃ نے فرمایا یا علی یحل لک فی المسجد ما یحل لی الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا النبوۃ یعنے یا علی مسجد میں جو چیز مجھے جائز ہے وہ تم کو بھی جائز ہے کیا راضی نہیں کہ تم میری نسبت ایسے ہو جیسے موسیٰ کی نسبت ہارون تھے بغیر نبوت کے بحار جلد (۹) باب حدیث المنزلۃ **ایضاً** حیوۃ القلوب کی دوسری جلد بیان غزوہ تبوک میں بہ نقل تفسیر امام حسن عسکریؑ امام زین العابدینؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یا علی آیا نمی خواہی کہ نسبت تو بمن نسبت ہارون باشد بموسیٰ در ہمہ چیز بغیر پیغمبری۔ الغرض یہ حدیث انہی الفاظ چار سندوں سے مروی ہے جسکی تفصیل آخر کتاب ہذا میں آئیگی۔

چوتھی حدیث نہج البلاغہ کے خطبہ (۲۰۲) میں امیرالمؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں (سمعت رنۃ الشیطان حین نزل الوحی علیہ فقلت یا رسول اللہ ما ھذہ الرنۃ فقال

هذا الشیطان قد ائیس من عبادته انک تسمع ما اسمع وتری ما اری الا انک لست بنبی ولکنک وزیر وانک علی خیر یعنے ایک مرتبہ جب آنحضرت پر وحی نازل ہوتی تھی میں نے نالہ شیطان کو سنا حضرت سے عرض کی یا رسول اللہ یہ کیسا نالہ ہے آپ نے فرمایا یہ نالہ شیطان ہے جو اپنی اطاعت سے مایوس ہو کر فریاد کر رہا ہے یا علی میں جو سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور میں جو دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو مگر تم پیغمبر نہیں ہاں وزیر ہو اور ہمیشہ خیر پر ہو محصلاً بحار جلد (۹) از کشف الغمہ وکلمہ حق صفحہ (۱۰)۔

پانچویں حدیث مجلد ہفتم بحار کے باب الارواح التی فیہم وانہم مؤیدون بروح القدس میں مرقوم ہے عن حمران بن اعین قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام انبیاء انتم قال لا الخ۔ یعنے حمران بن اعین نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کی کیا آپ لوگ پیغمبر ہیں فرمایا نہیں۔ حمران نے عرض کی ایک شخص نے جو میرے نزدیک غیر متہم ہے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء ہیں۔ امام نے فرمایا وہ ابو الخطاب ہوگا۔ حمران نے عرض کی ہاں امام نے فرمایا اذا اهجر الخ یعنے اگر میں ایسا کہوں تو حقیقۃً ہذیان گو ہونگا الخ علامہ مجلسی امام کے اس قول کی شرح میں کہتے ہیں " یعنے یہ بات میں نے نہیں کہی ہے اور ابو الخطاب نے مجھ پر بہتان کیا ہے اگر میں ایسا کہتا تو میرا کلام ہذیان ہوتا اور مجھ جیسے آدمی سے ایسے ہذیانات صادر نہیں ہو سکتے۔ انتہی

چھٹی حدیث نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں آنحضرت کی پیغمبری پر جو خدا کے بندے اس کے رسول اس کے برگزیدہ اسکے دوست اس کے خلیل ہیں خدائے تعالیٰ نے آپکو اچھے زمانہ میں اور بوقت فترة (زمانہ میاں دو پیغمبر) وکفر اپنے بندوں پر رحم کرکے اور مزید احسان فرما کے مبعوث فرمایا ختم به نبوته وقوی به حجته وکلمہ حق صفحہ (۱۰) اور اپنی نبوۃ آپ پر ختم فرما دی اور اپنی حجۃ کو آپکے سبب سے قوی کر دیا۔

ساتویں حدیث حیوۃ القلوب کی جلد دوم باب (۴۲) صفحہ (۱۰۰) مطبوعہ نولکشور

میں بسند معتبر جابر بن عبداللہ انصاری سے ایک طولانی حدیث مروی ہے اس کا بعض یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ مرا عاقب نامیدند زیرا کہ من از عقب پیغمبران آمدم و بعد من پیغمبری نخیست (الی ان قال) و منم مقفے کہ از قفائے انبیاء مبعوث شدم یہ حدیث بحار الانوار کی جلد ششم میں باسناد کثیرہ مشہورہ مروی ہے۔

آٹھویں حدیث حیوۃ القلوب کی دوسری جلد باب (۱۳) صفحہ (۲۴۴) مطبوعہ نولکشور میں مرقوم ہے در احادیث صحیحہ و معتبرہ از امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام منقول است کہ جبرئیل علیہ السلام برائے حضرت رسول صلعم دو انار آورد از بہشت و با آنحضرت داد پس یکے را تناول نمود و دیگری را بدو نیم کرد و نصفے را بامیر المومنینؑ داد و نصف را خود تناول نمود و فرمود کہ یا علی انار اول را کہ ہمہ خوردم بسبب پیغمبری بود و ترا دران نصیبی نبود۔ دانار دوم علم بود و تو شریک منہستی در علم۔

نویں حدیث ابن بابویہ و سید ہاشم بحرانی اور صاحب جواہر الاخبار نے روایت کی ہے کہ محمد بن حرب نے حضرۃ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ بتوں کے توڑنے کے لئے امیر المومنینؑ نے کیوں آنحضرت کے دوش مبارک پر پاؤں رکھے اور کیوں آنحضرت امیر المومنینؑ کے دوش اقدس پر سوار نہ ہوئے آپ نے فرمایا۔ قال النبیؐ رسول اللہ نبی و امام و علیؑ و امام لیس بنبی ولا رسول فھو غیر مطیق بحمل اثقال النبوۃ ملخصًا (کلمۃ حق صفحہ ۱۲) یعنے آنحضرت نبی و رسول بھی تھے اور امام بھی تھے اور امیر المومنین فقط امام تھے نبی و رسول نہ تھے۔ پس نبوت کے اٹھانیکی آپ میں قوت نہ تھی انتہے ملخصًا **ایضًا** حق الیقین کے صفحہ (۸۰) مطبوعہ جعفری میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا چون حضرت رسول بر دوش من نشست از برائے ثقل رسالۃ و جلالت نبوۃ نتوانستم آنحضرت را حرکت داد پس حضرت تبسم فرمود و بزیر آمد و مرا بر دوش خود سوار کرد

دسویں حدیث حیوۃ القلوب کی پہلی جلد ص۸ مطبوعہ نولکشور میں ایک طولانی حدیث

مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے بسند موثق از حضرت امام رضا و بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام
منقول است (یہاں دونوں اماموں نے حضرت نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر
کرکے فرمایا) پس ہر پیغمبری کہ در ایام حضرت عیسیٰ و بعد از او بودند بر شریعت و منہاج او و
تابع کتاب او بودند تا زمان پیغمبر ما پس این پنج نفر اولوالعزم اند و بہترین انبیاء و رسل اند و شریعت
محمد مصطفےٰ صلعم منسوخ نمی گردد تا روز قیامت۔ و پیغمبری بعد از ان حضرت نیست و حلال
او حلال است تا روز قیامت و حرام او حرام است تا روز قیامت پس ہر کہ بعد از ان حضرت
دعوی پیغمبری کند یا بعد از قرآن کتابی بیاورد و دعوے کند کہ از جانب خدا است پس
خون او مباح است برائے ہر کہ بشنود این را کذا فی عیون الاخبار۔

گیارویں حدیث حق الیقین کے صفحہ (۳۳۵) مطبوعہ جعفری میں مرقوم ہے امام
رضا در رسالہ شرائع دین کہ از برائے مامون نوشتہ است فرمودہ است کہ محض خالص
اسلام آنست کہ گواہی بدہی کہ خدا یگانہ است و شریکی ندارد و مثل او چیزے نیست و
محمد صلعم بندہ او و رسول او است و خاتم پیغمبران است و بہترین انبیا است و پیغمبری
بعد او نیست ملخصاً۔

بارویں حدیث حیوۃ القلوب کی دوسری جلد کے پہلے باب میں مرقوم ہے بسند
ہائے معتبر از حضرت صادق منقول است کہ از حضرت رسول صلعم پرسیدند کہ بچہ سبب پیشی
گرفتی بر سائر پیغمبران و از ہمہ افضل شدی حالانکہ بعد از ہمہ مبعوث گردیدی۔ فرمود زیرا کہ
من اول کسی بودم کہ اقرار کردم بہ پروردگار و اول کسیکہ جواب گفت در وقتیکہ حق تعالےٰ
میثاق پیغمبران را گرفت و گواہ گرفت ایشاں را بر خود و گفت الست بربکم و ہمہ گفتند
بلےٰ پس من اول پیغمبری بودم کہ بلےٰ گفتم پس سبقت گرفتم بر ایشان در اقرار کردن بخدا

تیرویں حدیث ترجمہ عیون اخبار الرضا میں مرقوم ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے
فرمایا پس ہر کہ دعوے کند برائے پیغمبران ربوبیت را یا برائے امامان ربوبیتہ یا نبوت را

یا از برائے غیر امام امامت را ما از و بیزاریم در دنیا و آخرت کذا فی المجلد السابع من البحار فی باب نفی الغلو صفحہ ۲۴۶۔

چودھویں حدیث شیخ جلیل کشی نے معرفۃ الرجال کے صفحہ (۱۹۲) میں ابو بصیر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا۔ یا ابا محمد ابرأ ممن یزعم انا ارباب قلت بری اللّٰہ منہ فقال ابرأ ممن یزعم انا انبیا قلت بری اللّٰہ منہ یعنے اے ابو محمد اس شخص سے بیزاری اختیار کر جس کا یہ اعتقاد ہو کہ ہم خدا ہیں میں نے عرض کی خدا اس سے بیزار ہو پھر فرمایا کہ اس شخص سے بھی بیزاری اختیار کر جس کا یہ اعتقاد ہو کہ ہم پیغمبر ہیں میں نے عرض کی خدا اس سے بری ہو **ایضاً** بحار کی جلد ہفتم باب نفی الغلو میں بسند ثانی مرقوم ہے کہ صادق ؑ نے فرمایا یا ابا عبد اللّٰہ ابرأ ممن قال انا انبیاء صفحہ (۲۵۱)۔

پندرھویں حدیث معرفۃ الرجال کشی کے صفحہ (۱۹۳) میں مروی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا من قال انا انبیاء فعلیہ لعنۃ اللّٰہ یعنے جو شخص ہم کو پیغمبر کہے اس پر خدا کی لعنت کذا فی البحار فی مجلد السابع باب نفی الغلو۔

سولھویں حدیث حیوۃ القلوب کی جلد دوم کے باب ششم صفحہ (۱۰۴) مطبوعہ نولکشور میں مرقوم ہے دو در حدیث معتبر وارد است کہ چون حضرت رسول صلعم فتح خیبر فرمود۔ دراز گوشی سیاہی غنیمت گرفت دراز گوش بہ آنحضرت بسخن آمد و گفت از نسل جد من شصت دراز گوش بہم رسیدہ کہ ہیچک را بغیر از پیغمبران سوار نشدہ اند و از نسل جد من بغیر از من نماندہ است و از پیغمبران بغیر از تو نماندہ است و من پیوستہ انتظار تو می بردم الخ

سترھویں حدیث حیوۃ القلوب کی دوسری جلد بیان معراج میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا و باز ملائکہ چون این شہادت را شنیدند بسوے من دویدند و درہاے آسمان را کشودند و گفتند مرحبا پیغمبر اول کہ پیش از ہمہ خلق آفریدہ شدہ و از ہمہ افضل است و آخر

کہ بعد از پیغمبران مبعوث گردیدہ است وحاشر کہ در زمان او قیامت برپا خواہد شد الخ۔

اٹھارویں حدیث اسی کتاب کے اسی بیان میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا
چون جبرئیل در آسمان اول راکوبید ملائکہ گفتند کیست گفت منم جبرئیل گفت ہمراہ تو کیست
گفت محمد است گفتند مبعوث گردیدہ است گفت بلی در را کشودند وگفتند مرحبا اے برادر
بزرگوار واے خلیفہ پروردگار واے برگزیدہ جبار توئی خاتم پیغمبران وبعد از تو پیغمبری نیست

انیسویں حدیث بحار الانوار کے مجلد نہم باب اشتراکہ مع نبینا فی جمیع الفضائل سوی النبوۃ میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یا علی ما سئلت ربی شیئا الا سالت لک مثلہ غیر انہ قال لا نبوۃ بعدک یعنی یا علی جو چیز میں نے خدا تعالیٰ سے اپنے لئے طلب کی مثل اسکے تمہارے لئے طلب کی بغیر اس کے کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ تیرے بعد نبوت نہیں ہے۔

بیسویں حدیث اسی بحار کے اسی باب میں مرقوم ہے جسکا محصل یہ ہے کہ ابن الکوا نے امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ ذو القرنین نبی تھے یا بادشاہ آپ نے فرمایا لم یکن نبیا ولا ملکا ولکنہ کان عبدا احب اللہ فاحبہ اللہ ونصح للہ فنصحہ اللہ وفیکم مثلہ یعنی نہ پیغمبر تھے نہ بادشاہ بلکہ ایک بندے تھے کہ انھوں نے خدائے تعالیٰ سے محبت کی پس خدائے تعالیٰ نے ان سے محبت کی انھوں نے راہ خدا میں (بندگان خدا کی) خیرخواہی کی اور خدا نے انکی خیرخواہی کی اور تم میں انکا مثل موجود ہے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت امیر نے جو فرمایا وفیکم مثلہ اس سے مراد خود امیر المومنین کی ذات مقدس ہے اور احادیث مشہورہ میں وارد ہوا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام اس امت کے ذو القرنین ہیں اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح ذو القرنین باعدم نبوۃ عبد صالح مؤید من عند اللہ ملہم بالہام اللہ مطاع خلق باذن اللہ تھے اسیطرح امیر المومنینؑ بھی تھے موضع الحاجۃ من کلام

اکیسویں حدیث بحار الانوار کی جلد نہم باب جوامع مناقبہ صفحہ (۵۱۵) مطبوعہ

قدیم میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اخصمك یا علی بالنبوۃ فلا نبوۃ بعدی وتخصم بسبع ولا یحاجك احد من قریش الخ یعنے یا علی میں تم پر نبوت کے سبب غلبہ کرونگا کیونکہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ اور تم سات چیزوں میں سب پر غلبہ کروگے کیونکہ قریش میں کوئی ایسا نہیں کہ ان سات صفتوں میں تم سے مقابلہ کر سکے۔ تم نے ان سب سے پہلے اسلام اختیار کیا۔ عہد خدا پر سب سے بڑھکر وفا کی۔ خدا کے کام سب سے بڑھکر بجالائے۔ سب سے زیادہ تقسیم بالسویہ کرتے ہو۔ سب سے بڑھکر عادل۔ سب سے بڑھ کر قاضی۔ اور خدا کے نزدیک سب سے افضل ہو۔ **ایضاً** اسی کتاب کے باب مکارم اخلاقہ صفحہ (۶۱۱) میں بسند ثانی مثل اس کے مروی ہے اور اس میں بجائے اخصمك احاجك مرقوم ہے۔

بائیسویں[۲۲] حدیث بحار کی نویں جلد باب المعجزات صفحہ (۶۵۳) مطبوعہ قدیم میں مرقوم ہے کہ ایک راہب نے حضرت امیر علیہ السلام سے ایک معجزہ عظیمہ معائنہ کرکے عرض کی اانت نبی مرسل قال لا قال فملك مقرب قال لا قال فمن انت قال انا وصی رسول اللہ محمد بن عبداللہ خاتم النبین الخ یعنے کیا آپ پیغمبر مرسل ہیں حضرت امیر نے فرمایا نہیں اس نے کہا کیا آپ فرشتہ مقرب ہیں آپ نے فرمایا نہیں راہب نے عرض کی پھر آپ کون ہیں حضرت نے فرمایا میں خاتم الانبیاء کا وصی ہوں۔

تیئیسویں[۲۳] حدیث حیوۃ القلوب کی دوسری جلد بیان حجۃ الوداع صفحہ (۱۰۰) میں مذکور ہے کہ آنحضرت نے بعد فراغ حج ایک خطبہ پڑھا جس کے آخر میں فرمایا پس آنچہ گفتم بشما حاضران شما بغائبان برسانند بدرستیکہ پیغمبری بعد از من نخواہد بود الخ۔

چوبیسویں حدیث بحار کی نویں جلد باب قولہ تعالیٰ ولما ضرب ابن مریم مثلا الآیہ میں ربیعہ بن ناجد سے مروی ہے عن علی علیہ السلام قال دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فقال ان فیک مثلا من عیسیٰ ابغضہ الیہود حتی بھتوا امہ واحبتہ النصاری

حتی انزلوہ المنزل الذی لیس لہ الا فانہ یھلک فی اثنان محب مفرط بما لیس فی
ومبغض یحملہ شنانی علی ان یبھتنی - الا انی لست بنبی ولا یوحی الی

ولکنی اعمل بکتاب اللہ وسنۃ نبیہ ۲ الخ

حضرت امیر فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت نے طلب فرماکر ارشاد فرمایا یا علی تم عیسیٰ[۲۴] کی مثال ہو کہ ان سے یہود نے دشمنی کی یہانتک کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھا اور ان سے نصاریٰ نے محبت کی تا آنکہ انکو ایک ایسے مقام پر پہونچایا جو اس کے سزاوار نہ تھے - پھر حضرت امیر فرماتے ہیں آگاہ ہو کہ میرے بارے میں دو قومیں گمراہ ہونگی ایک محب مفرط کہ جو چیز مجھ میں نہیں اسکی نسبت میری طرف لگائے گی دوسری قوم دشمن جو میری عداوۃ سے مجھپر بہتان کریگی آگاہ ہو کہ بیشک میں پیغمبر نہیں اور نہ میری طرف وحی آتی ہے بلکہ میں کتاب خدا اور سنت رسول خدا پر عمل کرتا ہوں

پچیسویں[۲۵] حدیث حیوۃ القلوب کی دوسری جلد بیان مباہلہ صفحہ (۴۹۰) مطبوعہ نولکشور میں باسناد معتبر منقول ہے کہ جب نجران کے علماء میں مناظرہ ہوا تو تصفیہ کے لئے کتاب جامعہ ... جو ... تھی نکالی گئی ... آدم بھی تھا اسکی مصباح دوم کی عبارت کا خلاصہ یہ تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم منم آن خداوندیکہ بجز از من خداوندی نیست بدرستیکہ خواہم فرستاد بسوے ایشان (بندگان) پیغمبران خود را و خواہم فرستاد بسوے ایشان کتابہاے خود را از زمان اول البشر (کہ آدم است) تا منتہی می شود احمد پیغمبر من پس حضرت آدم گفت خداوندا ان پیغمبران کیستند واحمدی کہ اورا رفعت دادی و بزرگوار گردانیدی از ایشان کیست خداوند عالمیان فرمود ہمگی از ذریت تو خواہند بود واحمد آخر ایشان است

چھبیسویں[۲۶] حدیث اسی کتاب کے اسی بیان صفحہ (۴۹۲) میں مرقوم ہے کہ پھر اہل نجران نے کتاب جامعہ سے صحیفہ ابراہیم نکالکر پڑھا کہ جب ابراہیم نے تابوت آدم کو دیکھا اس میں پیغمبران اولوالعزم اور انکے اوصیاء کی تعداد کے موافق گھر پائے

(یہاں سے اصل عبارت یہ ہے) و نظر کرد در ہر یک خانہ ہا تا بجانہ محمد رسید کہ آخر پیغمبرانست وازدست راست او حضرت علی ابن ابی طالب را دید در صورتی عظیم (الے ان قال) پس حضرت ابراہیم گفت کہ اے خداوند من کیست این خلق بزرگوار۔ خداوند عالمیان وحی کرد باو کہ این بندہ و برگزیدہ من است واو ست فاتح کہ فتح خواہد نمود ابواب علم وحکمت را بر خلایق یا پیش از ہمہ خلایق خلق شدہ است و خاتم پیغمبرانست واین صورت دیگر ہم اوست کہ وارث علوم اوست پس حضرت ابراہیم گفت الٰہی فاتح و خاتم کیست خداوند عالمیان فرمود کہ محمد است برگزیدہ من کہ پیش از جمیع خلق روح او را آفریدہ ام (الے ان قال) واو را مبعوث خواہم کرد در آخر الزمان تا دین را کامل گرداند۔ وبا و ختم نمایم رسالت خود را و این علی است برادر او و صدیق اکبر الخ۔

ستائیسویں[٢٧] حدیث ایضاً اسی بیان کے صفحہ (٤٩٤) میں مرقوم ہے کہ توریت کے سفر دوم میں لکھا تھا کہ محمد خاتم پیغمبران من است۔ و بر امت او قائم می گردد قیامت۔

اٹھائیسویں[٢٨] حدیث اسی بیان او اسی صفحہ میں مرقوم ہے کہ حضرت عیسیٰ کی انجیل میں لکھا تھا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا پس ایمان بیاورید بمن و برسول من کہ بعد ازین خواہم فرستاد کہ در آخر الزمان آید (الے ان قال) واو اول است و آخر یعنے اول ہمہ است بسبب خلقت روح و آخر ایشان است بسبب مبعوث شدن بر خلایق واوست پیغمبری کہ بعد از ہمہ پیغمبران خواہد آمد وحشر در زمان او خواہد شد الخ

انتیسویں[٢٩] حدیث بحار کی جلد ہفتم باب الفرق بینہم و بین الانبیاء صفحہ (٢٩١) میں مرقوم ہے کہ راوی نے امام محمد باقرؑ سے عرض کی کیا آپ نے نہیں فرمایا کہ امیر المومنینؑ محدث تھے آپ نے فرمایا ہاں میں نے یہ بات کہی ہے۔ راوی نے عرض کی امیر المومنینؑ سے کون باتیں کرتا تھا آپ نے فرمایا فرشتہ۔ راوی نے کہا اقول انہ نبی او رسول قال لا بل مثلہ مثل صاحب سلیمان و مثل صاحب موسیٰ و مثل ذی القرنین۔ کیا میں امیر المومنین کو نبی یا رسول کہوں امام نے

فرمایا نہیں بلکہ آپکی مثال مثل صاحب سلیمانؑ (آصف بن برخیا) وصاحب موسیٰ وذوالقرنین ہے۔ علامہ مجلسی اسکی شرح میں فرماتے ہیں کہ صاحب موسیٰ سے مراد یوشع یا خضر ہیں اور اس حدیث کی بنا پر ضرور ہے کہ ان دونوں میں سے ایک پیغمبر نہو **ایضاً** اسی باب میں اسناد کثیرہ مشہورہ کئی حدیثیں قریب اس کے مروی ہیں۔

تیسویں[۳۰] حدیث اسی کتاب اور اسی بابکے صفحہ (۲۹۳) میں برید بن معاویہ سے مروی ہے کہ اس نے امام محمد باقر سے پوچھا **مامنزلکم ومن تشبھون ممن مضی فقال کصاحب موسیٰ وذی القرنین کانا عالمین ولم یکونا نبیین** یعنے آپ کا کیا مرتبہ ہے اور آپ گذشتہ لوگوں میں سے کس کے ساتھ مشابہ ہیں امام نے فرمایا ہم مثل صاحب موسیٰ ومثل ذوالقرنین ہیں کہ وہ دونوں عالم تھے اور پیغمبر نہ تھے **ایضاً** بسند ثانی صادق علیہ السلام سے بھی قریب اس کے مروی ہے۔

اکتیسویں[۳۱] حدیث اصول کافی باب فی ان الائمہ بمن یشبھون ممن مضی۔ میں مروی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا **ان اللہ عز ذکرہ ختم بنبیکم النبیین فلا نبی بعدہ ابدا وختم بکتابکم الکتب فلا کتاب بعدہ ابدا** یعنے بیشک خدانے تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر کے ساتھ تمام پیغمبروں کو ختم فرمایا اب آپکے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں۔ اور تمہاری کتاب (قرآن شریف) کے ساتھ تمام کتابوں کو ختم فرمایا اب اسکے بعد قیامت تک کوئی کتاب نہیں کذا فی البحار۔

بتیسویں[۳۲] حدیث جلد ہفتم بحار صفحہ (۲۹۵) میں مرقوم ہے کہ صادق علیہ السلام نے فرمایا **انما الوقوف علینا فی الحلال والحرام فاما النبوۃ فلا**۔ اس کی شرح میں مجلسی فرماتے ہیں یعنے تم پر واجب ہے کہ حلال وحرام کا علم حاصل کرنے کیلئے ہمارے نزدیک ٹھہرے رہو اور ہمارے دروازوں پر قیام کرو نہ یہ کہ ہمکو پیغمبر کہو اگرچہ علم حلال وحرام کا اثبات ہم پر موقوف رکھو کہ ہم پیغمبر کے نائب ہیں اور اس سے تجاوز

کر کے ہم میں نبوۃ کا اثبات نکرو۔

تینتیسویں حدیث بحار جلد (۹) باب نصوص النبی علی الائمۃ صفحہ (۱۸۵) مطبوعہ قدیم میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے عرض کی یا رسول اللہ ھل یکون بعدک رسول قال لا انا خاتم النبیین ولکن یکون بعدی ائمۃ من ذریتی الخ یا رسول اللہ کیا آپ کے بعد کوئی پیغمبر ہوگا حضرت نے فرمایا نہیں کیونکہ میں آخر پیغمبران ہوں لکن میرے بعد میری ذریۃ سے امام ہونگے۔

چونتیسویں حدیث اصول کافی باب فی ان الائمۃ بمن یشبھون میں محمد بن مسلم سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے سنا حضرت صادقؑ فرماتے تھے الائمۃ بمنزلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ الا انھم لیسوا بانبیاء یعنے ائمہ آنحضرت کے مقام پر ہیں مگر وہ پیغمبر نہیں ہیں۔

پینتیسویں حدیث اسی کتاب کے اسی باب صفحہ (۱۶۵) مطبوعہ نولکشور میں ایک طولانی حدیث مروی ہے جسکا بعض یہ ہے سدیر کہتے ہیں میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کی ہمارے پاس ایک ایسی قوم ہے جو آپ کو پیغمبر جانتی ہے فقال یا سدیر سمعی وبصری وشعری وبشری ولحمی ودمی من ھولاء بریٔ وبری اللہ منھم ورسولہ ما ھولاء علی دینی ولا علے دین ابائی لا یجمعنی اللہ وایاھم یوم القیامۃ الا وھو ساخط علیھم یعنے یہ سنکر حضرت نے فرمایا اے سدیر میری آنکھیں اور کان اور بال اور کھال اور گوشت اور خون اُن لوگوں سے بیزار ہیں اور خدا اور رسول اُن سے بری ہیں۔ وہ لوگ میرے دین اور میرے آبا واجداد کے دین پر نہیں ہیں۔ خدائے تعالیٰ مجھے اور ان لوگوں کو بروز قیامت جمع نفرمائے مگر ایسی حالت میں کہ خدا اُن پر غضبناک رہے۔

چھتیسویں حدیث حیوۃ القلوب کی جلد (۲) باب (۴۴) صفحہ (۶۶۳) مطبوعہ نولکشور میں بسندہائے معتبر ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین نے آنحضرت کی غسل

وتکفین کے بعد فرمایا۔ پدر و مادرم فدائے تو باد طیب نیکو و پاکیزہ بودی در حیات و بعد از موت و منقطع شد بوفات تو آنچہ منقطع نشدہ بود بوفات احدے از خلق از پیغمبری و نازل شدن وحی ہائے آسمانی۔

سینتیسویں حدیث کتاب جلاء العیون بیان ولادۂ امیر المومنین علیہ السلام میں مرقوم ہے وکلینی بسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ چون حضرت (رسول) متولد شد نزد ولادت آنحضرت معجزات بسیار ظاہر شد و برائے آنشہ قصر ہائے فارس و شام نمودار شد فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین حاضر بود از مشاہدہ آن آیات متعجب و شاد گردید۔ بسوے ابوطالب شتافت و او را بشارت داد بولادت آنحضرت و غرائبی کہ مشاہدہ نمودہ بود ذکر کرد۔ ابوطالب گفت صبر کن سی سال دیگر کہ فرزندی از تو بہم خواہد رسید کہ در ہمہ کمالات مانند او باشد بغیر از پیغمبری ... وزیر او خواہد بود کذا فی البحار فی المجلد التاسع

اڑتیسویں حدیث شرح لمعہ دمشقیہ کی کتاب الصلوٰۃ بحث سلام میں منجملہ سلامہائے مسنون کے اس سلام کو لکھا ہے۔ السلام علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ

انتالیسویں حدیث مجلد ہفتم بحار کے ... علومہم میں مرقوم ہے امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ہمارے علوم کی ایک جہت ... بھی ہے اور خود آپنے اس کی تفسیر اس طرح فرمائی اما الحادث فقذف فی القلوب و نقر فی الاسماع وھو افضل علمنا ولا نبی بعد نبینا۔ یعنے دل میں الہام ہونے اور کانوں میں فرشتوں کی آواز پہونچنے کو حادث کہتے ہیں۔ وہ ہمارا بہترین علم ہے اور ہمارے پیغمبر کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے اسکی شرح میں علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ چونکہ الہام اور فرشتوں کی باتوں سے ائمہ علیہم السلام کی نبوت کا وہم ہوتا تھا اس لئے امام نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے

چالیسویں حدیث نہج البلاغہ کے خطبہ (۱۰۱) میں امیر المومنین کا بعض کلام معجز نظام یہ ہے بلی تعاہدہم بالحجج علی السن الخیرۃ من انبیائہ ومتحملی ودائع رسالتہ قرنا فقرنا حتی تمت بنبینا محمد صلی اللہ علیہ والہ حجتہ (کلمہ حق صفحہ ۹) یعنے بلکہ خلاق عالم نے

اپنے انبیائے برگزیدہ اور متحملین رسالت کے ذریعہ سے اپنے بندوں پر ہر زمانے میں حجتیں قائم فرمائیں یہانتک کہ حجتہ (نبوۃ) ہمارے پیغمبر کے ساتھ ختم ہوئی۔

اکتالیسویں[۴۱] حدیث زاد المعاد کے باب زیارات میں بسند معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو دعائے ندبہ منقول ہے جس کا پڑھنا اعیاد میں مستحب ہے اسکا ایک فقرہ یہ ہے الی ان انتھیت الامر الی حبیبک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اس فقرہ کا اور بعض فقرات سابقہ کا مضمون یہ ہے کہ اے پروردگار تونے ہدایت خلق کے واسطے انبیاء مقرر فرمائے اور انپر فرشتے نازل کئے وحی بھیجی نشانیاں مقرر کیں یہانتک کہ اس امر (نبوۃ) کو اپنے حبیب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ختم فرما دیا۔

بیالیسویں[۴۲] حدیث حیوٰۃ القلوب کی جلد دوم کے باب (۲) صفحہ (۱۰۱) مطبوعہ نولکشور میں بسند معتبر ایک طولانی حدیث منقول ہے جس کا بعض یہ ہے پیغمبری از عرب مبعوث خواہد شد از فرزندان ابراہیم خلیل از شہر مکہ واورا چند نام خواہد بود محمد وعبداللہ ویسین وفتاح وخاتم وحاشر وعاقب وماحی وقائد (الی ان قال) وحق تعالی خلق نکردہ است احدی نہ ملک مقرب نہ پیغمبر مرسل از آدم تا آخر پیغمبران کہ بہتر ومحبوب تر باشد نزد خدا از او الخ۔

تنتالیسویں[۴۳] حدیث صحیفہ کاملہ کی دعائے چہارم میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں فی کل دھر وزمان ارسلت فیه رسولا واقمت لاھله دلیلا من لدن آدم الی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ یعنے ہر زمانے میں تونے پیغمبر کو بھیجا اور اس زمانے والوں کے لئے وسیلہ قائم فرمائی آدم علیہ السلام سے محمد مصطفٰے صلعم تک۔

چوالیسویں[۴۴] حدیث بحار الانوار کی جلد (۹) باب ما بین من مناقب نفسہ میں حضرت امیر سے ایک طولانی حدیث مروی ہے کہ جس کا بعض یہ ہے کہ آپ نے فرمایا انا وارث علم الاولین وحجۃ اللہ علی العالمین بعد الانبیاء ومحمد بن عبداللہ خاتم النبیین الخ

یعنے میں علمِ اولین کا وارث اور تمام پیغمبروں کے بعد حجۃ خدا ہوں اور آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں۔

پینتالیسویں حدیث حیات القلوب کی جلد اول بیان عدد انبیا میں بسند معتبر منقول ہے مروی است از اہل شام از حضرت امیر المومنین سوال نمود از پنج نفر از انبیاء کہ بعربی سخن گفتہ اند فرمود کہ ہود و صالح و شعیب و اسمٰعیل و محمد اند الخ **ایضاً** اسی کتاب کے اسی بیان میں مرقوم ہے و در حدیث معتبر از حضرت صادقؑ منقول است کہ حق تعالے پیغمبری از عرب نفرستادہ است مگر پنج پیغمبر۔ ہود و صالح و اسمٰعیل و شعیب و محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہ خاتم پیغمبران است صفحہ (۹) **ایضاً** اسی بیان صفحہ (۱۰) مطبوعہ نولکشور میں بسند معتبر ایک طولانی حدیث منقول ہے جس کا بعض یہ ہے و پنج کس از ایشان از عرب بودند۔ ہود علیہ السلام و صالح علیہ السلام و شعیب علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ پینتالیس حدیثیں خاکسار نے کتب معتبرہ شیعہ سے نقل کی ہیں جو قطعاً متواتر بالمعنے ہیں جن سے ثابت ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہوگئی اور آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ اور ان میں سے متعدد حدیثیں ایسی ہیں جو ہر ایک باسناد کثیرہ مشہورہ مروی ہیں اور یہ سب حدیثیں حدیث متواتر باللفظ **لا نبی بعدی** کے سواے ہیں جسکا تواتر انشاء اللہ تعالے اسکے مقام پر ثابت کیا جائیگا اور احادیث متواترہ کا مخالف یا گمراہ ہے یا دیوانہ **اب** حقیر اس مقام پر چند ایسی حدیثیں نقل کرتا ہے جن سے ثابت ہے کہ آنحضرت جملہ بنی آدم سے اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے افضل ہیں اور یہ حدیثیں بھی بالیقین متواتر ہیں جنکی تفصیل بحار الانوار میں ہے اور حیات القلوب کی جلد دوم کے باب (۹) صفحہ (۱۲۶) مطبوعہ نولکشور میں مرقوم ہے و در احادیث متواترہ منقول است کہ آنحضرت فرمود کہ من سید و بہترین فرزندان آدمم و فخر نمی کنم

اور حق الیقین کے صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ جعفری میں مرقوم ہے وافضلیت آنحضرت بر سائر خلق ضروری دین اسلام است۔ اور معلوم ہے کہ منکر ضروری دین اسلام خارج از دین اسلام ہے

اب اُن احادیث کی کسی قدر تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلی حدیث حیواۃ القلوب جلد (۲) باب (۹) میں مرقوم ہے در حدیث معتبر دیگر (آنحضرت) فرمود کہ حق تعالیٰ اسلام را بر دست من ظاہر گردانید و قرآن را بر من فرستاد و وکعبہ را بر من فتح کرد۔ و مرا بر جمیع خلق خود فضیلت داد و مرا در دنیا سید فرزندان آدم گردانید و در آخرۃ مرا زینت قیامت کرد الخ۔

دوسری حدیث حیواۃ القلوب کی جلد (۲) باب (۴۷) میں مرقوم ہے کہ انجیل میں آنحضرت کا حال اس طرح لکھا ہے کہ خدا ے تعالیٰ نے فرمایا کہ از ہمہ خلق منزلت او بمن نزدیک تر است وشفاعتہ او نزد من از ہمہ کس مقبول تر است الخ۔

تیسری حدیث اسی جلد کے صفحہ [illegible] مطبوعہ نولکشور میں مرقوم ہے وبسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق منقول است کہ [illegible] صلواۃ اللہ علیہما دو نور بودند نزد خداوند عالمیان دو ہزار سال پیش از آنکہ حق تعالیٰ خلائق را ایجاد کند پس چون ملائکہ آن دو نور را دیدند یکے را اصل یافتند و از آن شعاعی لامع گردیدہ بود کہ فرع آن بود پس گفتند خداوندا این چہ نور است حق تعالیٰ وحی نمود بسوے ایشان کہ این نوریست از نور ہاے من کہ اصلش پیغمبریست و فرعش امامۃ است اما پیغمبری از محمد است بندہ و رسول من۔ و اما امامت پس از علی است حجتہ و خلیفہ من و اگر ایشان نمی بودند ہیچ یک از خلق را نمی آفریدم۔

چوتھی حدیث حیواۃ القلوب کی دوسری جلد کے باب ۴۷ میں مرقوم ہے کہ حضرت آدمؑ کو خدا نے تمام پیغمبروں اور ائمہ کے نور دکھلائے آنحضرت کا نور ان سب میں زیادہ روشن تھا اور اسکے اطراف حضرت امیر المومنین اور جناب سیدہ اور حسن و حسین علیہم السلام کے نور تھے حضرت آدم علیہ السلام نے خدا ے تعالیٰ سے آنحضرت کے نور کا حال دریافت

کیا خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ این نور بزرگوار احمد است بهتر ایشان و بهتر از همه خلائق الخ

پانچویں حدیث حیاۃ القلوب جلد (۲) صفحہ ۵ میں مرقوم ہے و در حدیث معتبر از حضرت امیر المومنین منقول است کہ فرمود منم بندۂ خدا و برادر رسول خدا و بسیار تصدیق کنندہ مند وز اول بتحقیق کہ باو ایمان آوردم و تصدیق او نمودم در ہنگامیکہ ہنوز روح آدم ببدن او تعلق نگرفتہ بود و درامت شما نیز اول کسیکہ تصدیق او کردمن بودم پس مائیم پیشی گیرندگان در اول و آخر۔

چھٹی حدیث حق الیقین مطبوعہ جعفری کے صفحہ ۳۱۶ میں مرقوم ہے فرات بن ابراہیم روایت کردہ است از حضرت صادق کہ رسول خدا فرمود یا علی تو در قیامتہ بنور من متوسل می شوی و من بنور خدا و فرزندان تو بنور تو و شیعیان تو بنور ذریتہ تو۔

ساتویں حدیث جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کی وفات کے بعد جو مرثیہ امیر المومنین علیہ السلام نے پڑھا اس کا آخر شعر یہ ہے ؎ اذا اراس اھل البیت وتمے بہ الغم من الناس الجفاء (ملاحظہ ہو رسالہ اہل بیت مصنفہ جناب مولوی مقبول احمد صاحب صفحہ ۱۹) اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب سردار اہل بیت نے وفات پائی تو اہل بیت پر جفائے مردم شروع ہو گئی۔

آٹھویں حدیث حیاۃ القلوب کی جلد (۲) باب (۶) میں مرقوم ہے در حدیث موثق روایتہ کردہ است کہ حسن بن فضال از حضرت امام رضا علیہ السلام پرسید کہ بچہ سبب حضرت رسالت پناہ صلعم را ابو القاسم کنیت کردہ اند۔ فرمود زیرا کہ فرزند او قاسم نام داشت حسن گفت کہ عرض کردم کہ آیا مرا قابل زیادہ ازین می دانی فرمود کہ بلے مگر نمی دانی کہ حضرت رسول صلعم فرمود کہ من و علی دو پدر این امتیم گفتم بلے فرمود مگر نمی دانی کہ حضرت رسول صلعم پدر جمیع امت است گفتم بلے فرمود کہ مگر نمی دانی کہ علی قسمت کنندۂ بہشت و دوزخ است گفتم بلے فرمود کہ پس پیغمبر پدر قسمت کنندہ بہشت و دوزخ است و باین سبب حق تعالیٰ

اورا ابوالقاسم کنیت دادہ است گفتم پدر بودن ایشان چہ معنے دارد فرمود کہ یعنے شفقت حضرت رسول صلی اللہ علیہ والہ نسبت جمیع امت خود مانند شفقت پدران است بر فرزندان وعلی بہترین امت آنحضرت است الخ۔

نویں حدیث ترجمہ جزو ثانی عیون اخبار الرضا میں ایک طولانی حدیث مرقوم ہے جسکا بعض یہ ہے کہ امام رضا نے فرمایا کہ ما تابع آنحضرتیم وا تابع امر پروردگار و حق تعالی فرمودہ است

دسویں حدیث حیواۃ القلوب جلد (۲) باب (۹) در حدیث معتبر مرویست کہ حضرت رسول اللہ صلعم فرمود یا علی بدرستیکہ حق تعالی مشرف شد بر دنیا پس مرا اختیار کرد بر مردان عالمیان۔ پس ترا اختیار کرد بر مردان عالم بعد از من پس امامان فرزندان ترا اختیار کرد بر فرزندان عالمیان بعد از تو پس فاطمہ را اختیار کرد بر زنان عالمیان۔

ایضاً اسی باب میں مرقوم ہے در حدیث معتبر دیگر فرمود کہ حق تعالی عرب را از سائر مردم اختیار کرد و قریش را از عرب اختیار کرد و بنی ہاشم را از قریش اختیار کرد و فرزندان عبدالمطلب را از بنی ہاشم اختیار کرد و مرا از فرزندان عبدالمطلب اختیار کرد۔ قریب اسکے کئی حدیثیں باسناد معتبرہ مشہورہ مروی ہیں۔

گیارھویں حدیث حیواۃ القلوب جلد (۲) باب (۹) صفحہ ۱۲۳ میں مرقوم ہے در احادیث بسیار از حضرت امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادق علیہ السلام منقول است (الی ان قال) ومحمد صلے اللہ علیہ والہ را فضیلت ہست بر ہر کہ خدا خلق کردہ است وا دست درگاہ خدا کہ بجز آنجا مہی توان رسید مگر از و الخ۔

بارویں حدیث اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۵ مطبوعہ نولکشور میں مرقوم ہے بسند معتبر از حضرت صادقؑ منقول است کہ فرمود خدا را تعظیم کنید و پیغمبر او را تعظیم کنید و بر رسول خدا احدے را فضیلت ندہید کہ خدا او را بر ہمہ فضیلت دادہ است۔

تیرویں حدیث اسی صفحہ میں مرقوم ہے و بسند معتبر دیگر منقول است کہ از آنحضرت

پرسیدند کہ آیا محمد بہترین فرزندان آدم بود گفت واللہ کہ بہترین مخلوقات الٰہی بود۔

چودھویں حدیث حیاۃ القلوب جلد (۲) باب (۱۳) صفحہ ۱۴۲ در حدیث معتبر از حضرت امام محمد باقر منقول است کہ حق تعالیٰ پیغمبر باید کہ نمی داند تاویلات متشابہات قرآن را مگر خدا و راسخان در علم۔ پس رسول خدا بہترین راسخان در علم بود۔

پندرھویں حدیث اسی صفحہ میں مرقوم ہے در حدیث معتبر دیگر از آنحضرت (صادقؑ) منقول است کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ فرمود کہ من سید پیغمبرانم و وصی من سید اوصیا است۔

سولویں حدیث حیاۃ القلوب کی جلد (۲) باب (۱۲) میں مرقوم ہے در روایات معتبرہ بسیار دیگر فرمودند کہ حضرت رسول صلعم فرمود کہ خدا امت مرا روز قیامت از برائے من ممثل گردانید در طینتہاے ایشان کہ شناختم ایشان را (الیٰ ان قال) پس درمیان آنہا استغفار کردم برائے تو و شیعان تو یا علی الخ صفحہ ۱۴۷

سترویں حدیث اسی صفحہ میں مرقوم ہے در روایت دیگر چنان است کہ (آنحضرۃ فرمود) خدا امت مرا در روز الست بر من عرض کرد پس اول کسی کہ بمن ایمان آورد و تصدیق من نمود علی بود۔

اٹھارویں حدیث اسی کتاب کے باب (۹) میں مرقوم ہے کہ حضرت رسالتہ پناہ صلعم فرمود کہ من بہترین مخلوق خداونم بہتر از جبرئیل و اسرافیل و حاملان عرش و جمیع ملائکہ مقربین و انبیاء مرسلین صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ نولکشور۔

انیسویں حدیث اسی باب میں مرقوم ہے بسند معتبر از ابن عباسؓ منقول است کہ حضرت رسالتہ پناہ صلعم فرمود کہ حق تعالیٰ جمیع خلق را دو قسمتہ کرد یکے اصحاب یمین و دیگرے اصحاب شمال و مرا در قسمتہ نیکو تر کہ اصحاب یمین اند گزاشت پس ایشان را سہ قسمت کرد۔ اصحاب میمنہ و اصحاب مشامہ و سابقان و مرا در قسمت نیکو تر کہ سابقان اند قرار داد پس من

از سابقانم وبهترین سابقانم صفحہ ۱۲۵

بیسویں حدیث حیواۃ القلوب کی جلد (۲) باب (۸) میں مرقوم ہے از ابن عباس منقول است کہ حضرت رسول صلعم فرمود کہ من تادیب کردہ خدایم وعلی تادیب کردہ من است صفحہ ۱۲۱۔

اکیسویں حدیث بحار کی مجلد نہم باب فضائلہ ومناقبہ میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ آپکا دست مبارک علی کے ہاتھ میں تھا اور علی علیہ السلام اُسکا بوسہ لے رہے تھے فقلت یا رسول اللہ ما منزلۃ علی منک فقال کمنزلتی من اللہ (صفحہ ۳۹۱ مطبوعہ قدیم) میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ سے علی کا قرب کس قدر ہے حضرت نے فرمایا جیسا خداے تعالی سے میرا قرب ہے

بائیسویں حدیث حیواۃ القلوب کی دوسری جلد کے باب (۲) میں کتاب سلیم بن قیس ہلالی سے ایک طولانی حدیث مروی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عالم نصرانی نے حضرت امیر کی خدمت میں عرض کی کہ میری پاس ایک کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ کی لکھوائی ہوئی اور میرے دادا شمعون بن یوحنا کی لکھی ہوئی ہے اس میں حضرت محمد اور ائمہ اثنا عشر کا اس طرح ذکر ہے پھر اس عالم نے ایک کلام طویل پڑھنے کے بعد جسمیں ائمہ کا ذکر تھا کہا ومیۃ واول ایشان از ہمہ نیکوتر وبہتر خواہد بود واز براے او خواہد بود مثل ثواب ایشان وثواب ہر کہ اطاعت ایشان کند وبسبب ایشان ہدایت یابد واو احمد است رسول خدا نامہا احمد است ویٰس وفتاح وختام وحاشر وعاقب وماحی وقائد الی ان قال وگرامی ترین خلق ومحبوب ترین ایشان است الخ صفحہ ۴۳۔

تیئیسویں حدیث بحار کی نویں جلد بیان آیہ تطہیر میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا الا وان الٰہی اختارنی فی ثلثۃ من اھل بیتی علی جمیع امتی انا سید الثلثۃ وسید ولد اٰدم الی یوم القیامۃ۔ آگاہ ہو کہ میرے معبود نے مجھے اور میرے اقربا کے

تین شخصوں کو میری تمام امت پر ترجیح دی ہے۔ اور میں ان تینوں کا سردار اور کل نبی آدم کا سردار ہوں لوگوں نے عرض کی وہ تین شخص کون ہیں فرمایا علیؑ و حمزہؑ و جعفر طیارؑ ہیں انتہے ملخصاً۔

چوبیسویں حدیث اسی کتاب کے صفحہ (۳۶۴) مطبوعہ قدیم میں مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بعثت الی اهل بیتی خاصة والی الناس عامة یعنے میں اپنے اقربا کے طرف خاص طور سے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تمام آدمیوں کی طرف عام طور سے۔

پچیسویں حدیث بحار کی نویں جلد باب ما بیّن من مناقب نفسه القدسیه میں مرقوم ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا الفضل لمحمد صلی اللہ علیه وآله وهو المقدم علی الخلق جمیعاً لا یتقدمه احد وعلی المتقدم من بعده الخ یعنے فضیلت مطلقہ آنحضرت کے لئے ہے اور آپ جمیع خلق پر سبقت لے گئے ہیں آپ پر کوئی متنفس سبقت نہیں کر سکتا آپکے بعد امیر المومنین سب پر مقدم ہیں الے آخرہ صفحہ ۹ مطبوعہ قدیم۔

چھبیسویں حدیث اسی باب اور اسی صفحہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے بعض اوصاف بیان کرکے فرمایا لا یتقدمنی احد الا احمد صلی اللہ علیه وآله یعنے مجھ پر کوئی سبقت نہیں لیجا سکتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیه وآله وسلم۔

ستائیسویں حدیث تاسع بحار کے باب قوله تعالی قل هذه سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرة انا ومن اتبعنی میں باسناد کثیرہ مشہورہ ائمہ علیہم السلام سے مروی ہے اس آیہ شریف میں ومن اتبعنی سے مراد امیر المومنین اور باقی ائمہ ہیں۔ اس آیہ شریفہ کا بیان شروع کتاب ہذا میں ہو چکا ہے۔

اٹھائیسویں حدیث نہم بحار کے باب یا ایها النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین میں مرقوم ہے کہ علامہ حلی قدس اللہ روحہ نے فرمایا ہے کہ ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ یہ آیہ شریفہ حضرت امیرؑ کی شان میں نازل ہوا ہے صفحہ ۱۱۲ اس

آیتہ کا بیان بھی گزرا۔

انتیسویں حدیث سابع بحار کے باب نفی الغلو کے صفحہ ۲۵۰ میں امام زین العابدینؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کان علی واللہ عبدا صالحا اخا رسول اللہ ما نال الکرامۃ من اللہ الا بطاعتہ للہ ولرسولہ الحدیث خدا کی قسم امیر المومنین علیہ السلام خدا کے بندہ پرہیزگار تھے آپ کو جسقدر فضیلتیں ملی ہیں وہ خدا اور رسول کی اطاعت ہی سے ملی ہیں الے آخرہ۔

تیسویں حدیث سابع بحار باب بدو ارواحہم صفحہ ۱۸۱ میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا واذا کان یوم القیامۃ ضربنا بایدینا الی حجزۃ نبینا و ضرب اشیاعنا بایدیہم الی حجزتنا الحدیث یعنے جب روز قیامت ہوگا تو ہم اپنے پیغمبر سے متمسک ہونگے اور ہمارے شیعہ ہم سے متمسک ہونگے۔

یہ تیس حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ انحضرت کل بنی آدم سے اور ائمہ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ اور یہ اخبار مشتی نمونہ از خروار ہیں اگر مجلد ششم بحار اور اس کے دو مجلدات دیکھے جائیں تو معلوم ہو کہ اس بارے میں سیکڑوں نہیں ہزاروں حدیثیں موجود ہیں اور بغیر اس شخص کے جو مجانین میں داخل ہو دوسرا کوئی اسکا انکار نہیں کرسکتا اب پھر حقیران مولوی صاحب کے اقوال کا جواب گذارش کرتا ہے۔

قال وعالم موصوف استدلال بر نبوت و رسالۃ ائمہ بآیات کثیرہ واحادیث متواترہ بالمعنے نمودند پس ازان آیات چہاردہ آیتہ بنابر اختصار ذکر کردہ می شود۔

آیہ اول ولقد ارسلنا نوحا و ابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب فمنھم مھتد وکثیر منھم فاسقون (بہ آیتہ بتحقیق کہ فرستادہ ایم نوح و ابراھیم را و قرار دادیم در ذریتہ ایشان نبوۃ و کتاب را پس بعض ایشان ہدایت یافتہ اند و اکثری از ایشان فاسقند) پس ثابت است کہ جعل نبوۃ را در ذریتہ نوح و ابراھیم کہ مہتدی باشند

خدا خبر دادہ است وائمہ معصومین ذریتہ ابراہیم ہم ہستند وہم مہتدی کہ فرد اکمل آن بمعنی معصوم است پس ایشان انبیاء ہستند بہ نبوت محمدی وکتاب ایشان کتاب محمد یست کہ قرآن است

اقول نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اِن مولوی صاحب نے باوجود ادعاے علم قرآن مجید کے غلط معنے کئے ہیں کیونکہ دو صورتوں سے خالی نہیں **یا یہ** کہ لفظ (مهتدٍ) اِس آیہ شریفہ میں خاص ہوگا **یا** عام صورۃ اولے بھی دو قسم پر ہے یا خاص اس سے انبیاء مراد ہیں۔ یا مومنین غیر انبیاء۔ قسم اول یعنے لفظ مہتدٍ سے خاص انبیاء مراد لینا کئی وجوہ سے غلط ہے **اول** یہ کہ اس صورت میں ظاہر الفاظ اور سباق کے خلاف ہوگا کیونکہ جب خداے تعالےٰ نے فرمایا کہ نوح و ابراہیم کی ذریتہ میں ہم نے نبوۃ مقرر کی ہے پھر اس پر تفریع کی اور ارشاد کیا فمنهم مهتدٍ وكثيرٌ منهم فاسقون۔ یعنے ان انبیاء کے تقرر سے بعض نے تو ہدایت پائی اور بہت سے لوگ گمراہ رہگئے تو اس سے صاف ظاہر ہے اور سیاق و سباق سے متبادر الی الذہن یہی امر ہے کہ لفظ مہتدٍ سے خاص مومنین مراد ہیں نہ انبیاء۔ یعنے وہ مومنین غیر انبیاء مراد ہیں جنہوں نے اُن انبیاء کے ذریعہ سے ہدایت پائی جنکو خدا نے مقرر فرمایا **دوسرے** یہ کہ اگر لفظ مہتدٍ سے انبیاء مراد ہوں تو ثابت ہوگا کہ ذریتہ نوح و ابراہیم دو ہی قسم پر منقسم تھی۔ ایک انبیاء دوسرے فساق یعنے کفار۔ حالانکہ قطعاً یہ بیان خلاف واقع ہے کیونکہ انبیاء اور کفار کے سواے اور مومنین کا وجود بھی یقینیات سے ہے۔ **تیسرے** یہ کہ اگر لفظ مہتدٍ سے فقط انبیاء مراد ہوں اور اس سے ائمہ اہل بیت کی نبوت پر استدلال کیا جاے تو لازم ہوگا کہ ذریتہ ابراہیم علیہ السلام میں انبیاء کے سواے جتنے مومنین تھے وہ سب معاذ اللہ فساق اور کفار میں داخل ہوں۔ کیونکہ خداے تعالےٰ نے دو ہی قسمیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اول مہتدی کہ اس سے فقط انبیاء مراد لئے گئے ہیں

جواب (۱)

دوسرے فاسقین۔ پس کیا ان مولوی صاحب کی دانست میں آصف بن برخیا۔ ذوالقرنین حکیم لقمان۔ اور اوصیاے غیر انبیا یا حضرت حمزہ شیر خدا۔ جعفر طیار سلمان فارسی وغیرہ اور حضرت عباس و علی اکبر و قاسم علیہم السلام اور شہداے کربلا جن کو معصوم نے ان الفاظ سے خطاب فرمایا السلام علیکم یا اولیاء اللہ واحبائہ معاذ فاسقین میں داخل ہیں ہرگز نہیں اور اگر یہ لوگ مہتدیں میں شامل ہیں حالانکہ حقیقت حال بھی یہی ہے تو کیا سب پیغمبر ہیں ہرگز نہیں اگر لفظ مہتد سے مومنین غیر انبیائ مراد ہیں حالانکہ الفاظ آیتہ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور متبادر الی الذہن بھی یہی ہے جیساکہ وجہہ اولے میں بیان ہوا تو اس صورت میں لفظ مہتد سے ائمہ علیہم السلام کی نبوۃ کیونکر ثابت ہو سکتی ہے اور صورۃ ثانیہ یعنی مہتد آیتہ موصوفہ میں عام مراد ہو جسمیں انبیاء اور دوسرے مومنین شامل ہوں تو ہرچند یہ بھی خلاف ظاہر الفاظ و خلاف سیاق و سباق ہے مگر علی التنزل والتسلیم ہم کہتے ہیں کہ لفظ عام سے خاص نبوۃ ائمہ علیہم السلام پر کیونکر استدلال صحیح ہو سکتا ہے دیکھو الامام مہتدٍ قضیہ صغرا صحیح ہے مگر کل مہتدٍ نبیٌ جو کبرا ہے غلط ہے پھر نتیجہ معلوم۔ اور ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ مہتدی کی فرد اکمل یعنی معصوم ہے پس مسلم ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جو معصوم ہو وہ نبی ہو کیونکہ معصوم و نبی میں بھی عام و خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی جتنے نبی ہیں سب معصوم ہیں مگر جتنے معصوم ہیں سب نبی نہیں ہیں بلکہ بعض معصوم نبی ہیں اور بعض امام اور وصی اور بعض معصوم ایسے ہیں کہ وہ نہ نبی ہیں نہ امام جیسے حضرت مریم اور جناب سیدہ علیہما السلام۔ پس اس بیان سے کالشمس فی نصف النہار ہویدا اور آشکار ہوا کہ ان مولوی صاحب نے آیہ موصوفہ کے جو معنے بیان کیے ہیں وہ عین تحریف ہے اب رہا یہ امر کہ حضرت ابراہیم کی ذریتہ میں خدا نے نبوۃ مقرر فرمائی ہے

اور ائمہ اثنا عشر بھی انہیں کی ذریتہ میں ہیں پس وہ انبیاء ہوے۔ پس وہ بہی کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ اس آیتہ سے بلفظ جعلنا جو صیغہ ماضی ہی خدائے تعالی نے آنحضرت کو خبر دی کہ ہم نے ذریتہ نوح وابراہیم میں نبوۃ مقرر کی پس یہ حال انہیں انبیاء کا ہے جو آنحضرت سے پہلے گزرے ہیں دوسرے یہ کہ اس آیتہ سے متصل خلاق عالم نے فرمایا ہے ثم قفینا علی آثارھم برسلنا وقفینا بعیسیٰ بن مریم وآتیناہ الانجیل (الجزو ۲۷) سورۃ الحدید یعنے پھر ان کے پیچھے انہیں کے قدم بقدم بہنے اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل عطا فرمائے پس قطعاً معلوم ہوا کہ آیہ ولقد ارسلنا میں انہیں انبیاء کا ذکر ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے ہوے لاغیر چنانچہ تفسیر صافی میں مرقوم ہے ای ارسلنا رسولا بعد رسول حتی انتھی الی عیسیٰ یعنے ہم نے ایک رسول کے بعد دوسرا رسول بھیجا یہان تک کہ عیسیٰ کی نوبت آئی۔ پس ایسی آیتہ ہے جس میں نص قرآن فقط ان انبیاء کا ذکر ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں ائمہ اہل بیت کی نبوت پر استدلال کرنا جس چیز پر محمول ہوگا اس کا فیصلہ صاحبان فہم فرما سکتے ہیں تیسرے یہ کہ تمام اہل دنیا ذریت نوح وابراہیم ہیں تو کیا سب پیغمبر ہیں ہرگز نہیں۔ معلوم ہے کہ جب تک خاص کسی کی نبوۃ دلیل سے ثابت نہ ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا اور یہ جو کہا کہ "پس وہ یعنے ائمہ انبیاء ہیں بنبوۃ محمدی اور انکی کتاب کتاب محمدی ہے یعنے قرآن پس عجیب عبارۃ ہے جسکے معنے ندارد اگر ان مولوی صاحب نے نبی کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک نبی بہ نبوت خدائی دوسرے نبی بہ نبوت محمدی۔ اور اسکا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت خدا کے نبی ہیں اور ائمہ آنحضرت کے نبی تو یہ بات قابل مضحکہ صبیان اور کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ یہ اصطلاح خلاف اصطلاح متکلمین بلکہ خلاف جملہ اہل اسلام ہے

دوسرے یہ کہ نبی کے لغوی معنے خبر دینے والے کے ہیں اور نبی النبی کے لغوی معنے یہ ہوے پیغمبر خدا کے خبر دینے والے پس جملہ رواۃ اسکے تحت میں داخل ہونگے **تیسرے** یہ کہ اہل اسلام سے اور ان مولوی صاحب سے اس امر میں مخالفت ہے کہ وہ ائمہ کو خدا کے رسول و نبی کہتے ہیں اور اہل اسلام کہتے ہیں کہ ایسا اعتقاد کفر ہے پس آپ کو لازم تھا کہ ائمہ کا انبیاء اللہ ہونا ثابت کرتے نہ انبیاء النبی **اگر** ائمہ کو انبیاء بہ نبوت محمدی کہنے سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت پیغمبر اولوالعزم ہیں اور ائمہ انبیاء غیر اولوالعزم اور تابع اولوالعزم۔ تو ہم اس امر سے کہ یہ اصطلاح بھی غلط ہے اور یہ اعتقاد بھی کفر ہے قطع نظر کرکے کہتے ہیں کہ یہ بات اس سے لازم آئیگی کہ آنحضرت ائمہ سے افضل ہیں حالانکہ ان مولوی صاحب کا عین منشا اثبات مساواۃ مطلقہ ہے **اور جو** ان مولوی صاحب نے قرآن کو ائمہ کی کتاب کہا ہے اسکے دو مطلب ہو سکتے ہیں **اول** یہ کہ جس طرح ہر مومن کا یہ اعتقاد ہے **القرآن کتابی** اسیطرح قرآن مجید ائمہ اطہار کی کتاب ہے تو **سلمنا** مگر اس سے ائمہ کی نبوت اور ان پر کتاب کا نازل ہونا ثابت نہیں ہو سکتا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ قرآن آنحضرت پر نازل ہوا ہے اسیطرح بھی قرآن ائمہ پر نازل ہوا ہے۔ تو اس سے بدیہیات کا انکار لازم آئیگا جو عین سفسطہ ہے اور ہرچند ان مولوی صاحب سے یہ بعید نہیں۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ قرآن شریف کے اکثر مقامات میں جو آنحضرت کی طرف ضمیر واحد مذکر مخاطب سے خطاب ہوا ہے اور مواقع کثیرہ میں یا ایھا النبی اور یا ایھا الرسول کہا گیا ہے اس سے یہ مولوی صاحب تیرہ یا چودہ آدمی مراد لیں۔ مگر ایسی بکثرۃ آیتوں میں جہاں بغیر ذات خاص آنحضرت دوسرے کسی شخص کا مراد ہونا محال ہے وہاں نہیں معلوم کیا فرمائیں گے جیسے **یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک** اور **یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک** اور **یا ایھا الرسول لم تحرم ما احل اللہ لک** اور **یا ایھا المزمل** اور **یا ایھا المدثر** وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال دیوانگی تا کجھ [illegible]

قال وفرقی نیست چہ در وقت ولادت قرآن رابخواند چہ درظاہر بذریعہ جبرئیل عالم قرآن بشود۔

اقول اس بیان مین کئی غلطیاں ہیں **اول** یہ کہ ہرچند بعض روایتہ میں وارد ہے کہ حضرت امیرؑ نے بوقت ولادۃ آنحضرت کو قران پڑھکر سنایا۔ مگر جبرئیل کے ذریعہ سے آپ ہرگز عالم قرآن نہیں ہوئے بلکہ بہ تعلیم آنحضرت علم قرآن حاصل کیا جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے پس حضرت امیرؑ کی نسبت یہ کلام (چہ درظاہر بذریعہ جبرئیل عالم قرآن بشود) صریح غلط ہے **دوسری** غلطی یہ کہ اگر آنحضرت کی نسبت یہ بات کہی گئی ہے تو علاوہ اس کے کہ یہ مانحن فیہ سے خارج ہے یہ امر بھی غلط ہے کہ آنحضرت نے بوقت ولادت قرآن پڑھا ہو **تیسری** غلطی یہ کہ حضرت امیر علیہ السلام کا بوقت ولادت قرآن پڑھنا قطعاً بطریق احاد مروی ہے جو معتقدات میں ہرگز بکار آمد نہین اور مانحن فیہ بحث اعتقاد ہے **چوتھی** غلطی یہ کہ یہ روایت احاد سے ہونے کے علاوہ سنداً مرسل اور ضعیف اور متناً بالکل غیر معتبر ہے کیونکہ تاسع بحار کے باب ولادت امیرالمومنین میں ان الفاظ سے منقول ہے رُوِیَ عن مجاھد عن ابی عمرو و ابی سعید الخدری قالا کنا جلوسا عند رسول اللہ الخ پس مجاہد کے پچھلے روات سب ساقط ہیں اس لئے مرسل ہے اور وہ بلفظ روی مروی ہے اس لئے ضعیف ہے ایضاً مجاہد جو اسکا راوی ہے مجہول ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی نے کتاب رجال میں لکھا ہے **مجاہد۔ م** یعنے مجاہد مجہول ہے اور متناً وہ کئی وجوہ سے اعتبار کے لایق نہیں۔ پہلے ہم اس روایتہ طولانی کا ترجمہ بطور خلاصہ بقدر ضرورۃ یہان لکھتے ہیں پھر وجوہ عدم اعتبار بیان کرین گے انشاء اللہ تعالی

تاسع بحار کے باب ولادۃ حضرت امیر میں بلفظ روی آنحضرت سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ بوقت ولادت علیؑ جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے اور کہا کہ خدائتعالی اپنے

آپ کو ولادت علی کی مبارکباد کہی ہے اور فرمایا ہے کہ اب تمہاری نبوۃ کا زمانہ قریب
ہے کیونکہ میں نے تمہارے بہائی اور تمہارے وصی کے ذریعہ سے تمہاری مدد کی ہے
اب تم اُن کا استقبال کرو پس فوراً میں وہاں سے روانہ ہوا دیکھا فاطمہ بنت اسد کو
درد زہ ہو رہے ہیں اور وہ عورتون کے بیچ میں بیٹھی ہیں اور دائیاں اُن کے اطراف میں
پس جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ میں فاطمہ بنت اسد کے اور آپ کے بیچ میں ایک پردہ
کر دیتا ہون آپ پردہ کے اس طرف بیٹھے میں نے ایسا ہی کیا پھر جبرئیل نے کہا
اب ہاتھ بڑہائیے میں نے اپنا دہنا ہاتھ بڑہایا پس علی میرے ہاتھ پر آئے اور اذان
اور اقامۃ کہی خدا کی وحدانیۃ اور میری رسالۃ کی گواہی دی پھر مجھ پر سلام کر کے
کہا یا رسول اللہ کیا میں پڑھوں میں نے کہا پڑھو پھر علی نے صحف آدم و نوح
و ابراہیم و توریت موسیٰ و زبور داؤد و انجیل عیسیٰ پوری پڑھ کے پھر قرآن پڑہا
میں نے دیکھا کہ جس طرح مجھے قرآن یاد تھا اُن کو بھی یاد تھا پھر انہوں نے مجھے
ایسی باتیں کین جس طرح اوصیاء انبیا سے باتیں کرتے ہیں پھر وہ حالت طفولیۃ
پر پلٹ گئے انتہے ملخصاً۔ اب اس روایۃ کے عدم اعتبار کی وجہیں ملاحظہ کے لائق ہیں
اول یہ کہ اس روایۃ میں ہے کہ حضرت امیر کی ولادۃ کے وقت جبرئیل نے آنحضرت
پر نازل ہو کر وحی پہونچائی حالانکہ اسوقت آنحضرت مبعوث بر سالۃ نہیں ہوئے
تھے اور معلوم ہے کہ بعثت سے پہلے جبرئیل کبھی وحی نہیں لائے **دوسری** وجہ
یہ کہ اس روایۃ میں ہے کہ بوقت ولادت حضرت امیر آپ کی والدہ عورتوں کی ایک
جماعت میں تہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اخبار معتبرہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ خانہ
کعبہ میں بالکل تنہا تہیں اور وہیں امیر المومنین متولد ہوئے **تیسری** وجہ یہ کہ اخبار
معتبرہ میں ہے کہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا حضرت امیر کے پیدا ہونے کے بعد
آپ کو اپنے ہاتوں پر لئے خانہ کعبہ سے باہر آئیں اور آنحضرت کے آغوش مبارک میں

دیا۔ اور اس روایت میں ہے کہ آپ آنحضرت کے ہاتھوں پر پیدا ہوے یہ امر اخبار معتبرہ کے مخالف ہونے کے علاوہ رواج وعادۃ کے بھی خلاف ہے **پانچویں** غلطی یہ کہ کسی کتاب کا عالم یا حافظ ہونا اس امر پر ہرگز دال نہیں کہ وہ کتاب اسی عالم وحافظ پر نازل ہوی ہے پس اگر بالفرض حضرت امیر نے بعد ولادت قرآن کی تلاوۃ کی تو یہ کیونکر ثابت ہوا کہ قرآن آپ ہی پر نازل ہوا ہے اسی روایت مین یہ بھی ہے کہ حضرت امیر نے اس وقت توراۃ وانجیل کو بھی پڑہا تھا تو کیا یہ کتابین بھی آپ پر نازل ہوی تہین **چھٹی** غلطی یہ کہ یہ امر معلوم ومتواتر ہے کہ انحضرت صلعم حضرت امیر المومنین کو وقتاً فوقتاً تعلیم دیتے رہے یہانتک کہ تواتر سے ثابت ہے کہ بوقت رحلت ہزار باب علوم تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار ابواب علم آپ پر خود بخود منکشف ہو گئے پس اگر بوقت ولادت آپ قرآن کے عالم ہوتے تو یہ تعلیم لغو ہوتی۔ ایضاً قرآن شریف سے ثابت ہے کہ اکثر واقعات سے ایک زمانے مین خود انحضرت واقف نہ تھے۔ جب خدا ے تعالیٰ نے بذریعہ وحی یا الہام اطلاع دی اسوقت آپ واقف وعالم ہوے۔

قال بعد ازان کہ ثابت وتحقیق است کہ در باطن محمد وعلی علیہما السلام یکے ہستند وعالم قرآن بودند وقتیکہ آنحضرت فرمود کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین در عالم نور بود وآن نور محمدی متصف بالنبوۃ چون بعبد المطلب رسید آن نور متصف بالنبوۃ دو نصف شد یکے بعبد اللہ ویکے بابو طالب۔

اقول اس بیان مین بھی کئی صریح غلطیاں ہیں **اول** یہ کہ دو نفوس میں وحدۃ حقیقی خواہ وہ باطنی ہو یا ظاہری محال عقلی ہے جسکی تفصیل گزری **دوسری** غلطی یہ کہ قبل از نزول قرآن علم قرآن بے معنے ہے **تیسرے** یہ کہ اگر یہ کہا جاے کہ عالم انوار ہی میں آنحضرت پر قرآن نازل ہو چکا تھا تو یہ امر خود نصوص قرآن کے

خلاف ہے۔ ایضاً حضرت آدم اور ان کے بعد تمام انبیار کے قصے جو قرآن میں
بصیغہاے ماضی مذکور ہیں غلط ٹھہرتے ہیں کیونکہ ضرور تھا کہ یہ حکایات صیغہاے
مستقبل سے مستعمل ہوں ایضاً بہت سے واقعات ایسے ہیں کہ جن سے آنحضرت
ایک وقت میں بے خبر تھے اور بعد وحی یا الہام ان سے اطلاع حاصل ہوئی اور
یہ امر تواتر سے ثابت ہے چوتھے یہ کہ آنحضرت نے جو فرمایا کنت نبیاً وآدم
بین الماء والطین یعنے میں اُسوقت پیغمبر تھا جب کہ آدم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے
یہ ارشاد آپکا دنیا میں ہوا ہے جب کہ آپ مبعوث برسالت ہوچکے تھے اور اسوقت
آپ محمد بن عبداللہ تھے اور اسوقت امیر المومنین بھی متولد ہوچکے تھے اور آپ کا
نام علیؑ ابن ابی طالب تھا۔ اور آنحضرت نے اپنی صفت عالم نور بلفظ کنت فرمائی
جو صیغہ واحد متکلم ہے اور لفظ نبیاً فرمایا پس اس سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ وہی نور
محمد صلعم با تشخص جو عبدالمطلب کی صلب سے نصف ہوکر عبداللہ کی صلب میں
آیا اس عالم انوار وارواح میں بھی متصف بہ نبوۃ تھا۔ اور اس وقت بھی حضرت امیر کا
نور متصف بہ نبوۃ نہ تھا ورنہ آنحضرت اس طرح فرماتے انا وعلیؑ کنا نبیین اگر
ان دونوں بزرگواروں کے نور صلب آدم میں ملگئے تھے تو کوئی ضرر نہیں کیونکہ علم
خلاق عالم میں تفرق و تشخص موجود تھا۔ اور معلوم ہے کہ ظہور آدم سے پہلے آنحضرت
اور حضرت امیر کے انوار میں بھی تشخص موجود تھا اور اسوقت بھی آنحضرت پیغمبر اور
حضرت امیر امام اور آنحضرت کی امت میں داخل تھے جسکا ثبوت عنقریب آتا ہے
پانچویں یہ کہ عالم انوار کی نبوت کی ماہیت غیر معلوم ہے۔ لہذا کوئی نہیں کہہ سکتا
کہ اس نبوت کے لئے بھی قرآن کی ضرورت تھی اور عالم اجسام کے احکام عالم
ارواح پر منطبق تھے چھٹے یہ کہ ہرچند حدیث نور متواتر بالمعنے ہے اور تحقیق
تیقن یہ ہے کہ پہلے آنحضرت کا نور پیدا ہوا اور اس نور سے اہل بیت طاہرین کے

انوار پیدا ہوئے مگر اسکے فروعات احاد سے ہیں اسی لئے بکثرت اختلاف ہے کہتے
ہر ایک کسی فرعی مضمون سے جس میں اختلاف ہو یا وہ اصول عقائد کے خلاف ہو
استدلال ہرگز صحیح نہیں ساتویں یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ "آنحضرۃ
کا قول کنت نبیاً الخ عالم نور میں تھا اور وہ نور متصف بہ نبوۃ عبدالمطلب کی
صلب میں دو نصف پر منقسم ہو کر ایک عبداللہ کو پہونچا اور ایک ابوطالب کو"
محض جہل یا تجاہل ہے حقیقتہً وہ نور جو متصف بہ نبوۃ تھا اور جسکی صفت آنحضرۃ
نے کنت نبیاً سے فرمائی وہ خاص آنحضرۃ کا نور تھا اور حضرت امیر کے نور سے
علیحدہ تھا اور ہرگز اس خاص نور نبوی کے دو حصے نہیں ہوئے چنانچہ بسند معتبر امام
جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ مخلوقات کی ایجاد سے پہلے محمد و علی علیہما السلام
دو نور تھے جب ملائکہ نے انکو دیکھا تو ایک کو اصل پایا اور اس سے ایک شعاع نکلی
تھی جو اسکی فرع تھی خدائے تعالیٰ سے عرض کی کہ یہ کیسے نور ہیں۔ ارشاد ہوا یہ وہ نور
ہے جسکی اصل نبوت ہے اور فرع امامت پس اصل محمد ہیں اور فرع علی ملخصاً
حیواۃ القلوب جلد (۲) صفحہ ۱۴ مطبوعہ نولکشور پس آنحضرت نے جو فرمایا کنت
نبیاً یہ اسی اصل نور کی صفت تھی نہ فرع کی **ایضاً** حدیث معتبر میں امیرالمومنینؑ
فرماتے ہیں میں بندہ خدا اور برادر رسول خدا صلعم اور آپ کا تصدیق کرنے والا
ہوں میں نے اس زمانے میں آنحضرت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا جب کہ آدم
پیدا بھی نہیں ہوئے تھے محصلاً حیواۃ القلوب جلد (۲) صفحہ ۱۵۔

اس حدیث معتبر سے مثل روز روشن ظاہر و مبرہن ہے کہ آنحضرت نے اپنی جس
زمانہ کی صفت کنت نبیاً الخ فرمائی ہے اسی زمانہ میں امیرالمومنین نے آپ کی
تصدیق کی ہے پس ثابت ہوا کہ یہ دونوں نور قبل خلقت حضرۃ آدم علیحدہ تھے
ایک نبی تھا اور ایک تابع اور وصی **ایضاً** حدیث معتبر میں مرقوم ہے کہ آنحضرۃ

دسویں یہ کہ حضرت امیرؑ کی نبوۃ کے اعتقاد سے نصوص متواترہ کی تکذیب اور ضروری دین اسلام کا انکار لازم ہوگا۔ جو موجب ضلالت و باعث غوایت ہے ھذہ عشرۃ کاملہ۔

قال وانچہ در بعض اخبار وارد است کہ آنحضرت فرمود کہ مرا نبوۃ داد و علی را شجاعت وفصاحۃ یا وصایۃ و امامۃ داد۔ لازم این قول انیست کہ آنحضرت شجاعت و فصاحت و امامت نداشت حالانکہ شجاعۃ وفصاحۃ و امامۃ از فضائل عظیمہ ست و بعکس آنحضرۃ را فاقد شجاعت و فصاحۃ و امامت و وصایت نمی دانند پس اگر آنحضرت شجیع و فصیح و امام است علی نبی است والا فلا

اقول جاننا چاہئے کہ اس حدیث کو رواۃ نے کئی مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے ایک روایت شاذہ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ خدا نے مجھے نبوۃ عطا فرمائی اور علیؑ کو شجاعت و فصاحت **دوسری** روایت مشہورہ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھے خدا نے نبوت عطا کی اور علی کو امامت **تیسری** روایت میں بجائے امامتہ وصایت وارد ہے اور بعض روایات میں دونوں لفظ یعنے امامت و وصایت وارد ہیں بہر حال الفاظ احادیث صریحاً اسپر دال ہیں کہ عطائے مناصب و مراتب میں فرق حاصل ہے پس اگر آنحضرت اور امیر المومنین دونوں پیغمبر ہوتے تو آنحضرت اسطرح فرماتے کہ خدا نے مجکو اور علیؑ کو نبوۃ و رسالت عطا فرمائی جب ایسا نفرمایا بلکہ ارشاد کیا کہ خدا نے مجھے نبوۃ دی اور امیر المومنین کی نسبت دوسرے مراتب کے عطا ہونے کا حال بیان فرمایا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین پیغمبر نہیں ہیں اب رہا یہ دعوی کہ اگر علیؑ پیغمبر نہیں تو آنحضرت شجاع و فصیح نہیں تو وہ اس دلیل سے باطل ہے کہ بفرض صحت روایتہ اولے چونکہ برہان قطعی سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچا ہے کہ نبوۃ و رسالت کو شجاعت و فصاحت لازم ہے پس جب آنحضرت پیغمبر تھے تو شجاع و فصیح بھی تھے برخلاف اس کے شجاعت و فصاحت کو نبوۃ لازم

نہین ہے پس حضرت امیر شجاع و فصیح تھے مگر نبی نہ تھے۔ اور یہ جواب علی التنزل
بہ تسلیم صحت روایت اونکے تھا ورنہ معلوم ہے کہ وہ روایت احاد سے ہونیکے
علاوہ دوسری احادیث مشہورہ کی مخالف ہے کیونکہ متعدد حدیثوں میں وارد ہے
کہ آنحضرت نے فرمایا کہ خدا نے مجھے نبوت دی اور علی کو وصایت یا امامت
اور یہاں وصایت وامامت کے معنے۔ آنحضرت کی نیابت کے ہیں پس فرق
بالکل ظاہر ہے یعنے آنحضرت پیغمبر ہیں کسی کے نائب نہیں اور امیر المومنین آپکے
نائب ہیں پیغمبر نہین۔

قال وحق انیست کہ خدا عادل است ہرچہ این نصف را داد آن نصف را ہم
داد و اختلاف الفاظ در تقسیم نیا بر اجمال و تفصیل است و تکلیم ائمہ بود بمردم
بقدر عقول شان کہ باعث اختلاف شد و ظاہر ہیچ اختلاف معنے بہ نیست

اقول ہرچند اس قول کی تردید ہمارے بیانات عشرہ سے جو ابھی گذرے
صاحبان فہم پر بخوبی ظاہر ہے مگر یہان ہم تشحیذ اذہان کے لئے پھر کئی وجوہ سے
اس کا نقض بیان کرتے ہیں۔

اولی یہ کہ صلب عبد المطلب میں جس نور کے دو حصہ ہوے وہ پورا نور نبوۃ و رسالت
کا نہ تھا بلکہ نبوۃ و امامت کے دو نور آپس میں ملکر حضرت آدمؑ کی صلب میں آئے تھے
اور وہان سے منتقل ہوتے ہوے صلب عبد المطلب میں آئے اور یہاں اسکے
دو حصہ ہوے جو حصہ نبوت تھا اس سے آنحضرت پیدا ہوے اور جو حصہ امامت
تھا اس سے امیر المومنین پیدا ہوئے و بعبارت اخرے جو حصہ نور مستحق نبوۃ
تھا اسکو نبوۃ ملی اور جو مستحق امامت تہا اسے امامت ملی۔ اور اس استحقاق کو
خلاق عالم ہی خوب جانتا ہے **دوسرے** یہ کہ اگر کسی حدیث میں وارد ہو کہ
وہ نور پورے دو نصفون پر منقسم ہوا تو اس سے ہرگز کوئی نہیں کہسکتا کہ وہ دونون

مستحق نبوت تھے اور ایک ہی رتبہ کے تھے اور حدیث احاد سے عدل خلاق عالم
پر ہرگز اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اولاً روایت احاد قابل قطع نہیں۔ ثانیاً وجوہ جرح
متعدد ہیں ثالثاً اسکے خلاف ہیں ایسی بکثرت حدیثیں وارد ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے
کہ آنحضرت کا نور اصل ہے اور امیر المومنینؑ کا نور فرع اور حضرت آدم کی خلقت سے
پہلے اُن انوار میں تشخص اور تفرق حاصل تھا اور جس نور کو جو رتبہ ملنے والا تھا اسی
عالم انوار و ارواح میں اسکا یقین ہو چکا تھا باوجود اسکے پھر عادل حقیقی کے عدل پر
اعتراض کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔ اب ہم مضامین متذکرۃ الصدر کی چند
حدیثیں نقل کرتے ہیں **پہلی** حدیث سابع بحار کے باب بدو ارواحھم و انوار
ھم کے صفحہ ۱۸۱ میں ایک طولانی حدیث سلمان فارسی سے منقول ہے جسکا بعض یہ ہے
کہ آنحضرت نے فرمایا یا سلمان خلقنی اللہ من صفاء نورہ فدعانی الی طاعتہ
فاطعتہ وخلق من نوری علیاً فدعاہ الی طاعتہ فاطاعہ الحدیث
اے سلمان خالق عالم نے مجھے اپنے خالص نور سے پیدا کیا پھر مجھے اپنی اطاعت
کی طرف بلایا پس میں نے اسکی اطاعت قبول کی۔ پھر میرے نور سے علی کو پیدا کیا
اور اپنی اطاعت کی انہیں دعوت دی پس علی نے اطاعت خدا اختیار کی **دوسری**
حدیث اسی باب میں امام محمد باقر و جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے۔
ان اللہ خلق محمداً من طینۃ من جوھرۃ تحت العرش وانہ کان
لطینۃ نضح فجعل طینۃ امیر المومنین من نضح طینۃ رسول اللہ وکان
لطینۃ امیر المومنین نضح فجعل طینتنا من فضل طینۃ امیر المومنین
وکانت لطینتنا نضح فجعل طینۃ شیعتنا من نضح طینتنا الحدیث۔ یعنے
خدائے تعالی نے آنحضرت کو ایک ایسی مٹی سے پیدا کیا جو عرش کے نیچے کے
ایک موتی سے مخلوق ہوئی تھی اور وہ طینت ترشح ہوئی پس امیر المومنینؑ

کی طینت آنحضرت کی طینۃ کے ترشح سے پیدا ہوئی اور امیر المومنین کی طینۃ بھی ترشح
ہوئی پس ہماری طینۃ امیر المومنین کی طینت کی زیادتی سے پیدا کی گئی اور ہماری
طینت بھی ترشح ہوئی پس ہمارے شیعوں کی مٹی ہماری طینۃ کے ترشح سے مخلوق
ہوئی **ایضاً** یہ حدیث جلد دوم حیواۃ القلوب کے صفحہ ۵ میں مرقوم ہے **تیسری**
حدیث سابع بحار کے باب مذکور صفحہ ۱۸۴ میں ایک طولانی حدیث مرقوم ہے کہ خلاق
عالم نے آنحضرت کی طرف خطاب کر کے فرمایا یا محمد انت خلیلی وحبیبی وصفیتی
وخیرتی من خلقی احب الخلق الی واول من ابتدات اخراجہ من خلقی ثم
من بعدک الصدیق علی امیر المومنین وصیک بہ ایدتک ونصرتک الحدیث
یعنے اے محمد تم میرے خلیل میرے حبیب میرے برگزیدہ۔ بہترین خلایق احب المخلوقات
ہو تم وہ ہو کہ تمام مخلوقات سے پہلے میں نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے بعد صدیق
یعنے امیر المومنین کو پیدا کیا کہ وہ تمہارے وصی اور مددگار رہیں **چوتھی** حدیث اسی
باب صفحہ ۱۸۵ میں جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا
اول ماخلق اللہ نوری ابتدعہ من نورہ واشتقہ من جلال عظمتہ فاقبل یطوف
بالقدرۃ حتی وصل الی جلال العظمۃ فی ثمانین الف سنۃ ثم سجد للہ تعظیما
ففتق منہ نور علی فکان نوری محیطا بالعظمۃ ونور علی محیطا بالقدرۃ ثم
خلق العرش واللوح الحدیث یعنے جو چیز خلاق عالم نے سب سے پہلے خلق
فرمائی وہ میرا نور تھا کہ اپنے نور عظمت وجلال سے سب سے پہلے اسے پیدا کیا
پس اس نور نے (پردۂ) قدرت کا طواف شروع کیا یہانتک کہ اسی ہزار برس میں
(پردۂ) عظمتہ وجلال تک پہونچا پھر اس نور نے حق تعالی کو سجدہ کیا پھر میرے اس
نور سے نور علی مخلوق ہوا پس میرا نور (پردہاے) عظمتہ کو محیط تھا اور علی کا نور
(پردہاے) قدرۃ کو پھر خدا تعالی نے عرش ولوح کو خلق فرمایا الخ **پانچویں**

حدیث اسی باب صفحہ ۱۸۶ میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے ان اللہ خلق
نور محمد قبل خلق المخلوقات بحالها باربع مائة الف سنة واربعة وعشرين
الف سنة وخلق منه اثنا عشر حجابا والمراد بالحجب الائمة علیهم السلام
یعنی خلاق عالم نے جملہ مخلوقات سے چار لاکھ چوبیس ہزار برس پہلے آنحضرت کے
نور مبارک کو پیدا فرمایا اور آپ کے نور سے بارہ حجاب خلق فرمائے اور مراد حجاب سے ائمہ ہیں۔ چوتھی
حدیث بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق ع منقول است کہ محمد و علی صلوات اللہ علیہما دو نور
بودند نزد خداوند عالمیان (الی ان قال) پس چون ملائکہ آن دو نور را دیدند یکے را اصل
دا زان شعاعی لامع گردیدہ بود کہ فرع آن بود پس گفتند خداوندا این چہ نور است حق تعالےٰ
وحی نمود بسوے ایشان کہ این نوریست از نورہاے من کہ اصلش پیغمبریست و فرعش
امامت است اما پیغمبری پس از محمد است بندہ و رسول من واما امامت پس از علیست
حجتہ و خلیفہ من اگر ایشان نمی بودند ہیچیک از خلق را نمی آفریدم۔ حیوت القلوب جلد
(۲) باب خلقت نور ص۲۔
ساتویں حدیث بسند معتبر از حضرت امام حسن صلوات اللہ علیہ منقول است
(الی ان قال) فرمود کہ شنیدم از رسول خدا صلعم کہ فرمود من آفریدہ شدم از نور خدا
واہل بیت من آفریدہ شدند از نور من و محبان اہل بیت من آفریدہ شدند از نور ایشان جلد ۲ حیواۃ القلوب باب خلقت نور
آٹھویں حدیث در حدیث معتبر از حضرت امیر المومنین ع منقول است فرمود
کہ منم بندہ خدا و برادر رسول خدا و بسیار تصدیق کنندہ در روز اول بہ تحقیق کہ باد ایمان
آوردم و تصدیق او نمودم در ہنگامی کہ ہنوز روح آدم ببدن او تعلق نگرفتہ بود و
در امت شما نیز اول کسیکہ تصدیق او کردمن بودم پس مائیم پیشی گیرندگان در
اول و آخر حیوت القلوب جلد (۲) ص۵ نویں حدیث در روایتہ دیگر چنان
است کہ آنحضرت فرمود کہ خدا است مرا در روز الست بر من عرض کرد پس اول

کسیکہ بن ایمان آور دو تصدیق من نمود علی بود حیوات القلوب جلد (۲) باب (۱۳) صفحہ ۱۴۷
مطبوعہ نولکشور دسویں حدیث سابع بحار باب بدو ارواحہم صفحہ ۱۸۱ میں ابو بصیر
سے مروی ہے عن ابی جعفر قال انا و شیعتنا خلقنا من طین من علیین یعنے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اور ہمارے شیعہ علیین کی ایک مٹی سے
مخلوق ہوے۔ ایضاً ب ۱۸۱ یہ حدیث باین الفاظ مروی ہے عن ابی جعفر قال
انا و شیعتنا خلقنا من طینۃ واحدۃ الحدیث گیارویں حدیث سابع
بحار کے باب مذکور ص ۱۸۲ میں جابر جعفی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد
باقر کیساتھ تھا پس آپنے فرمایا اے جابر ہم اور ہمارے دوست ایک روشن اور پاک
مٹی سے جو اعلے علیئین سے تھی مخلوق ہوے ہم اوپر کی مٹی سے پیدا ہوے اور
ہمارے دوست اسکے نیچے کی مٹی سے اور جب قیامت ہوگی تو ہم اپنے پیغمبر سے
متمسک ہونگے اور ہمارے شیعہ ہمسے متمسک ہونگے بارہویں حدیث جلد
دوم حیواۃ القلوب کے باب (۴۷) میں مرقوم ہے کہ حضرت آدم کو خدانے تمام
پیغمبروں اور ائمہ کے نور دکھلاے آنحضرت کا نوران سب میں زیادہ روشن
تھا اور اس کے اطراف حضرت امیر و جناب سیدہ اور حسن وحسین علیہم السلام کے
نور تھے حضرت آدم علیہ السلام نے خداے تعالی سے آنحضرت کے نور کا حال دریافت
کیا ارشاد ہوا "این نور بزرگوار احمد است بهتر ایشان و بهتر از همه خلایق الخ۔
تیرویں حدیث بسند معتبر منقول است که از حضرت امام جعفر صادق پرسید
که در کجا بودید شما پیش از آنکه خدا آسمان و زمین و روشنی و تاریکی را بیافرید فرمود
که ما شبحی چند بودیم از نور در دور عرش الهی و تنزیه حق تعالی می نمودیم الخ۔
چودویں حدیث بسند اے دیگر از معاذ بن جبل منقول است که حضرت
رسالتماب صلعم فرمود که بدرستیکه حق تعالے خلق کرد مرا و علی و فاطمہ و حسن و حسین را

پیش از انکہ دنیا را خلق نماید بہ ہفت ہزار سال معاذ گفت پس در کجا بودید اے
رسول خدا فرمود کہ در پیش عرش بودیم و تسبیح و تحمید و تقدیس و تمجید خدا می کردیم
گفت بچہ مثال و مانند بودید فرمود کہ شبحی چند بودیم از نور ہیں چون حق تعالے
خواست کہ صورۃ ما را خلق نماید ما را عمودی از نور گردانید و در صلب آدمؑ جا داد
حیواۃ القلوب جلد (۲) صـ ۶ پس ان احادیث کثیرہ مشہورہ بل متواتر بالمعنے
سے کئی امور ثابت ہیں اول یہ کہ عالم انوار ہی میں آنحضرتؐ اور امیر المومنینؑ کو تفرق
اور تعدد حاصل ہوگیا تھا دوسرے یہ کہ آنحضرۃ کا نور اصل ہے اور امیر المومنینؑ کا نور
فرع۔ تیسرے یہ کہ جس زمانہ میں یعنے عالم ارواح میں آنحضرت نبی تھے اسی زمانہ میں
امیر المومنین آپکے تابع اور وصی تھے اور فرق مراتب حاصل تھا۔ چوتھے یہ کہ جس طرح
اہل بیت علیہم السلام آنحضرت کے نور سے پیدا ہوئے اسی طرح محبان اہل بیت اہل
بیت کے نور سے پیدا ہوئے ہیں پس اگر اہل بیت انبیا ہوں تو ضرور ہے کہ محبان
اہل بیت بھی انبیا رہوں۔ پانچویں۔ یہ کہ آنحضرت کے نور سے امیر المومنین کی
خلقت ہوی اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت امیر المومنین سے افضل ہیں اسیطرح
باقی ائمہ کی خلقت امیر المومنین کے نور سے ہوی ہے اس سے معلوم ہوا کہ امیر المومنین
اور ائمہ سے افضل ہیں چھٹے یہ کہ عطائے مناصب و مراتب اسی عالم میں بحسب
استعداد و استحقاق ہوچکی تھی جس پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔

قال آیہ دوم ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا
علیہ وسلموا تسلیما استدلال فرمودند کہ امر بصلواۃ در این آیہ مختص بہ نبی است
و مع ذلک حضرت رسول امر باست فرمودند کہ صلواۃ باین طریق بفرستند
اللہم صل علی محمد وال محمد پس ازین آیہ ثابت شد کہ لفظ نبی شامل محمد وآل
محمد است وال محمد انبیا اند والا خلاف عقیدہ جمیع اہل اسلام لازم می آید کہ

ضروریست کہ آنحضرت معصوم بود درجمیع افعال واقوال ولااقل معصوم بود در تبلیغ احکام واین حکم نیز از تبلیغ آنحضرت است کہ منزل علیہ را بدون تغیر تبلیغ نماید واینجا اگر معنے نبی را منحصر درحضرت نبوۃ نماید اضافہ کردن آنحضرت صلواۃ را بآل محمد بیشک تغیر است مگر آنکہ لفظ نبی را عام از محمد وال محمد گرفتہ شود دران وقت امر بصلواۃ بطریقہ مستمرہ صحیح خواہد بود۔ وہم خلاف آیہ مجیدہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ خلاف ظاہر وحی کہ صلوۃ فقط برذات نبی است والا باید کہ قائل تبعیم لفظ نبی بمحمد وال محمد باشد تا نطق آنحضرت بر خلاف وحی نبودہ باشد۔

اقول واللہ المعین یہ کلام مختل النظام بھی کئی وجوہ سے منقوض ہے **اول** یہ کہ لفظ نبی صیغہ واحد ہے جس کے معنے ایک پیغمبر کے ہیں اور وہ جب معرف باللام ہوا تو اس میں تعین وتشخص بھی آگیا اسلئے اس آیہ شریف میں قطعاً آنحضرت کی ذات مبارک مراد ہے جس پر علیہ کی ضمیر واحد مذکر بھی شاہد ہے اور ہرگز صیغہ واحد مذکر معرف باللام جمع پر دلالت نہیں کر سکتا اگر خلاق عالم کے نزدیک اہل بیت پیغمبر پیغمبر ہوتے تو یوں ارشاد فرماتا یصلون علے الانبیاء جب ایسا نہیں ہے تو یہ دعوے سراسر باطل ہے۔ اور آنحضرت کا اپنی آل کو صلواۃ میں شریک کرنے کے لئے حکم دینا بیشک حکم ثانی کے موافق ہے جو غیر متلو ہے بدلیل وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ **دوسرے** یہ کہ آیہ شریفہ میں آنحضرت پر صلواۃ بھیجنے اور سلام کرنے کے دو حکم موجود ہیں یعنے صلوا علیہ وسلموا تسلیما اور آنحضرت کا حکم فقط صلوات میں آل پاک کو شریک کرنے کا ہے نہ سلام میں چنانچہ فرمایا مجھ پر دم بریدہ صلوات نہ بھیجو۔ پس اگر لفظ النبی محمد وآل محمد سے عام ہوتا تو ہرگز آنحضرت پر سلام کرنا بغیر ذکر آل صحیح نہ ہوتا جیسے صلوات میں

صحیح نہیں۔ حالانکہ تمام مسلمان آنحضرت پر اسطرح سلام کرتے تھے السلام علیک یا رسول اللہ۔ اور ہم بھی اسیطرح سلام کرتے ہیں۔ آنحضرت نے بھی اسیطرح حکم دیا اور ائمہ نے بھی اسیطرح ارشاد فرمایا۔ چنانچہ زاد المعاد میں ہے و بسند صحیح منقول است کہ ابن نصر بخدمت امام رضاؑ عرض کرد کہ بعد از نماز چگونہ صلوات و سلام بر حضرت رسول باید فرستاد فرمود کہ میگوئی السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ برکاتہ السلام علیک یا محمد بن عبد اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ الخ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیہ صلوات میں لفظ النبی ہرگز عام نہیں ورنہ جو حکم صلوات کا تھا وہی سلام کا ہوتا۔ تیسرے یہ کہ جملہ احادیث صلوات میں آنحضرت کے ساتھ ذکر آل موجود ہے اور بغیر ذکر آل فقط آنحضرت پر صلوات بھیجنا ممنوع۔ نہ بر عکس یعنے ائمہ علیہم السلام پر صلوات بھیجنے میں آنحضرت کا ذکر ضرور نہیں۔ پس اگر آیہ صلوات مین لفظ النبی عام ہوتا تو کسی امام پر صلوات بھیجنا بغیر ذکر آنحضرت و دیگر ائمہ صحیح نہ ہوتا چوتھے یہ کہ آل محمد میں قطعاً جناب سیدہ داخل ہیں اور آپکو آل سے خارج کرنیوالا بے دین ہے پس بنا بر استدلال مولوی صاحب مذکور ضرور ہوگا کہ جناب سیدہ بھی پیغمبر ہوں وھذا امما تضحک علیہ الثکلی۔ پس جب ان دلائل قویہ سے ثابت ہوا کہ لفظ النبی ہرگز عام نہین اور اس سے مقصود قطعی طور پر فقط ذات آنحضرت ہے۔ تو ضرور ہے کہ قول آنحضرت قولوا اللھم صل علی محمد و آل محمد ولا تصلوا علی صلواۃ البتریٰ وحی ثانی سے ماخوذ ہو جو غیر متلو ہے جیسے قرآن مجید میں بحالت صوم اکل و شرب و جماع ممنوع ہے اور احادیث میں انکے سواے اور چیزین بھی منع کی گئی ہیں تو کیا کہسکتے ہیں کہ معاذ اللہ یہ احکام خلاف ما انزل اللہ ہیں ہرگز نہیں۔ اور ایسی مثالین نماز و حج و زکواۃ وغیرہا میں اس کثرت سے ہیں جن کا احصاء دشوار ہے مگر سمجھنے کے لئے عقل چاہئے ہمن

لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور پانچویں یہ کہ تفسیر صافی سورہ احزاب
میں ذیل آیہ صلوات منقول ہے حضرت امیر فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کی
صحت و سلامتی میں آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا انما انزلت ھذہ الآیۃ علی
فی الصلواۃ علی بعد قبض اللہ لی یعنی یہ آیہ شریفہ میرے انتقال کے بعد
میری میت پر نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوا ہے ایضاً یہ حدیث حیوۃ القلوب
کی دوسری جلد کے باب ۶۴ میں بسند معتبر کافی سے منقول ہے پس اس سے صاف
ظاہر ہے کہ یہ آیۃ آنحضرت کے جنازہ شریف پر نماز پڑھنے کے طریقہ کے بیان
میں نازل ہوئی ہے۔ اور حدیث صلوات سے ثابت ہے کہ آنحضرت کی زندگی
ہی میں اللھم صل علی محمد وال محمد کہنے کا حکم دیا گیا تھا اس سے معلوم
ہوا کہ حدیث صلوات آیہ صلوات کی تفسیر میں وارد نہیں ہوئی بلکہ وہ وحی ثانی
کے موافق ہے اور حدیث صلوات کو اس آیہ شریفہ سے کوئی تعلق نہیں ایضاً
حدیث صافی و کافی میں آنحضرت نے فی الصلواۃ علی بعد قبض اللہ لی فرمایا جسمیں
خاص آنحضرت کی ذات مبارک مراد ہے اگر آیہ شریفہ میں النبی سے محمد و آل محمد
مقصود ہوتے تو آنحضرت فی الصلواۃ علینا بعد قبض اللہ لنا فرماتے

قال آیہ سوم وہم عالم موصوف از آیہ یٰس بنا بر استدلال امام رضاؑ در سابع بحار
در باب معنے آل محمد و اہل بیتہ و عترتہ و رھطہ و در غایۃ المرام باب صد و پنجاہ و پنجم
استدلال بر نبوت ائمہ فرمودند کہ ترجمہ عین عبارت انیست فرمود ابو الحسن رضاؑ
در مجلس مامون۔ آری خبر دہید مرا از قول خدائے تعالیٰ یٰس والقرآن الحکیم انک
لمن المرسلین علی صراط المستقیم۔ پس کدام کس را ارادہ کردہ بقول یٰس علما
گفتند یٰس محمد است و کسے درین شک نکردہ فرمود ابو الحسنؑ پس بہ تحقیق کہ
خدائے عزوجل ازاین آیۃ محمد و آل محمد را فضیلتی دادہ است کہ کسی کنہ او را نمی رسد

مگر کسی کہ عاقل بشود و آن اینکہ بہ تحقیق خدائے عزوجل سلام نکرد بر ہیچکس مگر بر انبیاء
پس گفت تبارک وتعالے سلام علی نوح فی العالمین وگفت سلام علی ابراہیم
وگفت سلام علی موسیٰ وہارون ونگفت سلام علی آل نوح ونگفت سلام
علی آل ابراہیم ونگفت سلام علی آل موسیٰ وہارون وگفت سلام علے
آل یٰسین یعنے آل محمد پس مامون گفت کہ شرح وبیان این در معدن نبوۃ است
مامون باشتقاد تش مطلب امام را فہمید کہ امام ادعائے نبوۃ و اثبات آن می فرمایند
وقبول نمود وامام را خطاب نمود بآن کہ بے بودن نبوت در و تخاطب بآن لفظ محال
باشد کہ مذاکرد امام را بمعدن نبوۃ و امام منعش نفرمود واین ہم تقریر معصوم است۔

اقول واللہ المعین اس آیۃ شریفہ کو بھی کسی طرح کا تعلق ائمہ ؑ کی نبوۃ
سے نہیں اور نہ الفاظ آیۃ اسپر دلالت کرتے ہیں حالانکہ آیات سے نبوت ائمہ ؑ
کے ثبوت کا دعوے ہے تفصیل اس کی اس طرح پر ہے کہ آیۃ سلام علی الیاسین
میں الیاسین کی قرائت اور اس کے معنے میں اختلاف ہے قرائت مشہورہ
جسکو اب جماہ اہل اسلام پڑھتے ہیں الیاسین ہے اور اس سے مراد حضرت
الیائش ہیں جیسے طور سینا کو طور سینین کہتے ہیں کذافی الصافی اور دوسری تمام
تفاسیر میں بھی اسیطرح مرقوم ہے اور اس آیۃ شریفہ کے الفاظ بھی اسی پر دال
ہیں اور اسکا سیاق وسباق اسی کو متلزم ہے کیونکہ خلاق عالم نے سورہ والصافات
الجزر (۱۳) میں پہلے نوحؑ کا ذکر فرمایا اور کسی قدر آپکی حالت بیان کی پھر ارشاد کیا
سلام علی نوح فی العالمین انا کذالک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المومنین
اسکے بعد حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کیا اور کسی قدر اُنکا قصہ بیان کیا اور فرمایا
سلام علے ابراہیم انا کذالک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المومنین
پھر حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا سلام

علی موسیٰ وھارون انا کذلک نجزی المحسنین انہما من عبادنا المومنین
اسکے بعد حضرت الیاسؑ کا ذکر کیا پھر کسی قدر انکی حالت بیان فرمائی اور ارشاد
کیا سلام علی الیاسین انا کذلک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المومنین
پس نظم قرآن اور اسکے الفاظ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہاں الیاسین
سے مراد حضرت الیاسؑ ہیں کا غیر اگر الیاسین کو آل یاسین پڑھا جاوے اور
اس سے آل محمد مراد لئے جائیں تو نظم قرآن و سیاق و سباق کی خرابی لازم
ہوگی اور الفاظ غلط ہو جائیں گے کیونکہ نہ یہاں آنحضرت اور آپکی آل کا ذکر ہے
اور نہ اسکا محل ہے حضرت الیاس کے ذکر میں آنحضرت کی آل پر سلام بھیجنا
ابعد۔ اور بغیر ذکر آنحضرت فقط آپ کی آل پر سلام کرنا بھی بعید تر۔ اور پھر
انہ من عبادنا المومنین کہنا غلط کیونکہ ضمیر واحد مذکر آل کی طرف کہ وہ کئی
بزرگوار ہیں کیونکر راجع ہو سکتی ہے بہرحال اس سے کلام خدا معاذ اللہ مہمل
ہو جائے گا اور وہ محال ہے۔ اور قرائت غیر مشہورہ میں جو آل یٰسین پڑھا گیا ہے
اسکے بھی دو معنے بیان کئے گئے ہیں اوّل یہ کہ یٰسین حضرت الیاس کے والد کا نام
تھا پس اس صورت میں بھی آل یٰسین الیاسؑ ہیں اور یہ قول بھی نظم قرآن اور سیاق
و سباق کے موافق ہے چنانچہ تفسیر صافی میں بذیل آیہ موصوفہ مرقوم ہے و
قیل یاسین اسم ابی الیاس لینا سب ما بعدہ و نظم سائر القصص
کما فی قولہ الیاسین یعنے بعض نے آل یٰسین کی قرائت کی بنا پر کہا ہے
کہ یٰسین حضرت الیاس کے والد کا نام تھا اور یہ قول آیہ ما بعد کے اور تمام قصوں
کی نظم کے موافق ہے دوسرا قول یہ ہے کہ آل یٰسین سے مراد آل محمد
علیہم السلام ہیں اور اسپر فریقین میں کئی حدیثیں وارد ہیں پس اسصورت میں بھی
قطعاً نظم قرآن اور سیاق و سباق کی مخالفت لازم آتی ہے لہذا یہ کہنا ضرور ہوگا

کہ احادیث موصوفہ آیتہ شریفہ کی تاویل میں وارد ہوئی ہیں نہ تنزیل میں چنانچہ علامہ مجلسی جو افضل المتاخرین ہیں حیواۃ القلوب کی تیسری جلد کے باب دوم صفحہ ۴۸ مطبوعہ نولکشور میں ان احادیث کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے ”فصل اول در تاویل سلام علیٰ آل یٰسین“ اور معلوم ہے کہ معتقدات میں تاویلات سے استنباط صحیح نہیں کیونکہ وہ مفید قطع ویقین نہیں ہو سکتے۔ اور علی التنزل تاویل آل یسین بہ آل محمد علیہم السلام کی صورۃ میں بھی کوئی لفظ اس آیتہ میں ایسا نہیں جو اہل بیت علیہم السلام کی نبوت پر دلالت کرتا ہو بلکہ اس سے محض ایک فضیلت عظیمہ پائی جاتی ہے کیونکہ خلاق عالم نے انبیاء کی طرح آل محمد پر سلام بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ آل محمد علیہم السلام کا مرتبہ سلام میں یا مطلقاً انبیائے سلف کے مساوی ہے بلکہ اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ خود یہی آیتہ اہل بیت علیہم السلام کے عدم نبوۃ پر دال ہے اس کا بیان بنا پر تاویل آل یسین بہ آل محمد علیہم السلام اسطرح پر ہے کہ خلاق عالم نے ایک سورہ میں چند ایسے بزرگواروں پر سلام بھیجا جن میں بعض انبیاء اور بعض غیر انبیاء ہیں۔ جو انبیاء ہیں پہلے ان کا ذکر ایسے الفاظ میں کیا جن سے ان کی نبوت ثابت ہوتی ہے پھر ان پر سلام بھیجا۔ الا آل یسین کہ انکا ذکر پہلے کچھ نہ کیا اور انپر محض سلام بھیجا تاکہ معلوم ہو کہ باوجود اسکے کہ آل محمد علیہم السلام پیغمبر نہیں مگر ایسی فضیلت رکھتے ہیں کہ انبیاء کی سلام کے مستحق ہیں۔ اب رہی حدیث امام رضا پس وہ ائمہ علیہم السلام کی نبوۃ پر ہرگز دال نہیں۔ بلکہ اس حدیث سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے اس آیتہ سے اپنی امامت اور افضلیت ثابت فرمائی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ خدا نے محمد وآل محمد کو اس سبب سے ایک ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے جس کو بغیر اہل فہم دوسرا نہیں سمجھ سکتا پس اگر یہاں فضیلت سے مراد نبوت سمجھی جائے تو دو خرابیاں لازم ہونگی

اول یہ کہ امام علیہ السلام کا محمد وآل محمد فرمانا بیجا ہوگا کیونکہ خدائے تعالیٰ نے آنحضرت پر اس سورے میں سلام نہیں بھیجا محض آپکی آل پر سلام بھیجا دوسری یہ کہ آنحضرت کی اسمیں کوئی ایسی فضیلت نہیں جس کو ہر مسلمان نہ سمجھ سکتا ہو۔ اسلئے کہ آنحضرت کی نبوت و رسالت کو سب سمجھتے ہیں اور جملہ اہل اسلام کی وہ مسلمہ ہے پس امام کا قول کہ وہ خدا نے محمد وآل محمد علیہم السلام کو اس سے ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے جس کو بغیر اہل فہم دوسرا نہیں سمجھتا" لغو ہوگا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ امام کی مراد لفظ فضلاً سے ہرگز نبوۃ نہیں بلکہ آل محمد کی امامت اور انکی عصمت ہے اس صورت میں آنحضرت اور آپکی آل دونوں کا ذکر حدیث میں بجا ہوگا کیونکہ جب آنحضرت کی آل سلام میں بالا مطلقاً باوجود عدم نبوۃ انبیائے سلف کے مساوی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ ائمہ اور معصوم ہیں اسلئے کہ انبیاء کے درجہ میں نہیں ہوا اگر وہ شخص جو معصوم اور امام ہو اور جب آنحضرت کی آل باوجود اسکے کہ آپ سے رتبہ میں کم ہے اور انبیاء کی مساوی ہوئی تو معلوم ہوا کہ آنحضرت جملہ انبیاء سے افضل ہیں اور اسکا تعقل بغیر اہل عقل دوسرا نہیں کر سکتا۔ اور وہ جو اس روایت میں ہے "کہ وہ فضیلت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے بغیر انبیا کے کسی اور پر سلام نہیں کیا" اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سورے میں سوائے آل یٰسین کے اور کسی پر بغیر انبیا سلام نہیں کیا۔ اگر اس سورے کی تخصیص نہ کیجائے تو قول امام معاذ اللہ غلط ہوگا کیونکہ قرآن شریف میں غیر انبیا پر بھی خدائے تعالیٰ کا سلام بھیجنا موجود و منصوص ہے چنانچہ سورہ ہود میں ہے قیل یا نوح اهبط بسلام منا و برکات علیك وعلی امم ممن معك (الجزء ۱۲) یعنے نوح کو حکم دیا گیا کہ اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کیساتھ کشتی سے اترو اور وہ سلام اور برکتیں تمپر اور ان لوگوں پر اترینگی جو تمہارے ساتھ ہیں اور معلوم ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ انکی قوم کے وہ لوگ بھی موجود تھے جو غیر انبیاء تھے ایضاً سورہ رعد میں ہے

سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ۔ (الجزء ۱۳) یعنے تم پر خدا کا سلام ہے بسبب اسکے کہ تم نے صبر کیا پس تمہاری دنیا کا انجام اچھا ہوا۔ یہ سلام اُن عام مومنین پر ہے جنہون نے مصائب پر صبر کیا نمازیں پڑہیں اور راہ خدا میں سخاوت کی چنانچہ اِس آیتہ سے پہلے اسکا ذکر ہے اور یہ سلام خدا کی طرف سے فرشتے پہونچائینگے جیسا کہ تفسیر صافی میں ہے فیدخل کل ملک من باب من ابواب الغرفۃ فیبلغونہ رسالۃ الجبار وذلک قول اللہ والملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب یعنے من ابواب الغرفۃ سلام علیکم بما صبرتم یعنے ہر فرشتہ غرفہ جنت کے ہر دروازہ سے داخل ہوکر اہل جنت کو خدا کا پیام پہونچائیگا اور وہ پیام (سلام علیکم الخ) ہے ایضاً سورہ حجر میں ہے ان المتقین فی جنات وعیون ادخلوھا بسلام امنین (الجزء ۱۴) یعنے بیشک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہونگے انہیں حکم ہوگا کہ جنت میں سلامتی کیساتھ باطمینان داخل ہون۔ ایضاً سورہ احزاب میں ہے ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ (الجزء ۲۲) یعنے (اے مومنین) خلاق عالم اور اسکے فرشتے تم پر صلوات بھیجتے ہیں۔ پھر فرمایا تحیتھم یوم یلقونہ سلام یعنے بروز قیامت انکی تحیت خدا کی طرف سے سلام کیساتھ ہوگی۔ پس ان آیتون سے ثابت ہے کہ خدا نے متعدد مقامات میں غیر انبیا پر بھی سلام بھیجا ہے۔ پس قول امام سے مراد یہ ہے کہ حق تعالی نے اس سورہ میں خاص نوح[۱] و ابرہیم[۲] و موسی[۳] علیہم السلام پر سلام بھیجا اور انکی آل پر سلام نہ بھیجا پھر آل محمد علیہم السلام پر سلام بھیجا جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انحضرت کی آل اِن انبیاء کے درجہ میں ہے یعنے معصوم ہے اور اِن انبیاء کی آل سے افضل ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے سابع بحار کے باب ان آل یس آل محمد صہ ۳۵ میں بنقل قول سید نور اللہ شستری نور اللہ مرقدہ لکھا ہے۔ ومن البین ان السلام علیہم منفرداً فی اثناء السلام

علی الانبیا والمرسلین دلالة صریحة علی کونهم فی درجة الانبیا والمرسلین
ومن هو فی درجتهم لا یکون الا اماما معصوما فیکون نصا فی الامامة
ولا اقل من کونه نصا فی الافضلیة یعنے پیغمبر پر سلام بھیجنے کے اثنا میں آنحضرت
کی آل پر منفرداً سلام بھیجنا اس امر کی دلیل روشن ہے کہ اہل بیت پیغمبرون کے
درجہ میں ہیں اور انکے درجہ میں وہی ہوتا ہے جو امام و معصوم ہو اور یہ بابت امامت
کے نص ہے اور کم سے کم افضلیت پر نص ہے اور وہ جو ماموں عباسی نے
امام رضا کی یہ تقریر سنکر کہا (قد علمت ان فی معدن النبوة شرح هذا وبیانه)
یعنے میں نے جان لیا جو معدن نبوت ہوتے ہیں وہ اسیطرح شرح و بیان کرتے ہیں
اس کا مطلب بہت صاف ہے یعنے جو وارث علوم پیغمبر ہیں انکے پاس ایسی ہی شرح
و تفسیر ہوتی ہے۔ معدن النبوت سے مراد اہل بیت نبی ہیں کیونکہ مصدر کا استعمال بمعنی
اسم فاعل یا صفت کے مقام پر ہوتا ہے جیسے حدیث میں خدا سے بلفظ یا عدل دعا کی
گئی ہے جس کے معنے عادل کے ہیں پس یہاں معدن سے مراد خاندان ہے اور نبوة سے
مراد نبی ہے۔ اور اگر مصدر ہی مراد لیا جائے تو اس سے معدن علم نبوت مقصود ہوگا اور
اسکی تفصیل آئندہ بیان احادیث میں آئیگی انشا اللہ تعالے پس امام نے نہ دعوی
نبوت کیا اور نہ اس کو ثابت فرمایا اور نہ ماموں نے یہ مطلب سمجھا اور نہ آپ کی نبوت کا
اقرار کیا یہ فقط اِن مولوی صاحب کی ناحق کوشی ہے حالانکہ خود امام نے بصراحت
تمام ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص آنحضرت کے بعد نبوت کا دعوی کرے اس کا خون
مباح ہے (حیواة القلوب جلد اول صـــ) اور نیز اسی ماموں کے لئے جو رسالہ
تحریر فرمایا ہے اس میں ارشاد کیا ہے محمد صلعم خاتم پیغمبران است و پیغمبری بعد او نیست
(حق الیقین صـ۳۲۵)۔

قال آیہ چہارم ام یحسدون الناس علے ما اتاهم الله من فضله فقد اتینا

ال ابراهیم الکتاب والحکمة واتینا هم ملکا عظیما۔ در غایت المرام باب ششصت و یکم امام جعفر صادقؑ فرمودہ اند کہ کتاب نبوت است و حکمت فہم و علم است و ملک عظیم طاعت مفروضہ است۔ و در حدیث دیگر معصوم فرمودند کہ درین آیہ ال ابراہیم ما ہستیم و در حدیث دیگر فرمودند یعنے ما از ایشان رسل و انبیاء و ائمہ قرار دادیم کہ چگونہ این را اقرار می کنند در آل ابراہیم و انکار می کنند در آل محمدؐ و این صریح است در اینکہ از انکار منکرین از رسالت و نبوت و امامت ائمہ استعجاب می فرماید۔ و استدلال می نماید بتقریب اینکہ آل ابراہیم کہ از ما در مراتب کم اند آنہا آئمہ و انبیاء و رسل باشند و ما نباشیم۔

اقول واللہ المعین اس بیان میں کئی صریح غلطیاں ہیں جو بہ تفصیل یسیر معرض تحریر میں آتی ہیں۔

اول یہ کہ خدائے تعالےٰ نے جو فرمایا ہے ام یحسدون الناس علےٰ ما اتاھم اللہ من فضلہ یعنے کیا خدا نے جو اپنے فضل سے لوگوں کو نعمت عطا فرمائی ہے اسپر (کفار) جلے مرتے ہیں (پارہ ۵ سورہ نساء) اسمیں لفظ ناس سے مراد یا تو خاص آنحضرت ہیں چنانچہ تفسیر صافی میں ہے وفی المجمع عن الباقرؑ المراد بالناس النبیؐ یعنے تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیۃ میں ناس سے مراد آنحضرت ہیں اس صورت میں محسود آنحضرت ہوسے اور وجہ حسد نبوت پس اس تفسیر کی بنا پر اس آیۃ سے ائمہ کو کوئی تعلق نہ ہوگا فضلاً عن نبوتھم۔ یا ناس سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور وجہ حسد امامت چنانچہ تفسیر صافی میں مرقوم ہے فی عدۃ روایات نحن المحسودون الذین قال اللہ علی ما اتھم اللہ من الامامۃ یعنے متعدد روایات میں وارد ہے (ائمہ نے فرمایا) کہ ہم وہ محسود ہیں جنکا ذکر خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے اور وجہ حسد یہ ہے کہ خدا نے ہمکو امامت عطا فرمائی۔ اس تفسیر کی بنا پر یہ آیۃ ائمہ کی امامت سے متعلق ہوگی اور جمع بین الروایات کی بنا پر آنحضرت کی نبوۃ اور

ائمہ کی امامت سے متعلق ہوگی مگر نبوت ائمہ سے اسکو کچھ تعلق نہیں پس اس آیۃ شریفہ سے نبوت ائمہ کے ثبوت کا دعوے کرنا عین تحریف قرآن ہے۔

دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ نے جو فرمایا فقد اٰتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتیناھم ملکا عظیما یعنے پس ہمنے آل ابراہیم کو بھی (اس سے پہلے) کتاب اور علم دیا اور سلطنت عظیم عطا کی۔ اس آیۃ شریفہ میں خدائے تعالےٰ نے بطور تمثیل ارشاد فرمایا کہ محمد کو نبوت و آل محمد کو امامت دینے سے تو (کافر) حسد کرتے ہیں حالانکہ ہم نے اس سے پہلے آل ابراہیم کو بھی نبوۃ اور امامت عطا کی تھی اور اونپر کسی نے حسد نہیں کیا۔ اس آیۃ میں آل ابراہیم سے یقیناً وہ انبیا و ائمہ مراد ہیں جو آنحضرت سے پہلے گزرے ہیں کیونکہ استعجاب اسی وجہ سے ہے کہ آل ابراہیم پر بسبب عطائے نبوت و امامت کسی نے حسد نہیں کیا اور محمد و آل محمد علیہم السلام پر حسد کرتے ہیں چنانچہ ان مولوی صاحب نے بھی ذیل اس کے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس آیۃ میں آل ابراہیم سے مراد انبیاء و ائمہ سلف ہیں جو آنحضرت سے پہلے گزرے ہیں جن کی نبوت و امامت کا حاسدوں نے اقرار کیا اور ناس سے مراد آل محمد ہیں جن کی امامت پر منکرین حسد کرتے ہیں۔ اگر اس آیۃ مین آل ابراہیم سے ائمہ اہل بیت مراد ہوں تو آیۃ شریفہ مہمل ہو جائیگی اور محسود یعنے آل محمد اور غیر محسود یعنے آل ابراہیم دونوں ایک ہو جائینگے اور خدائے تعالیٰ کا تمثیلاً آل ابراہیم کا ذکر فرمایا لغو ہوگا۔ ایضاً کلام معصوم میں تخالف ثابت ہوگا کیونکہ معصوم نے فرمایا فکیف یقرون فی آل ابراھیم وینکرون فی آل محمد (صافی) اور یہ کلام نص ہے اس امر پر کہ یہان آل ابراہیم اور ہیں اور آنحضرت اور آپکی آل اور۔ اگر اس آیت میں آل ابراہیم کو بھی آل محمد سمجھیں تو کلام معصوم مہمل ہوگا۔ اور یہ بات ثابت ہوگی کہ ایک ہی آیت میں معصوم نے آل ابراہیم سے آل محمد مراد لیا اور پھر اسی آل ابراہیم کو اپنے سے

علیحدہ قرار دیا۔ اور یہ تعارض ہے۔ جکا وقوع معصوم سے بلکہ جملہ اہل عقل سے محال ہے۔

تیسرے یہ کہ اِن مولوی صاحب نے جو کہا کہ (این صریح است درینکہ از انکار منکرین از رسالت و نبوت و امامت ائمہ امام استعجاب می فرمایند) بالکل غلط ہے کیونکہ بتسلیم صحت روایت امام نے ائمہ کی نبوت و رسالت کے انکار سے استعجاب نہیں فرمایا بلکہ آنحضرت کی نبوت اور ائمہ کی امامت کے انکار سے استعجاب فرمایا دو وجہوں سے (الف) ظاہر ہے کہ جو چیز پہلے سے ثابت و متحقق ہو اسکے انکار سے تعجب ہوا کرتا ہے جیسے نبوت آنحضرت و امامت ائمہ اور جو چیز پہلے سے ثابت ہی نہو بلکہ وہ باطل اور اسکا خلاف ثابت و متحقق ہو اس کے انکار سے کیونکر تعجب ہو سکتا ہے۔ جیسے نبوۃ احدی بعد آنحضرت۔ کیونکہ نصوص قطعیہ اور ضرورت دین اسلام سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت پر نبوۃ ختم ہو چکی آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ پھر نبوۃ ائمہ کہاں۔ اور اسکے انکار سے تعجب کیا (ب) احادیث متعددہ سے ثابت ہے کہ اس آیۃ کی تفسیر میں معصومین نے فرمایا کہ وجہ حسد ہماری امامت ہے نفرہ علی ما اتنا اللہ من الامامۃ جو سابقا تفسیر صافی سے نقل کیا گیا اسپر نص ہے پس حدیث وینکرون فی آل محمد میں بھی یہی امامت مراد ہے اور اگر ناس سے حضرت محمد و آل محمد علیہم السلام دونوں مراد لئے جائیں تاکہ جمع بین الاحادیث صحیح ہو تو اس صورۃ میں آنحضرت کی نبوت اور ائمہ کی امامت کے انکار سے استعجاب ہوگا اور اسمین کسی طرح کا تخالف نہیں ہے۔

چوتھی یہ کہ پہلے اِن مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ و در حدیث دیگر معصوم فرمودند کہ در این آیہ آل ابراہیم ما ہستیم۔ اور پھر دو سطروں کے بعد لکھا دو تبقریب اینکہ آل ابراہیم کہ از ما در مراتب کم اند آنہا ائمہ و رسل باشند و ما نباشیم پس یہ دونوں

عبارتین آپس میں صریح معارض ہیں۔ کیونکہ پہلی عبارت سے ظاہر ہے کہ آل ابراہیم خود ائمہ ہیں۔ اور دوسری عبارت اس پر نص ہے کہ آل ابراہیم اور ہیں اور ائمہ اور ایضاً اس سے تفضیل شے علی نفسہ لازم آتی ہے جو محال عقلی ہے کیونکہ وہی آل ابراہیم جو عین ائمہ علیہم السلام ہیں انہیں آل ابراہیم سے کم رتبہ ہیں۔ مگر ان مولوی صاحب کو کیا پروا۔ خواہ کلام خدا مہمل ٹھہرے خواہ کلام معصوم باطل ثابت ہو

قال آیہ پنجم آیہ نور است کہ معصوم فرمودند کہ فیہا مصباح یعنے در آن نور علم است یعنے پیغمبر ایست والمصباح فی زجاجہ فرمود آن علم محمد کہ تفسیر پیغمبری شدہ منتقل شد بدل علی۔ واستدلال فرمودند کہ اختلافات واقعہ در تفسیر این آیہ بسبب اختلافات عقول ناس است کہ بمصداق کلموا الناس علی قدر عقولہم تکلم فرمودہ اند

اقول واللہ الموفق والمعین ان مولوی صاحب کا دعوے تو یہ ہے کہ ائمہ کی نبوۃ کے ثبوت میں جو وہ آتین پیش کی گئی ہیں اور حال یہ ہے کہ ایک آیہ کے الفاظ بھی اسپر دال نہیں نص تو کہان۔ اب یہ آیہ شریفہ جو قطعاً متشابہات سے ہے اور جسکی تفسیر میں فریقین نے اس کثرت سے اقوال بیان کئے ہیں جنکا شمار دشوار اور وہ آپس میں اسقدر متخالف ہیں کہ کسی ایک قول کا تعین مشکل ثبوت نبوت ائمہ میں پیش کیا گیا ہے۔ ع برین عقل و دانش بباید گریست۔ خاکسار یہاں اس آیہ کی کسی قدر تفسیر اور ان مولوی صاحب موصوف کے دعوے کی تردید پیش کرتا ہے۔ سورہ نور میں ہے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ۱المصباح فی زجاجۃ ۱الزجاجۃ کانہا کوکب دری الایہ یعنے اللہ ہی کے نور سے آسمان و زمین کی روشنی ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے (اور) طاق میں ایک چراغ رکھا ہے (اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے (اور) قندیل (اسقدر) شفاف ہے کہ گویا وہ چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے تا آخر آیہ (الجزو ۱۸) خود اسمیں

آیہ شریفہ سے ظاہر ہے کہ وہ ہرگز محکمات سے نہیں اور اسکی تصریح محققین علمار نے بھی فرمائی ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے جلد سوم حیوات القلوب کی فصل نوہم صد ۸۲ میں اس آیتہ کو نقل کرکے فرمایا ہے ؏ این آیہ کریمہ از آیات متشابہات است و در تاویل آن وجوہ بسیار گفتہ اند" اور معلوم ہے کہ آیہ متشابہہ سے اصلا احتجاج درست نہیں اب رہے اقوال معصومین پس باوجود احاد وہ بھی اسقدر اختلاف رکھتے ہیں جن کی تطبیق دشوار ہے چنانچہ علامہ مجلسی اسی کتاب کے اسی فصل صد ۸۴ میں لکھتے ہیں ؏ اما احادیثی کہ در تاویل این آیہ وارد شدہ است چند نوع است۔ اوّل انکہ علی ابن ابراہیم در تفسیر روایۃ نمودہ است از حضرت صادقؑ کہ مشکواۃ حضرت فاطمہ است فیھا مصباح درینجا حضرت امام حسن است المصباح فی زجاجۃ این مصباح حضرت امام حسینؑ است و چون ہر دو از یک نور اند تعبیر ہر دو بمصباح نمودہ اند۔ فرمود کہ مراد بزجاجہ نیز حضرت فاطمہ است یعنے گویا فاطمہ کوکب درخشندہ است میان زنان دنیا و زنان اہل بیت الخ ایضاً مجلسی اسی حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں۔ و کلینی و فرات بن ابراہیم نیز این روایۃ راسچندیں سند روایت نمودہ اند۔ پس وہ روایت جسکا بعض مضمون ان مولوی صاحب نے نقل کیا ہے کئی وجوہ سے قابل احتجاج نہیں۔ **اول** یہ کہ وہ روایت حدیث مشہور مذکور الصدر اور دوسرے احادیث کثیرہ کی مخالف ہے **دوسرے** یہ کہ خود وہ روایتا بھی متشابہات سے ہے کیونکہ اسکا ترجمہ جسکو علامہ مجلسی نے جلد سوم حیواۃ القلوب کے صد ۸۴ مطبوعہ نولکشور) میں لکھا ہے یہ ہے راوی کہتا ہے ؏ گفتم مثل نورہ فرمود (امام جعفر صادق) کہ نورش محمد است گفتم کمشکواۃ فرمود مشکواۃ سینہ محمد است" اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کی تشبیہ خود آنحضرت کے سینہ سے دگئی ہے کیونکہ نورہ سے خود آنحضرت ہیں جو مشتبہ واقع ہوئے ہیں اور کمشکواۃ میں کاف حرف تشبیہ اور

مشکواۃ آنحضرت کا سینہ ہے جو مشبہ بہ واقع ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت مثل اپنے سینہ کے ہیں۔ اور اس میں جو قباحت ہے وہ ظاہر ہے پھر راوی کہتا ہے وگفتم فیہا مصباح فرمود کہ یعنے درآن نور علم است یعنے پیغمبری المصباح فی زجاجۃ فرمود کہ علم محمد منتقل شد بدل علی ؑ اور آیۃ شریفہ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ مصباح مظروف اور زجاجہ ظرف یہ دونوں مل کر اس مشکواۃ میں ہیں جو مشبہ بہ واقع ہوا ہے نور اللہ کا پس معلوم ہوا کہ امیر المومنین مع نور علم آنحضرت کے سینہ میں ہیں وھو کما تری پھر راوی کہتا ہے گفتم کانہا فرمود چرا کانہا میخوانی گفتم بچہ بخوانم فرمود کانہ کوکب دری الآیۃ اس صورت میں کانہ کی ضمیر مذکر الزجاجہ کی طرف راجع نہیں ہو سکتی پس ضرور ہوگا کہ وہ مصباح کی طرف راجع ہو اور اس صورت میں الزجاجہ کی تکرار بے ہوگی حالانکہ آیۃ شریفہ میں تکرار موجود ہے وقباحۃ ھذا لا تخفی علی من لہ بصیرۃ یسیرۃ۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ یہ روایۃ یا غیر معتبر یا متشابہات سے ہے جس کے فہم سے ہمارے عقول عاجز ہیں جیسا کہ خود آیۃ شریفہ متشابہات سے ہے متشابہات پر عمل کرنیوالے کی نسبت خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ (آخر ۳ سورہ آل عمران) یعنے اس میں بعض آیتیں پکی یعنے صریح ہیں کہ وہی اصل کتاب ہیں اور بعض دوسری مبہم ہیں پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی انہیں مبہم آیتوں کی پیروی کرتے ہیں تاکہ فساد پیدا کریں۔ اور معلوم ہے کہ خلق خدا کو گمراہ کرنے سے بڑھکر کوئی فساد نہیں تیسری یہ کہ روایت مذکورہ میں نور علم کی تفسیر نبوۃ کے ساتھ شاذ ہے کیونکہ دوسری حدیثیں اسی مضمون کی جو امام محمد باقر ؑ سے مروی ہیں وہ اس تفسیر سے خالی ہیں چوتھے یہ کہ علی التنزل و تسلیم صحت حدیث و تسلیم تفسیر نور علم بہ نبوت۔ ہم کہتے ہیں کہ اسکا

مطلب صحیح ہے۔ اور اس سے کسی طرح امیر المومنینؑ کی نبوت ثابت نہیں ہوسکتی اسلئے کہ چونکہ یہ نور علم بلاواسطہ بشر خاص خدائے تعالی کی طرف سے آنحضرت کے سینہ مبارک میں آیا تھا اس لئے اسکی تعبیر نبوت سے کی گئی۔ اور چونکہ وہ علم آنحضرت کے ذریعہ سے حضرت امیر کو پہونچا تو وہ یقیناً امامت سے معتبر ہوگا۔ اور اس امر کی دلیل کہ آنحضرت کے ذریعہ اور آپکی تعلیم سے وہ علم حضرت امیر کو ملا۔ احادیث متواترہ کے علاوہ جو بحار الانوار میں بتفصیل اور حیواۃ القلوب میں باجمال مرقوم ہیں خاص اسی آیہ کی تفسیر میں موجود ہے چنانچہ جلد سوم حیواۃ القلوب (کے صفحہ ۸۵ مطبوعہ نولکشور) میں لکھا ہے ایضاً در توحید از حضرت باقرؑ روایت کردہ است کہ مشکوۃ فیہا مصباح یعنی نور علم در سینہ پیغمبر است۔ المصباح فی زجاجہ زجاجہ سینہ علی است کہ علم پیغمبر بہ سینہ علی آمد حضرت رسول ہمہ را تعلیم او کرد۔

پانچویں یہ کہ جلد سوم حیواۃ القلوب (کے صفحہ ۸۷) اور تفسیر صافی میں امام جعفر صادق و امام محمد باقر علیہما السلام سے اس آیت کی تاویل اسطرح مرقوم ہے کہ مشکوٰۃ باطن مومن اور قندیل اسکا دل ہے اور مصباح وہ نور ہے جو خدا نے ہر مومن کے دل میں قرار دیا ہے پس اس حدیث میں نہ آنحضرت کا ذکر ہے نہ خاص ائمہ کا نہ جناب سیدہ کا نہ علم نبوۃ کا نہ امامت کا۔

قال آیہ ششم افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون (آیا پس وقتیکہ بیاید بسوے شما رسول بانچیکہ خواہش نمی کند نفسہاے شما استکبار کردید پس جماعتی را تکذیب کردید و جماعتی را قتل خواہید کرد کہ دو فریق از رسول یک فریق از انہا در ماضی تکذیب شان کردید و فریق دیگر از انہا در زمان مستقبل خواہید کشت و در سابع بحار در باب جوامع تاویل ما نزل فیہم امام محمد باقرؑ در تفسیر فرمودہ اند کہ فریقاً من آل محمد تقتلون (جماعتی را از آل محمد قتل خواہید کرد یعنے جماعت

رسولان راکہ از آل محمد اند قتل نمودہ شہید کردی) و معلوم است کہ در زمان مستقبل انبیاء مقتول غیر از ائمہ اثنا عشر نیستند۔

اقول یہ آیۃ شریفہ جو پارہ اوّل سورہ بقر میں ہے (جسکا بامحاورہ اور صاف ترجمہ یہ ہے) کہ کیا تم ایسے (شوخ) ہو گئے کہ جب تمہارے پاس کوئی رسول تمہارے خواہشوں کے خلاف کوئی حکم لیکر آیا تو تم اکڑ بیٹھے پھر بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو لگے قتل کرنے انبیاء گذشتہ کی شان میں نازل ہوا ہے یعنے مکذبین اور مقتولین وہی پیغمبر ہیں جو آنحضرت سے پہلے گذرے۔ اور ہر چند اس آیت میں کذبتم سے آنحضرت کے زمانہ کے یہود کی طرف خطاب ہے مگر فی الحقیقت اُن سے مراد انکے اسلاف ہیں کئی وجوہ سے اول یہ کہ اس آیۃ شریفہ سے پہلے خدا تعالیٰ نے فرمایا ولقد اٰتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل واٰتینا عیسی بن مریم البینات و ایدناہ بروح القدس یعنے اور البتہ ہم نے موسٰی کو کتاب عنایت فرمائی اور انکے بعد پے درپے اور رسول بھیجے اور مریم کے بیٹے عیسٰی کو کھلے کھلے معجزے عطا فرمائے اور روح القدس کے ذریعہ سے انکی تائید کی۔ پھر ساتھ ہی ارشاد فرمایا افکلما جاءکم رسول الایۃ پس نظم آیات اور انکے الفاظ دال ہیں کہ انبیائے مقتولین وہی ہیں جنکا ذکر پچھلی آیت میں ہوا ہے اور افکلما میں فا تعقیب کی موجود ہے جو بیان سابق سے متعلق ہے دوسری یہ کہ جاءکم رسول میں جاء صیغہ ماضی ہے جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مکذب و مقتول وہی گذشتہ پیغمبر ہیں۔ اور ہر چند تقتلون صیغہ مضارع ہے مگر بقرینہ جاءکم رسول اسکو زمانہ ماضی سے متعلق کرنا لازم ہے چنانچہ تفسیر صافی میں ہے و فریقا تقتلون۔ قتلتم یعنے تقتلون کے معنے (یہاں) قتلتم کے ہیں تیسری یہ کہ اس آیہ میں یہود کیطرف خطاب ہونا متفق علیہ اور یقینی ہے چنانچہ تفسیر صافی میں افکلما جاءکم کے بعد لکھا ہے ایھا الیھود

اس سے ثابت ہے کہ مقتولین وہی انبیاء گذشتہ ہیں کیونکہ یہود نے انبیاء گذشتہ ہی کو قتل کیا تھا اور وہ کسی امام کے قاتل نہین۔ چوتھی یہ کہ تفسیر صافی میں فریقاً تقتلون کے بعد لکھا ہے تقتل اسلافکم زکریا و یحیی یعنے تمہارے بزرگوں نے زکریا اور یحیی کو قتل کیا پس آنحضرت کے زمانے کے یہود کی طرف خطاب کرنا اور ان سے مراد انکے اسلاف کو لینا بسبب سکے ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے افعال پر راضی تھے۔ اور اسطرح کے خطابات قرآن شریف مین بکثرت ہیں پس ان وجوہ وجیہہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیۃ شریفہ کے الفاظ کو ائمہ علیہم السلام سے کچھہ تعلق نہیں۔

اب رہی حدیث امام محمد باقر پس اسکی نسبت کئی وجوہ سے بحث کیجاتی ہے اول یہ کہ ضعیف ہے کیونکہ سابع بحار کے باب مذکور میں اس روایت کی سند اسطرح مرقوم ہے احمد بن ادریس عن محمد بن حسان عن محمد بن علی عن عمارہ بن مروان عن منخل عن جابر عن ابی جعفر ع پس محمد بن حسان کو علامہ نے خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعفاء میں ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ شخص اکثر فساق سے روایۃ کرتا ہے اور ابن غضائری لکھتے ہیں وہ ضعیف یعنے فاسق ہے اسیطرح علامہ مجلسی نے کتاب رجال میں اسکو ضعیف لکھا ہے اور ایک راوی اس حدیث کا منخل ہے جسکو مجلسی نے ضعیف لکھا ہے اور علامہ نے خلاصۃ الاقوال میں اسکی نسبت لکھا ہے کان کوفیا ضعیفا دفی مذہبہ غلو یعنے یہ شخص کوفی اور فاسق ہے اور اسکے مذہب میں غلو ہے پس ایسی حدیث جسکا ایک راوی فاسق اور ایک راوی فاسق و غالی ہو ہرگز لایق اعتبار نہیں دوسری یہ کہ ان مولوی صاحب نے اس حدیث کے تتمہ کو اڑا دیا ہے اور وہ تتمہ یہ ہے قال فذلک تفسیرھا فی الباطن یعنے امام نے فرمایا کہ اس آیہ شریفہ کی یہ تفسیر باطنی ہے جب یہ تفسیر باطنی ہوئی تو ضرور ہے کہ ہر لفظ کی تفسیر باطنی ہو تو معنے بدل جاینگے پس لفظ رسول اپنے ظاہری معنی پر باقی رہیگا اور نہ یہود و یہ کہ تم کا زمانہ ماضی تیسری یہ کہ علامہ مجلسی نے سابع بحار کے صفحہ ۱۵۵ میں جہان اس حدیث کی شرح لکھی ہے اسکے معنے بیان

کئی احتمال بیان کیے ہیں منجملہ انکے فرمایا ہے کہ وہ محتمل ہے کہ خطاب یہود ہی کی طرف ہو
جیسا کہ ظاہر آیہ اسپر دال ہے اور ہرگاہ یہ امر ثابت ہے کہ جو چیزیں امتہائے گزشتہ
میں واقع ہوئی ہیں اس امت میں بھی واقع ہوں پس قتل کا تحقق اس امت میں اہل بیت
کے قتل سے ہوا ہے کیونکہ انہیں بزرگواروں سے منقول ہے کہ فرمایا بتحقیق کہ خدائے تعالے
نے ہمارے پیغمبر سے قتل وایذا کو دفع فرمایا اور ان چیزوں کو ہم پر وارد کیا۔ ایضاً مجلسی نے
اس سے پہلے ایک دوسرے احتمال میں بیان کیا ہے او باحتمال القتل مجاز الان
قتل اہلبیتہ بمنزلۃ قتلہ یعنے یا قتل مجازی ہے نہ حقیقی کیونکہ اہل بیت کا قتل
آنحضرت کے قتل کے مقام پر ہے پس جس حدیث میں باوجود ضعف ایسے محامل صحیحہ
موجود ہوں وہ کیونکر ان مولوی صاحب کے دعوئے باطل کی دلیل ہو سکتی ہے۔

قال آیہ ہفتم ویقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفی باللہ شہیداً بینی
وبینکم ومن عندہ علم الکتاب (ومیگویند کسانیکہ کافر شدند کہ تو رسول نیستی
بگو کافی است خدا گواہ درمیان من ودرمیان شما وکسیکہ نزد او است علم کل قرآن) با
تقریب کہ گواہ باید کہ عالم مشہود بہ بودہ باشد پس ہر گواہ کہ عالم بتمام مشہود بہ بودہ با شد
گواہی بصدق نمی تواند بدہد۔ وہر خبر از مشہود بہ ندانند تا دیہ گواہی محال است پس شاہد
در صفت یا کمال مساوی یا افضل بودہ باشد واما در شہادت بر فعل کسے مساوات یا
افضلیت لازم نیست پس مشہود بہ رسالت رسول است کہ صفت آنحضرت است
ومشہود علیہ آنحضرت اند وشاہد حضرت علی است باتفاق فرقہ امامیہ وتواتر احادیث شیعہ
بلکہ باتفاق اکثر روایات محققین اہل سنتہ۔ پس معلوم است کہ شاہد مساوی باشد یا افضل
باشد وانیجا دو گواہ است یکے خدا کہ مصداق افضل است ودیگے حضرت علی کہ مصداق
مساوی است ومعلوم شد کہ حضرت علی رسول است ورسول بے نبوت نیست پس
ہر رسول نبی است پس حضرت علی رسول است ونبی است وہمچنین ہر امام تا امام

ہونا ز وجہم شاہد و مشہود علیہ ہے تا بہر بہار راہ دیتا اہلبیت کا ساتھ وہ صادی المرتبہ ہوتے تھے۔

اقول واللہ موفق والمعین اس آیت شریفہ سے امیرالمومنین کی رسالت پر استدلال ایسا ہے جسکو منکر اکیلا ابجد خوان بھی متامل کے خبط الحواس ہونے میں شک نہیں کر سکتا یہ استدلال اگر صحیح ہو تو یہ بات لازم آیگی کہ کل انبیا سب ائمہ تمام ملائکہ بلکہ صاحبان علم بلکہ سب مسلمان خدا ہو جائیں نعوذ باللہ قبل اسکے کہ میں اسکی تفصیل بیان کروں اسقدر یہاں صاحبان فہم پر ظاہر کر دیتا ہوں کہ یہ مولوی صاحب الفاظ عرب کے استعمال سے بھی نابلد ہیں چنانچہ آپ نے کہا ہے وہ مشہود علیہ آنحضرت تھا ائمہ کا حالانکہ مشہود علیہ اس شخص کو کہتے ہیں جسکے خلاف میں یا جسکے ضرر کے واسطے گواہی دیجائے اور جسکے فائدہ یا اسکے صدق کی گواہی دیجاتی ہے اسکو مشہود لہ کہتے ہیں جاننا چاہیئے کہ لفظ شہادت کے کئی معنے ہیں ایک اطلاع دوسرے حضور تیسرے ادائے گواہی کمانی الصراح اور ہر ایک معنے میں شہادت کا استعمال علیٰ دستور ہوتا ہے پہلے کے دونوں معنے المحن فیہ سے خارج ہیں اب رہے معنے ادائے گواہی پس اس صورۃ میں لفظ شہادت اور اسکے مشتقات اگر علی کیساتھ مستعمل ہوں تو اسکے معنے خلاف کی گواہی کے ہونگے اور فائدہ کے لیئے یہ الفاظ لام کیساتھ مستعمل ہوتے ہیں چنانچہ مجمع البحرین میں ہے قولہ تعالیٰ انا ارسلناک شاھدا ای علی امتک فیما یفعلونہ ومقبول قولک عند اللہ لھم وعلیھم۔ اور شرائع الاسلام کی کتاب الشہادت میں مرقوم ہے الثالثۃ النسب وان قرب لا یمنع قبول الشہادۃ کالاب لولدہ وعلیہ یعنے نسب اگرچہ قریب کا ہو قبول شہادت کا مانع نہیں جیسے باپ کی گواہی بیٹے کے فائدہ کے لیئے اور اسکے خلاف میں لولدہ کے حاشیہ میں لمنفعتہ لکھا ہے اور علیہ کے حاشیہ میں لضررہ مرقوم ہے اسیطرح کتاب الشہادت کے مقام کثیرہ میں مشہود علیہ اور مشہود لہ کا استعمال موافق تحریر فقیر موجود ہے اور جملہ کتب فقہیہ واحادیث

میں اسیطرح یہ الفاظ مستعمل ہیں پس بنابر تحریر مولوی صاحب موصوف ثابت ہوتا ہے کہ خداے تعالی اور امیر المومنین نے آنحضرت کے خلاف میں گواہی دی یعنے پناہ بخدا آپ کی تکذیب کی اسیطرح ہر امام دوسرے امام کا مکذب ہے معاذ اللہ اب اصل مطلب کی نسبت گذارش ہے کہ بیشک احادیث کثیرہ معتبرہ اس امر پر دال ہیں کہ ومن عندہٗ علم الکتاب سے مراد امیر المومنین ہیں اور آیہ شریفہ سے ثابت ہے کہ آپ آنحضرت کی رسالت کی حقیقت کے گواہ ہیں اور ایسے شاہد کے لئے ضرور ہے کہ وہ امر مشہود بہ کی ماہیت جانتا ہو اور اسکی حقیقت کا یقین رکھتا ہو اور یہ ہرگز ضرور نہیں کہ وہ مشہود لہ سے افضل یا مساوی ہو پس حضرت امیر کو آنحضرت کی رسالت کا علم و یقین حاصل تھا اس لئے آپکی شہادت صحیح و درست ہے اور اسمیں شک نہیں کہ اس آیہ سے آپ کی دو اعلے فضیلتیں ثابت ہوتی ہیں جنکا بیان کتب امامیہ میں موجود ہے مگر اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ آپ آنحضرت سے افضل یا مطلقاً مساوی ہیں اگر بفرض محال شاہد کا مشہود لہ کے مساوی ہونا ضروری سمجہا جاسے تو کئی عظیم قباحتیں لازم ہونگی اول یہ کہ اس صورت میں لازم ہوگا کہ تمام ملائکہ اور جملہ صاحبان علم معاذ اللہ خداے تعالی کے مساوی بلکہ خدا بنجائیں کیونکہ قرآن شریف میں ہے شھد اللّٰہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ واولو العلم قائما بالقسط (پارہ ۳ سورہ ال عمران) یعنے خود اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے بھی وہی گواہی دیتے ہیں۔ اور نیز یہ کہ اللہ عدل کیساتھ کارخانہ عالم کو سنبہالے ہوے ہے یہاں مشہود بہ خدا کی الوہیت اور وحدانیت ہے اور مشہود لہ خداے تعالی اور شاہد ملائکہ اور صاحبان علم۔ پس اگر ان مولوی صاحب کی دلیل جو حقیقۃً بڑی عقلمندی کی دلیل ہے صحیح ہو تو اس سے بڑہکر کوئی کفر اور شرک نہیں ہو سکتا اعاذنا اللہ من ھذا دوسری یہ کہ جب کسی صفت یا کمال کی شہادت کیلئے شاہد کا مشہود لہ کے مساوی ہونا ضرور ہو تو انبیا و اوصیا و مومنین کا خدا کے

کی الوہیت اور اسکی وحدانیت کی گواہی دینا لغو ہوگا۔ اور نیز خدا اور رسول کا عامہ خلایق کو شہادت کی دعوت دینا فضول۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کا انبیا و مرسلین کو مبعوث بہ نبوت و رسالت فرمانا ہی عبث ہوگا کیونکہ نہ انبیا و اوصیا خدا کے مساوی ہو سکتے ہیں اور نہ عام انسان انبیا و اوصیا کے مساوی تیسری یہ کہ مومنین کا اقرار شہادتین خدا و رسول کے نزدیک مقبول ہے یا نہیں اگر مقبول ہے تو ضرور ہوگا کہ کل مومنین خدا و رسول کے مساوی ہوں اور اگر مقبول نہیں تو ضرور ہوگا کہ سب کافر ہوں معاذ اللہ

قال آیہ ہشتم ولکل امۃ رسول فاذا جاء رسولہم قضی بینہم بالقسط وہم لا یظلمون (از برائے ہر امت رسول است پس چون بیاید رسول ایشان حکم کردہ شود میان ایشان بعدل و ایشان ظلم کردہ نخواہند شد) مراد درین آیہ از رسولہم ائمہ ہستند و محتمل تو یا مراد از رسول امام دوازدہم باشد کہ در شانش وارد است یملا الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا کہ دلالت بر قضی بینہم بالقسط وہم لا یظلمون میکند۔ و در کتاب سابع بحار در باب جوامع تاویل ما انزل فیہم علیہم السلام تفسیر صافی از عیاشی نقل شدہ کہ گفت تفسیر این آیہ در باطن بہ تحقیق کہ از برائے ہر زمانی ازین امت رسولی است از آل محمد کہ بیرون می آید بسوئے قرآن کہ آن بسوئے ایشان رسول است و ایشان اند اولیاء و ایشان اند رسولان ۔

اقول کئی وجوہ سے منقوض ہے اول یہ کہ صافی میں اس آیہ شریفہ کی تفسیر اسطرح مرقوم ہے کہ ہر امت کیلئے ایک پیغمبر مقرر کیا گیا تھا پس جب پیغمبر معجزات کیساتھ آیا تو قوم نے اسے جھٹلایا (یا جب وہ پیغمبر روز قیامت آئیگا تا اپنی قوم کی مخالفت کی گواہی دے) تو ان میں عدل کیساتھ حکم کیا گیا۔ پس پیغمبر کو نجات دیگئی اور اسکے مکذبین معذب ہوئے انتہی محصلا اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیہ انبیائے سلف کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ائمہ سے کچھ تعلق نہیں یہی بات انبیاء قرآن سے ثابت ہے اور قضی بینہم

یا تو دار دنیا سے متعلق ہے وعلیہ الاکثر کما فی سابع البحار یا اسکا تعلق دار عقبےٰ سے ہے
کما فی الصافی دوسری یہ کہ معلوم ہے کہ ہم محکمات کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنے مامور
ہیں اور آیہ موصوفہ کے ظاہر الفاظ کو ان مولوی صاحب کے دعوے سے کچھ تعلق نہیں
خود وہ حدیث جو اس آیہ کی تاویل میں پیش کی گئی ہے شاید حال ہے کیونکہ ابتدا اس حدیث
کی ان الفاظ سے ہے "تفسیرها بالباطن" یعنے اس آیہ کی یہ تفسیر باطنی ہے پس
جب حدیث مابہ الاستدلال ٹھہری تو ضرور تھا کہ پہلے اسکا تواتر ثابت کیا جاتا پھر اس سے
حجۃ لائی جاتی کیونکہ مسئلہ نبوۃ معتقدات سے ہے جس میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے
حالانکہ اسکی صحت بھی معرض ثبوت میں نلائی گئی تواتر تو ایک امر عظیم ہے تیسری
یہ کہ روایت پیش کردہ مولوی صاحب موصوف جو سابع بحار اور تفسیر صافی میں منقول ہے
باوجود اسکے کہ قطعاً آحاد سے ہے بالکل غیر معتبر ہے کیونکہ اسے علامہ مجلسی نے حیوۃ
القلوب کی جلد سوم میں نقل نہیں کیا۔ حالانکہ جتنی آیتین تاویلاً ائمہ کی شان میں باسناد
معتبرہ مروی ہیں وہ اس جلد میں موجود ہیں اور نیز مجلسی نے حیواۃ القلوب کی پہلی
جلد میں لکھا ہے "و بنابرین اختصار می نماید بر ترجمہ انچہ از احادیث اوثق و اقوے بود"
ایضاً وہ روایت دراصل عیاشی کی ہے اور وہ اسکی روایت میں متفرد ہیں صاحب
بحار اور صاحب صافی نے بھی اس کو تفسیر عیاشی ہی سے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو بحار
وصافی۔ اور عیاشی ہرچند خود موثق ہیں مگر اکثر وہ ضعفاء سے روایت کرتے ہیں چنانچہ
علامہ نے خلاصۃ الاقوال میں لکھا ہے محمد بن مسعود بن محمد عیاشی السلمی السمر
قندی ابو النصر المعروف بالعیاشی ثقۃ (الی ان قال) وکان یروی عن
الضعفاء کثیرا الخ ملخصاً یعنے محمد بن مسعود جو عیاشی کے نام سے مشہور ہیں ثقہ
ہیں اور وہ بکثرت ضعفاء سے روایت کرتے ہیں۔ مثل اسکے رجال نجاشی میں بھی
مرقوم ہے۔ اور معلوم ہے کہ اصطلاح حدیث میں ضعیف فاسق اور کاذب کو

سکتے ہیں پس حسب نجاشی کے اکثر رواۃ فاسق اور کاذب ہیں تو پھر کیونکر انکی حدیث لایق اعتبار ہوسکتی ہے ایضاً سانج بحار میں جو حدیث منقول ہے اسمیں فقط آخر راوی کا نام درج ہے اسطرح سے عن جابر عن ابی جعفرؑ اور جابر جس راوی کا نام کتب رجال شیعہ میں مرقوم ہے وہ تین شخص ہیں اوّل جابر بن عبداللہ انصاری اور وہ اس حدیث کے راوی نہیں ہیں کیونکہ حضرت ابوجعفر یعنی امام محمد باقر علیہ السلام کی طفولیت میں انہون نے انتقال کیا اور آپ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ دوسرے جابر بن مکفیف اور وہ بھی اسکے راوی نہیں کیونکہ وہ امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں تھے تیسرے جابر بن یزید جعفی اور یہی اس حدیث کے راوی ہیں کیونکہ انہیں نے امام محمد باقرؑ سے حدیثین روایت کی ہیں ملاحظہ ہو کتب رجال واحادیث اور جابر جعفی کے بارہ میں ہرچند اختلاف ہے کہ اکثر کے نزدیک وہ ممدوح اور بعض کے نزدیک مذموم ہیں مگر ہم انکے ثقہ ہونیکو تسلیم کرسکتے ہیں کہ ان سے جن لوگون نے روایت کی ہے وہ اکثر ضعفاء اور فساق ہیں چنانچہ کتاب الرجال نجاشی میں مرقوم ہے کہ جابر بن یزید جعفی نے امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے ملاقات کی ہے ۱۲۸ھ ہجری میں انکا انتقال ہوا ایک ایسی جماعت نے ان سے روایت کی ہے جن کا تضعیف ظاہر کیا گیا ہے اور وہ سب ضعیف ہیں انکے منجملہ عمر بن شمر مفضل بن صالح منخل بن جمیل اور یوسف بن یعقوب ہیں اور خود جابر جعفی مختلط تھے۔ محصلاً اور علامہ نے خلاصۃ الاقوال میں بعض احادیث انکی نسبت نقل کرکے لکھتے ہیں وہ ابن غضائری نے کہا ہے کہ جابر جعفی کوئی بذات خود ثقہ ہے مگر جنھون نے روایت کی ہے انہیں سے اکثر ضعیف ہیں اور ان سب سے بڑھکر عمر بن شمر جعفی و مفضل بن صالح سکونی اور منخل بن جمیل اسدی نے انسے روایت کی ہے اور میرے نزدیک جوان لوگون نے جابر سے روایت کی ہے وہ قابل ترک ہے علامہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بھی اقوی یہ ہے کہ ان کی روایتون

پر عمل نہ کیا جائے۔ انتہے ملخصاً۔

چوتھی یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا وہ مراد درین آیہ از رسولہم ائمہ ہستند و محتمل قویا مراد از رسولہم امام دوازدہم باشد پس کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ یہ تاویل حدیث پیش کردہ مولوی صاحب موصوف کے خلاف ہے پس تفسیر بالرائے ہوئی دوسری یہ کہ یہ تفسیر آیہ مذکورہ کے الفاظ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آیہ سے ظاہر ہے کہ رسول اور اسکی امت مین حکم بحق کر دیا گیا ہے یا بقول بعضے قیامت میں کیا جائیگا پس صاحب الامر سے اس آیہ کے الفاظ کو کوئی تعلق نہیں پس تفسیر مذکور عین تحریف ہے تیسری یہ کہ لفظ رسولہم سے امام دوازدہم کا مراد ہونا احتمال قوی سے بیان کیا گیا ہے حالانکہ احتمالات اگرچہ قوی ہوں مثبت معتقدات نہیں ہو سکتے اور آپ احتمال سے امام دوازدہم کی رسالت ثابت کر رہے ہیں۔ چوتھی یہ کہ اس احتمال کی تقویت مین جو آپ فرماتے ہیں کہ وہ در شانش وارد است یملاء الارض قسطا و عدلا الحدیث کہ دلالت بر قضی بینہم بالقسط وہم لا یظلمون می کند کہ خلاف قرآن ہے کیونکہ آیت شریفہ سے ظاہر ہے کہ خود پیغمبر اور اسکی امت میں حکم کیا گیا ہے۔ اور حدیث کہتی ہے کہ امام مہدی دنیا کو عدل سے معمور رہیں گے ایضاً آیہ سے معموریہ دنیا بعدل ثابت نہیں بخلاف حدیث کہ اس سے معموریۃ دنیا بعدل ثابت ہے ایضاً آیت میں قاضی و حاکم خدائے تعالیٰ ہے اور حدیث میں امام مہدی علیہ السلام کیونکہ آیہ مین قضی صیغہ ماضی مجہول ہے اگر اسکا فاعل۔ رسولہم ہوتا تو خدائے تعالیٰ قضی بینہم بصیغہ معروف فرماتا کیونکہ اسکا فاعل رسولہم قضی سے متصل موجود تھا پس جب صیغہ معروف مستعمل نہوا بلکہ صیغہ مجہول (قُضِیَ) استعمال کیا گیا تو صاف ظاہر ہوا کہ رسولہم ہرگز اسکا فاعل نہین بلکہ خدائے تعالیٰ اسکا فاعل ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس آیت کو اس حدیث سے کچھ علاقہ نہیں ہے پانچویں یہ کہ علی التنزل و تسلیم صحت حدیث عیاشی اسکے معنے وہی ہیں جنکو علامہ مجلسی نے سابع بحار کے باب

مذکور صفحہ ۱۵۵ میں بیان فرمایا ہے کہ دیدہ اس مقام پر رسول سے مراد لغت کے معنی ہیں (یعنے بھیجا ہوا
اور جتنے بندے ہیں سب فرستادہ خدا ہیں) پس یہ لفظ امام کو بھی شامل ہے۔ یا یہ معنے ہیں کہ امتہائے گزشتہ میں
جو مرتبہ انبیار کا تھا اسیطرح اس امت میں ائمہ کا مرتبہ ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت
نے فرمایا میری امت کے علما مثل پیغمبران بنی اسرائیل ہیں اور اس حدیث میں علما کی تفسیر ائمہ سے کی گئی ہے انتہے ملخصا

قال آیہ فمن حاجک من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع
ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علے
الکاذبین ثابت است کہ مراد از پسران امام حسن و امام حسین اند و از زنان فاطمہ
اند و از نفسہا سے خود ہا مراد پیغمبر و علیست زیرا کہ شیعہ و سنی اتفاق کردہ اند کہ روز مباہلہ
این چہار بزرگوار با پیغمبر بودند و غیر از اینہا کسی دیگر نبود پس موافق این آیہ شریفہ
علی نفس پیغمبر و خود اوست

اقول واللہ الموفق والمعین حضرت امیر کا نفس پیغمبر ہونا صحیح ہے اور آپ کا
خود پیغمبر ہونا غلط۔ کیونکہ نفس پیغمبر ہونا جو باتفاق علما محمول علے المجاز ہے اور بات ہے
اور خود پیغمبر ہونا اور بات۔ پہلی بات عقلا جائز ہے اور دوسری محال اور اسکی تفصیل
عنقریب آتی ہے انشاء اللہ تعالی۔

قال در بعضے از روایات است کہ پیغمبر فرمود علی بمنزلہ سر من است از بدن و
در روایت دیگر کہ پیغمبر فرمود علی بمنزلہ روح منست از بدن۔ و نیز مرویست کہ پیغمبر
بکروہی فرمود نماز بکنید و زکواۃ بدہید و گرنہ می فرستم بسوے شما مردیرا کہ نفس منست و
نیز مرویست کہ پیغمبر بعلی فرمود کہ یا علی نفسک نفسی و دمک دمی و لحمک لحمی

اقول یہ سب حدیثیں محمول علے المجاز ہیں اور یہ امر شایع ہے کہ جب کسی شخص
کو کسی عزیز سے بہت خصوصیت اور زیادہ محبت ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ فلان شخص
میرا سر ہے میری روح ہے میری جان ہے اس کا خون میرا خون ہے اور اسکا گوشت

میرا گوشت ہے یعنے جس طرح سر بدن کو اور روح جسم کو عزیز ہے اسی طرح وہ مجھکو عزیز ہے
ان مجازات و تشبیہات کو سمجھنے کے لئے زیادہ علم کی بھی ضرورت نہیں ایک معمولی عقل
والا بھی یہ امور بخوبی سمجھتا ہے ایضاً چونکہ احادیث معتبرہ میں وارد ہے کہ حضرت امیرؑ
کا نور آنحضرت کے نور سے مخلوق ہوا ہے لہذا کہہ سکتے ہیں کہ حضرت امیر کا نفس اور
خون اور گوشت شل آنحضرت کے نفس اور خون اور گوشت کے ہے۔ یا آنحضرت کے
نفس اور خون اور گوشت سے ہے خصوصاً ان الفاظ حدیث کی بنا پر جو اسطرح وارد ہیں
(وجلت من روحی وطینتك من طینتی اور دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں
لحمہ من لحمی ودمہ من دمی ملاحظہ ہو بحار مجلد نہم۔

قال وازین قبیل احادیث بسیار است چنانچہ در جلد نہم بحار باب قولہ وھو الذی
خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صہرا صفحہ ۶۹ از کتاب تفسیر فرات بن
ابراہیم درین قول خدا کہ ھو الذی خلق من الماء بشرا وجعلہ نسبا
وصہرا از ابن عباس روایت کردہ کہ گفت خلق کرد خدا نطفہ بیضاء مکنونہ را پس
قرار داد اورا در صلب آدم باز نقل کردہ اورا از صلب آدم بسوی صلب شیثؑ از صلب شیثؑ
صلب انوشؑ و از انوش بصلب قینان حتی میراث یافتند اورا صلب ہائے بزرگ وارحام مطہرات
تا اینکہ قرار داد اورا خدا در صلب عبد المطلب پس تقسیم کرد اورا خدا بدو نصف پس انداخت
نصف اورا بسوے صلب عبد اللہ و نصف اورا بسوے ابی طالب پس آن سلالہ است
پس پیدا شد از عبد اللہ محمد و از ابی طالب علی پس ہا نیست قول خدا وھو الذی
الآیۃ و تزویج کرد فاطمہ بنت محمد را پس علیؑ از محمد است و محمد از علیست و حسن و حسینؑ
و فاطمہ نسب اند و علی صہر اند۔

اقول یہ حدیث نہیں بلکہ قول ابن عباس ہے جسے اثر کہتے ہیں اور یہ اثر و امثال
ذلک من احادیث النور غایۃ اختصاص آنحضرت و عترۃ اطہار پر دال ہیں اور

احادیث نور اور اسکے اختلافات کا بیان سابق میں گزرا فارجع الیہ۔

قال پس موافق آیۃ شریفہ خداے تعالیٰ علی را نفس پیغمبر نامیدہ است و واضح است کہ علی بحسب ظاہر خود محمد نیست و محمد نیز بظاہر خود علی نیست و محال است کہ دو نفر یک نفس شود۔

اقول بے شک خداے تعالیٰ نے حضرت امیر کو نفس پیغمبر فرمایا اور وہ حضرت امیر کی افضلیت و امامت کی دلیل ہے مگر ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ "علی بحسب ظاہر محمد نیست" اس سے پایا جاتا ہے کہ علی علیہ السلام بحسب باطن محمد صلعم ہیں حالانکہ یہ قول بھی لغو اور باطل ہے اور اسکے بطلان کی دلیل وہی ہے جو کہا ہے "و محال است کہ دو نفر یک نفر شود" پس جس طرح بظاہر دو ذاتوں کا ایک ہونا محال ہے اسیطرح باطناً بھی دو ذاتوں کا ایک ہونا محال ہے یعنے وحدت نفسین کے محال ہونے میں کوئی فرق ظاہر باطن کا نہیں۔

قال پس چون معنے حقیقی متعذر است باید حمل بر معنے مجازی نمود۔ و درصورتیکہ معنی مجازی متعدد باشد بقاعدہ کہ در اصول فقہ مقرر است باید حمل نمود لفظ را بمعنی مجازی کہ اقرب باشد بآن لفظ و اقرب معنے مجازی لفظ نفس درینجا کہ علی نفس پیغمبر است مساوی بودن علیست با محمد۔ در ہمہ امور و شریک بودن با او است در ہمہ کمالات و شرائط و صفات پس مراد آنست کہ علی مثل محمد است در ہمہ امور و صفات و کمالات۔ و محمد ہم مثل علیست پس ہر چہ پیغمبر دارد علی ہم دارد بدون تفاوت حتیٰ نبوۃ و رسالت و الا مساوات معنے ندارد۔

اقول واللہ الموفق والمعین استدلال مذکور کئی وجوہ قطعیہ سے باطل ہے اول یہ کہ یہ امر صحیح و مسلم ہے کہ جب کسی لفظ کے معنے حقیقی مستعمل ہونے سے کوئی قباحت لازم آتی ہو تو واجب ہے کہ اس لفظ کے معنے مجازی استعمال کئے جائیں مگر یہ جو کہا کہ "درصورتیکہ معنے مجازی متعدد باشد" غلط ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ کلام خدا میں ایک ایسا لفظ

ہو جس کے معنے حقیقی و مجازی دونوں متعذر الاستعمال ہوں اور جب بصورت تعذر استعمال معنے حقیقی معنے مجازی مراد لینا متعین ہوا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ معنے مجازی استعمال کئے جائیں جو شائع ہوں دوسرے یہ کہ وہ معنے مجازی مراد ہوں جو اقرب بحقیقت ہوں۔ اور صورت اولی یعنے جب ایک لفظ کے ایسے معنے مجازی موجود ہیں کہ ہر چند وہ اقرب بحقیقت نہیں مگر کلام عرب میں شائع اور مشہور ہیں تو وہی معنے مشہور و معروف مراد لینا لازم ہے اور نفس کے معنے مجازی جو کلام عرب بلکہ ہر زبان میں دائر و سائر ہیں۔ احب الخلایق و اعز الناس کے ہیں یعنے جس شخص سے کسی کو سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ وہ میرا نفس اور میری جان ہے پس خلاق عالم نے جو حضرت امیر کو نفس پیغمبر فرمایا تو معلوم ہوا کہ حضرت امیر آنحضرت کے نزدیک احب الخلایق اور عزیز ترین مردم ہیں۔ اور جو آنحضرت کے نزدیک احب الخلایق ہو وہ افضل الخلایق ہے اور جو افضل ہے وہ امام ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے حق الیقین کے صفحہ ۱۴۴ میں لکھا ہے۔ اگر گویند حمل بر اقرب مجازات وقتی متعین است کہ معنے دیگر شایع نباشد و این معلوم است کہ این معنے یعنے نفس را در مقام اظہار نہایت محبت و اختصاص بسیار استعمال می نمایند۔ جواب گوئیم ہر چند آن احادیث کہ سابقا بآن اشارہ کردیم اکثر دلالت می کند بر اینکہ بعض ہمین معنے مراد نیست اما مارا مناقشہ درین ضرور نیست و از برای اثبات امامت و احق بودن بخلافت کہ مطلب اصلی ماست درین مقام حصول این معنے کافی است بتقریریکہ مذکور شد۔ ایضاً علامہ مجلسی نے بحار کی جلد نہم میں فرمایا ہے ولو تنزلنا عن ذلک فالمجاز الشایع الذایع فی استعمال ھذا اللفظ کون الرجل عزیزا علے غیرہ و احب الخلق الیہ کنفسہ فیدل ایضا علے افضلیۃ و امامتہ بما مر من التقریر۔ یعنے اگر ہم اس سے تنزل کریں تو کہیں گے کہ لفظ نفس کے استعمال میں جو مجاز شائع و ذائع ہے وہ کسی شخص کے نزدیک کسی کا عزیز ترین مردم اور

احب الخلائق ہونا ہے جیسے اسکی جان ہے اور یہ امر بھی حضرت امیر کی افضلیت اور امامت پر دلالت کرتا ہے جس طرح سے کہ پہلے بیان ہوا تھا پس اس صورت میں دعوے مولوی صاحب موصوف از سرتاپا باطل ہے اور صورت ثانیہ یعنے حب نفس کے معنے حقیقی مستعمل نہیں ہوسکتے تو ضرور ہے کہ ایسے معنے مجازی مراد ہون جو اقرب بحقیقت ہون۔ اور وہ اشتراک جملہ صفات وکمالات میں ہے مگر اس صورۃ میں یہ بھی ضرور ہوگا کہ جس صفت وکمال کو کوئی دلیل خارج کرے اسکا استثنا کیا جائے۔ اور مانحن فیہ میں جس چیز کو دلیل نے خارج کیا ہے وہ نبوت ورسالت ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت امیرع بغیر نبوت اور رسالت اور اسکے اختصاصات کے اور جملہ صفات وکمالات میں آنحضرت کے شریک اور مثل ہیں چنانچہ مجلسی نے ناسع بحار کے باب آیہ مباہلہ میں فرمایا ہے خرجت النبوۃ بالدلیل اور اسکے قریب حق الیقین صفحہ ۱۴۱ میں فخر الدین رازی کے کلام سے منقول ہے جسکا عنوان یہ ہے ”شیعہ ازاین آیہ استدلال می کنند“ (الے ان قال) مگر انچہ بدلیل بدر رود وانچہ باجماع بیرون رفتہ است پیغمبری است کہ علی با دران شریک نیست پس در کمالات دیگر شریک باشد واز جملہ کمالات حضرت رسول آنست کہ او افضل است از سائر پیغمبران واز جمیع صحابہ پس حضرت امیر نیز باید کہ افضل انہا باشد الخ اسیطرح سید العلما آقا سید حسین نے حدیقہ سلطانیہ کے باب چہارم میں لکہا ہے **دوسرے** یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ ”پس ہرچہ پیغمبر دارد علی ہم دارد بدون تفاوت حتے نبوت ورسالت“ پس اسکے علاوہ کہ یہ دعوے دلیل قطعی سے باطل ہے خود ان مولوی صاحب کی تصریحات کے بھی خلاف ہے کیونکہ شروع کتاب میں کہا ہے ”واز نبوت ورسالتہ ائمہ تعبیر می کند بوصایتہ وحفظ شریعت غراء وائمہ را نبی تازہ ورسول تازہ نمی دانند“ اس سے ظاہر ہے کہ ان مولوی صاحب کے نزدیک حضرت امیر ایسی نبوت رکہتے ہیں جسکے معنے وصیت او حفظ شریعت کے ہیں اور آپ نبی تازہ نہیں جس سے ضرور ہے کہ آپ صاحب شریعت تازہ کے تابع ہوں۔ اور

معلوم ہے کہ آنحضرت کی نبوت ایسی نہیں جو وصیت اور حفظ شریعت سے تعبیر کیجائے بلکہ خود آپ نبی اولوالعزم ناسخ شرائع سابقہ اور موجد شریعت تازہ بحکم خدا ہیں۔ پس ایک طفل ابجد خوان بھی سمجھہ سکتا ہے کہ ان دونوں نبوتوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے اور قطعاً آنحضرت اور حضرت امیر کے مراتب میں تفاوت بین موجود ہے پس ان مولوی صاحب کا وہ کلام جو مقام ہذا میں مذکور ہے صحیح غلط اور کلام اول سے بالکل معارض ہے واذا تعارضا تساقطا۔

قال واگر مقصود خدا از گفتن انفسنا کہ نفس یکدیگر بودن محمد و علی است شریک بودن علی در جمیع صفات و شرائط غیر از نبوت بود۔ استثنامی نمود و موافق و مطابق مراد خود لفظ می گفت خدا علی را نفس محمد بگوید و جمیع فضائل محمدی را از برای علی ثابت کند و استثنا از نبوۃ نکند و ستر آن را حجۃ خود قرار بدہد در بین خود و بندگان خود و بندگان خود را عذاب کند کہ من استثنا از نبوت نکردم شما چرا نکردید این محال است۔

اقول واللہ المعین یہ کلام مورد ملام دو وجہوں سے باطل ہے۔ اول یہ کہ اگر مقصود خدا لفظ انفسنا سے وہ معنے ہیں جو عرب کی زبان پر شایع ہیں تو اس اعتراض کی مطلق گنجایش نہیں۔ چونکہ حضرت امیر آنحضرت کے نزدیک احب الخلق و اعز الناس تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو نفس رسول فرمایا۔ اور اگر مراد خدا اس لفظ سے وہ معنے مجازی ہیں جو اقرب بحقیقت ہیں تو اس صورت میں بھی یہ اعتراض باطل ہے کیونکہ خلاق عالم نے عاقلوں کے لئے قرآن نازل فرمایا ہے۔ نہ دیوانوں کیلئے پس حق تعالی نے جس طرح سے کہ انفسنا کے ساتھ مجاز کی قید نہیں لگائی اور یہ نہیں فرمایا انفسنا بالمعنے المجازی اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ چونکہ نفس کے معنے حقیقی مراد ہونے میں دلیل عقلی مانع ہے۔ عقلا ضرور اسکے معنے مجازی استعمال کریں گے نہ حقیقی۔ اسیطرح حق تعالے نے نبوۃ کا استثنا نہیں فرمایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میں نے محمد مصطفےٰ پر نبوۃ ختم کردی ہے اور میرے پیغمبر نے یہ امر اپنی امت کو پہونچا دیا ہے پس

اگر مساوات میں نبوت بھی شریک کیجاے تو تکذیب خدا و رسول لازم آئیگی۔ لہذا اہل دین نبوت کا استثنا کر کے شرکت فی الصفات الاخریٰ مراد لینگے۔ پس اس وجہ سے خداے تعالیٰ کو نہ مجاز کی قید لگانے کی ضرورت ہوی نہ نبوت کو استثنا کرنے کی وھذا من البینات والبدیہیات **دوسری** یہ کہ بفرض محال اگر مقصود خدا لفظ انفسنا فرمانے سے یہ ہوتا کہ امیر المومنین آنحضرت کیساتھ جمیع صفات میں بلا استثناے صفتی شریک ہیں تو ایک بڑی قباحت لازم ہوتی وہ یہ کہ خود آنحضرت پر نبوت ختم فرماے اور چند ایسے خصائص سے آنحضرت کو مختص کرے جن میں قطعاً حضرت امیر شریک نہین جیسے حاکم مطلق ہونا کسی شرع کا تابع نہونا۔ پیغمبر اولو العزم ہونا۔ نئی شریعت کا لانا ناسخ ادیان سابق ہونا جملہ بنی آدم پر جنہین حضرت امیر بھی شریک ہیں مبعوث برسالت ہونا۔ وغیرہ جو براہین قطعیہ سے ثابت ہیں۔ پھر خود حضرت امیر کو آنحضرت کے تمام کمالات میں بلا استثناے صفتی شریک کر کے آپ کو بھی ایسا ہی نبی قرار دے جو محالات سے ہے اور اس سے تعارض لازم آتا ہے واللازم باطل فالملزوم کذالک۔

قال آیہ دہم ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا (ہرگاہ نسخ میکنیم آیتہ را یا انسا میکنم اورا می آریم بہتر از آن آیتہ یا مثل او) ومعلوم است کہ محمد مصطفےٰ آیتی است از آیات وعلی ہم آیتی است از آیات خدا۔ آیتہ بودن حضرت علی ثابت است از آیہ ولقد رای من آیات ربہ الکبریٰ (ہر آینہ دیدہ است از آیات رب خود کہ بزرگتر است) وشخص بینندہ درشب معراج حضرت محمد است وآیتہ کبراے پروردگارش حضرۃ علی است چنانچہ خود پیغمبر می فرماید واللہ ایۃ اکبر من علی وخود حضرت علی میفرماید واللہ ایۃ اکبر منی ہمچنان کہ در جلد سابع بحار باب انہم ایات اللہ وبیناتہ وکتابہ صفحہ (۴۲) قمی از عمر بن یزید گفت سوال کردم ابو عبداللہ را از قول خدا ننسخ من ایۃ او ننسہا نات بخیر منہا۔ پس فرمود دروغ گفتند نیست ہمچنین گفت خدا۔ گفتم پس چگونہ

گفت فرمود نیست الف نہ واو فرمود ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا او مثلہا
می فرماید ہرگاہ میرانیم امامی را یا متروک کنیم ذکر او را بیاریم بہتر از او از صلب او و مثل او
اقول اس آیۃ شریفہ کے صاف اور سیدھے معنے یہ ہیں کہ جب ہم کسی آیۃ کو منسوخ کرتے ہیں
یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسکے برابر دوسری آیت نازل فرماتے ہیں۔ اسمیں نہ
کسی کی نبوت کا ذکر ہے نہ امامت کا فقط آیات قرآنی کا بیان ہے چنانچہ تفسیر صافی میں ہے
(جزاول) ما ننسخ من آیۃ بان نرفع حکمہا۔ یعنے جس آیۃ کو منسوخ کرتے ہیں باین طور کہ اسکا
حکم اوٹھا لیتے ہیں (یعنے اس کی قرائت باقی رہتی ہے فقط حکم منسوخ ہوتا ہے) او ننسہا
بان نرفع رسمہا و ننسی عن القلوب حفظہا و عن قلبک یا محمد۔ یا ہم اسکو بھلا
دیتے ہیں باین طور کہ اس کے الفاظ بھی اٹھا لیتے ہیں اور اے پیغمبر لوگوں کے قلوب اور تمہارے قلب سے
اسکا حفظ بھی دور کر دیتے ہیں۔ نأت بخیر منہا بما ہو اعظم لثوابکم و اجل لصلاحکم
دوسری آیۃ اس سے بہتر نازل کرتے ہیں جس سے تمہارا ثواب زیادہ اور تمہاری اصلاح
بڑھکر ہو۔ او مثلہا من الصلاح یا وہ آیۃ ثانیہ جو اصلاح میں آیۃ اولے کے برابر ہو نازل
کرتے ہیں۔ انتہے پس اس سے ظاہر ہے کہ اس آیہ شریفہ کے الفاظ کو کسی طرح کی دلالت
مولوی صاحب کے دعوے باطل پر نہیں ہے اور آیہ ولقد رای من آیات ربہ الکبری
(سورہ نجم) کی تفسیر میں مولف صافی نے کئی حدیثیں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ
آنحضرت نے جبرئیل کو انکی اصلی صورت میں دیکھا **اب** رہا یہ امر کہ بعض احادیث میں
وارد ہوا ہے کہ آیہ کبرے سے مراد حضرت امیر ہیں ہرچند وہ بجائے خود درست ہے
مگر خاص آیہ ما ننسخ من آیۃ میں آیہ سے مراد ائمہ اطہار کا ہونا غیر صحیح ہے آیۃ کے
معنے لغۃً نشانی کے ہیں اور اسکا اطلاق کبھی معجزات و خرق عادات پر کبھی جملات
قرآنیہ پر کبھی نشانہائے عظمت و قدرۃ خدا پر اور کبھی حضرات معصومین علیہم السلام
پر ہوتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا

آیۃ یعرضوا و یقولوا سحر مستمر (سورۃ القمر) قیامت پاس آگئی اور (پیغمبر کے معجزے سے) چاند شق ہوگیا اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور کہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا جادو ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ یہاں آیۃ سے مراد باتفاق اہل اسلام آنحضرت کا معجزہ ہے اسطرح قرآن شریف میں مقامات کثیرہ پر آیۃ یا آیات کے الفاظ بمعانی مختلفہ وارد ہیں جن میں سے بعض مقامات میں بعض احادیث کی بناپر ائمہ مراد ہیں مگر یہ غلط ہے کہ جہاں آیۃ کی لفظ وارد ہو وہاں ائمہ علیہم السلام مراد ہوں **اب** بنائے استدلال اس روایت پر رہی جسے ہمارے مولوی صاحب نے سابع بحار سے نقل کیا ہے اور وہ بھی کئی وجوہ سے غلط ہے **اول** یہ کہ یہ روایت احاد سے ہونے کے علاوہ غیر صحیح ہے کیونکہ سابع بحار صفحہ (۴۲) میں تفسیر عیاشی سے بلا سند منقول ہے۔ اور عیاشی کی نسبت علمائے رجال نے لکھا ہے یروی عن الضعفاء کثیرا یعنے وہ فساق سے بکثرت روایت کرتے ہیں ملاخطہ ہو خلاصۃ الاقوال للعلامہ۔ وکتاب الرجال للنجاشی۔ پس یہ روایت مرسل۔ غریب اور ضعیف ہے جو ہرگز استدلال کے لایق نہیں۔ **دوسری** یہ کہ متناً بھی یہ روایت لایق اعتبار نہیں کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں نات بخیر منہا کے بعد حرف او بڑھایا گیا ہے حالانکہ اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن موجودہ پورا منزل من اللہ ہے اس میں کوئی حرف کسی آدمی کا زیادہ کیا ہوا نہیں ہے ہاں فریقین میں بعض احادیث کمی کے بارے میں وارد ہیں حالانکہ بعض محققین شیعہ نے تصریح کی ہے کہ قرآن میں کمی بھی واقع نہیں ہوئی چنانچہ دیباچہ تفسیر صافی کے مقدمہ سادسہ میں مرقوم ہے کہ رئیس علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہے کہ قرآن شریف میں زیادتی کے بطلان پر امت کا اتفاق ہے ہاں کمی کے بارے میں ہمارے اصحاب کی ایک جماعت اور حشویہ اہل سنت کے ایک گروہ نے روایت کی ہے لاکن ہمارے اصحاب کا مذہب صحیح یہ ہے کہ قرآن میں کمی بھی واقع نہیں ہوئی کہ مفصلاً قریب اسکے ابن بابویہ سید مرتضے علم الہدے اور شیخ ابو جعفر طوسی

اعلی اللہ مقامہم نے بھی لکھا ہے پس اس سے ثابت ہے کہ وہ روایۃ جو قرآن میں زیادتی
کی مصرح ہے ہرگز لایق اعتبار نہیں **تیسری** یہ کہ قرآن شریف متواتر ہے جس میں
نات بخیر منہا کے بعد او موجود ہے اور روایت مذکورہ من قبیل احاد پس وہ
متواتر کے تعارض کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور نہ اس پر عمل جائز ہے **چوتھی** یہ کہ
درصورت تسلیم صحت روایت مذکورہ قرآن کے معنے بگڑ جائیں گے کیونکہ اگر ننسہا کے
معنے تاویلاً موت ائمہ کے لیں تو ننسہا کے معنے نہیں بنتے اور اگر ننسہا کے معنی موت کے ہوں تو نسخ غلط ہو جاتا ہے **پانچویں**
یہ کہ روایت مذکورہ کی بنا پر نات بخیر منہا مثلہا میں مثلہا بخیر کی صفت ہوگی
حالانکہ خیریتہ اور افضلیت مثل ہے بڑھکر ہے اور مماثلۃ۔ افضلیت سے گھٹکر۔ پس بخیر منہا
کی صفت مثلہا لانا لغو ہوگا **چھٹے** یہ کہ بہ تسلیم صحت روایت مذکورہ لازم ہوگا کہ حضرۃ
امیرؑ سے امام حسنؑ افضل ہوں اور امام حسنؑ سے امام حسینؑ افضل ہوں اور امام حسینؑ سے
امام زین العابدینؑ افضل ہوں واللازم باطل فالملزوم کذالک **ساتویں** یہ کہ علی التنزل
تسلیم کیا کہ روایت مذکورہ صحیح ہے اور اس سے کوئی قباحتہ لازم نہیں آتی مگر اس روایت
کو بھی ان مولوی صاحب کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیہ موصوفہ کے جو معنے
امام سے نقل کئے ہیں یہ ہیں ورد می فرماید ہرگاہ میرانیم امامی را یا متروک می کنیم ذکر او را بیاریم
بہتر از وا از صلب او مثل او۔ پس ایک جاہل سا جاہل بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہاں نبوۃ کا
کوئی ذکر نہیں ہے نہ اس آیۃ کو نبی سے کوئی تعلق ہے یہاں فقط ائمہ کا بیان ہے لا غیر
مگر ضد کا کیا علاج۔

قال ۹۰ در ہمین کتاب وہمیں باب وہمیں صفحہ از تفسیر صافی نوشتہ در تفسیر والذین
من ایاتنا غافلون کہ امیر المومنین وائمہ است و دلیل براین قول امیر المومنین گفتہ نیست
از برائے خدا آیتی بزرگ از من۔ پس محمد و علی ہر دو آیۃ اللہ بزرگتر ہستند زیرا کہ وقتی گفتہ
شد کہ حضرت علی آیۃ بزرگتر خدا است ثابت شد کہ حضرت محمد نیز آیۃ بزرگتر خدا است

زیراکہ قول بمساواۃ محمد و علی لازم دارد کہ حضرت علی افضل نباشند از پیغمبر خدا و ہم نفس یکدیگر بودن محمد و علی لازم دارد کہ افضل نباشند و این بالذات است۔

اقول مسئلہ نبوۃ و رسالت و افضلیت اصول عقاید سے ہے جسکے لئے برہان قطعی چاہئے اور وہ بغیر دلیل عقل یا نصوص قرآن یا حدیث متواتر کے ممکن نہیں جسکا بیان بارہا ہو چکا ہے اور قول حضرت امیر ما للہ آیۃ اکبر منی باوجود احاد مخصص ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی آیت خدا حضرت امیر سے بڑھکر نہیں کیونکہ باتفاق اہل قبلہ و بتواتر ثابت ہے کہ آنحضرت افضل المخلوقات ہیں پس ضرور ہوا کہ قول حضرت امیر مقید اور مخصص ہو ما من عام الا وقد خص اور ثبوت افضلیت مطلقہ آنحضرت بتفصیل گزر چکا پس آنحضرت کا تمام آیات خدا سے بزرگتر ہونا مطلق ہے اور حضرت امیر کا اکبر آیات ہونا مقید اور مخصص۔ اور قول بمساواۃ مطلقہ آنحضرت و حضرت امیر مہمل اور خلاف عقل و نقل او مخالف اجماع امت ہے۔ علامہ مجلسی نے حق الیقین کے صہ ۱۸ مطبوعہ جعفری میں لکھا ہے۔ و افضلیت آنحضرت بر سائر خلق ضروری دین اسلام است۔

قال اما باعتبار زمان بحسب مصلحت یکے از دیگری بہتر می توان شد زیراکہ ثابت است کہ آیہ اول حضرت محمد است و آیہ دوم حضرت علی است یا آیہ اول حضرت علیست و آیہ دوم حضرت حسن است ہمچنین انتہے آخر الائمہ پس آیہ بعد بہتر باشد از آیہ اول نہ بحسب ذات بلکہ بحسب مصلحت و باعتبار زمان۔

اقول کئی وجوہ سے باطل ہے **اول** یہ کہ اس آیہ شریفہ میں آیہ اولے سے مراد آنحضرت ہونا اور آیہ دوم سے حضرت امیر سراسر غلط ہے کیونکہ الفاظ آیہ کو تو نہ رسالت سے تعلق ہے نہ امامت سے اور روایت میں فقط ائمہ کا ذکر ہے نہ انبیاء کا پس اس آیۃ کے تحت میں آنحضرت کو شریک کرنا محض تفسیر بالراے ہے **دوم** یہ کہ محض اولویۃ زمانی ہرگز کوئی ایسی فضیلت نہیں جسکے سبب مفضول ذاتی و صفاتی افضل ذاتی و صفاتی سے افضل سمجھا جاے

اور عرف و شرع میں ہرگز ایسی اصطلاح نہیں ہے پس ممکن نہیں کہ حضرت سام حضرت نوح ع
سے اور حضرت اسمعیل ع حضرت ابراہیم ع سے اور یوشع حضرت موسے ع سے اور حضرت شمعون ع
حضرت عیسٰی علیہم السلام سے کسی زمانہ میں افضل ہو سکیں اسیطرح محال ہے کہ حضرت امیر ع
آنحضرت ص سے اور امام حسن ع حضرت امیر ع سے افضل ہوں **تیسرے** یہ کہ اولویت زمانی ہر ایک
کے لئے حاصل ہے یعنے امام اول بزمان اول اولیٰ ہے اور امام ثانی بزمان ثانی پھر ایک کو بلا وجہ آخر دوسرے
پر ترجیح دینا ترجیح بلا مرجح ہے جو عقلاً قبیح ہے **چوتھے** یہ کہ شرع میں اور عرف میں جہاں
لفظ افضلیت و افضل مستعمل ہوتا ہے وہاں افضلیت ذاتی و صفاتی مراد ہوتی ہے اور
افضل ذاتی و صفاتی سمجھا جاتا ہے نہ مصلحتی و زمانی پس حضرت امیر کو آنحضرت سے افضل
سمجھنا اور کہنا کفر ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے حق الیقین صـ۱۷ میں لکھا ہے وانچہ بعضی از
غلاتہ میگویند کہ حضرت امیر المومنین ع افضل از آنحضرت بود کفر است۔

قال چنانچہ حدیث مروی جلد ہفتم بحار باب انہ جری لہم من الفضل والطاعۃ
ماجری لرسول اللہ وانہم فی الفضل سواء صـ۳۷۰ روایت کرد شیخ حسن بن سلیمان
در کتاب مختصر از کتاب سید حسن بن کبش باسناد خود بسوے مفید کہ مرفوع کردہ است او را
بسوے ابو بصیر از صادق ع از پدرانش علیہم السلام کہ گفت گفت رسولخدا ص بہ تحقیق کہ خدا
برگزیدہ از ایام یوم جمعہ را و از ماہہا ماہ رمضان را و از شبہا شب قدر را برگزیدہ و از مردم
انبیاء و رسل را و برگزید مرا از انبیاء و رسل و برگزید من علی را و برگزید از علی حسن و حسین را و برگزید
از حسین اوصیاء را کہ منع می کنند از تنزیل تحریف ضالین را و انتحال مبطلین را و تاویل جاہلین
را نہم ایشان باطن ایشان ظاہر ایشان قایم ایشان و آن افضل ایشان است و این
حدیث ہم محمول بر ہمین مطلب است۔ کہ افضلیت درین حدیث بحسب مصلحت یا
باعتبار زمان است و این واضح است کہ حضرت محمد دارا ے مراتب اربع نبوت و رسالت
و ولایت و امامت بود و حضرت علی تا وقتیکہ دارا ے مراتب مذکورہ نباشد باعتبار زمان ہم افضل

از حضرت محمد نمیشود الا اینکه قائل شوند در حضرت علی مراتب اربعہ را بچنان کہ خواہد آمد۔

اقول واللہ الموفق والمعین یہ مولوی صاحب اس حدیث کے اصلا معنے نہین سمجھے اور بغیر فہم استدلال کیا اس کے صحیح معنے سے ہرگز حضرت امیر کی مساواۃ آنحضرت کیساتھ ثابت نہین ہوئی افضلیت تو ایک امر عظیم ہے اور اسکا بیان اسطرح پر ہے کہ کسی شے کا کسی شے سے اختیار کرنا اس امر کا مستلزم ہے کہ مختار منہ متعدد ہوں اور شے مختار ان متعددین داخل ہو ورنہ شے مختار منہ سے شے مختار کا اختیار کرنا لغو ہوگا اور یہ بھی ضرور ہے کہ شے مختار اشیاء مختار منہا سے حقیقۃً افضل ہو ورنہ اختیار کرنا قبیح ہوگا۔ کہ اس سے ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے چنانچہ اسی حدیث مین ہے کہ خدائے تعالی نے ایام سبعہ سے جمعہ کو اختیار کیا اور ظاہر ہے کہ ایام سبعہ متعدد ہین اور جمعہ انمین داخل ہے۔ اور تمام ایام سے ذاتاً افضل ہے اسیطرح مہینے متعدد ہیں اور ماہ رمضان انمیں داخل ہے اور ان سے افضل ہے اسیطرح راتین متعدد ہیں اور شب قدر ان میں داخل اور ان سے افضل ہے اور اسیطرح آدمی متعدد ہیں اور انبیا انمین داخل اور ان سے افضل ہیں اور انبیاء و مرسلین متعدد ہیں اور آنحضرت انمین داخل اور ان سب سے افضل ہیں پس آنحضرت نے جو فرمایا کہ خدا نے مجھ سے علیؑ کو اختیار فرمایا محمول علے المجاز ہے اسکے معنے یہ ہیں کہ میرے اہل بیت سے علی کو اختیار کیا کیونکہ محمد متعدد نہیں اور نہ ان متعددین علیؑ داخل ہیں اور نہ آنحضرت سے آپ افضل ہیں پھر یہ کلام اگر محمول علی الحقیقت ہو تو کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا نے جمعہ سے شنبہ کو اختیار کیا اور رمضان سے شوال کو اختیار کیا اور بیشک یہ کلام بے معنے ہے اور کلام بے معنے کی نسبت آنحضرت کیطرف ناجائز ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت کا مطلب یہ ہے کہ میرے اہل بیت سے علی علیہ السلام کو اختیار کیا اسیطرح علیؑ کی اولاد سے حسنؑ اور حسینؑ کو اختیار فرمایا اور حسینؑ کی ذریت سے ائمہ تسعہ کو اختیار کیا۔ اور حدیث مذکور کی خاکسار نے جسطرح شرح کی ہے۔ وہ خود حدیث سے

ماخوذ ہے۔ چنانچہ سابع بحار باب تفضیلہم علے الانبیاء ص۳۲۹ میں حضرت امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یا علی ان اللہ عزوجل اشرف علے الدنیا فاختارنی منہا علی رجال العالمین ثم اطلع الثانیۃ فاختارک علے رجال العالمین بعدی ثم اطلع الثالثۃ فاختار الائمۃ من ولدک علے رجال العالمین بعدک الحدیث۔ اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ خلاق عالم نے سب سے پہلے اہل دنیا میں سے آنحضرتؐ کو اختیار فرمایا (اس سے معلوم ہوا کہ سب سے افضل آنحضرتؐ ہیں) پھر آپکے بعد حضرت امیرؑ کو اختیار فرمایا (اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے بعد سب سے افضل حضرت امیرؑ ہیں) پھر حضرت امیرؑ کی اولاد سے ائمہ علیہم السلام کو اختیار فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیرؑ کے بعد سب سے افضل ائمہ ہیں۔ اور دوسری احادیث کثیرہ میں مروی ہے کہ سب سے پہلے زمین سے آنحضرتؐ کو اختیار فرمایا اور زمین سے اختیار کرنا بھی مجاز ہے۔ اسکے معنے یہ ہیں۔ سب سے پہلے اہل زمین سے آنحضرتؐ کو اختیار فرمایا چنانچہ یہ تصریح تاسع بحار باب نصوص الرسولؐ میں اسطرح مرقوم ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک حدیث طولانی میں فرمایا نظر اللہ الی اھل الارض نظرۃ و اختارنی منہم یعنے خداے تعالی نے اہل زمین پر نظر فرمائی اور انھیں سے مجھے اختیار فرمایا۔ اور اسی حدیث کا ایک فقرہ یہ ہے ثم ان اللہ نظر نظرۃ ثالثۃ فاختار من اھل بیتی بعدی وھم خیار امتی احد عشر اماما بعد اخی یعنے پھر خداے تعالی نے نظر سوم اہل زمین پر فرمائی اور میرے اہل بیت میں سے میرے بھائی (علیؑ) کے بعد گیارہ اماموں کو اختیار فرمایا پس اس حدیث میں بھی جسے ان گمنام مولوی صاحب نے پیش کیا ہے اختارنی سے مراد اختارنی من اھل بیتی ہے والحدیث یفسر الحدیث۔ فافھم ولا تکن من الجاھلین اور وہ جو حدیث پیش کردہ مولوی صاحب موصوف میں مذکور ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ان اوصیاء سے افضل ہیں جو امام حسینؑ کی اولاد میں ہیں پس یہ افضلیت بھی ذاتی ہے جو بعض خصوصیات سے صاحب الامر علیہ السلام کو حاصل ہے۔ جسکا

ذکر ہمنے سابق میں کر دیا ہے مخفی نرہنے کہ ان مولوی صاحب نے اس سے پہلے جہان شہید
ثانی کے کلام کا ذکر کیا ہے وہان ایسی عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی ناطق کو امام
تابع پر یعنے امام اول کو امام ثانی پر فضیلت زمانی حاصل ہے اور یہان یہ امر ثابت کرنا چاہا ہے
کہ امام ثانی کو امام اول پر فضیلت زمانی حاصل ہے اور یہ عین تعارض ہے۔

قال آیہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم
تطھیرا و این آیہ مجیدہ دلالت براین می کند کہ جمیع ارجاس را خدا از اہل بیت دور کردہ
زیرا کہ این ارادہ ارادۂ تکوینی است و ارادہ تکلیفی نیست زیرا کہ انما انحصار می کند این حکم
را بنا بر قاعدہ کہ اہل بیت ہستند و اگر ارادہ تکلیفی بود عام بود بجمیع مکلفین مثل ارادہ کہ در آیہ
مجیدہ یرید اللہ بکم الیسر و مثل آیہ مجیدہ یرید اللہ ان یخفف عنکم کہ ارادہ تکلیفی است
کہ بر سائر مکلفین عام است و ارادۂ تکوینی تتبع فعل است و ازین جہت است کہ معصوم فرمود
در کتاب مجمع البحرین الارادۃ التخلیق پس معنی آیہ این شد انما اذھب اللہ عنکم
الرجس و معلوم است کہ لفظ کم در لفظ عنکم ہمچنین کم در لفظ یطھرکم از برائے
جمع مذکر حاضر پس زوجات داخل نمی شوند بسبب مونث بودن زوجات آنحضرت۔ و اگر گفتہ
شود کہ فاطمہ ہم بسبب مونث بودنش داخل در فضائل این آیہ نتواند شد جواب گفتہ خواہد شد
کہ این بنا بر قاعدہ تغلیب است کہ رجال اکثر از مونث است زیرا کہ مخاطبین در این آیہ
ہمچنین کہ از احادیث متواترہ فریقین ثابت است کہ انہا محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین ہستند
پس کثرت در ذکور است نہ در اناث اگر زوجات را داخل در این آیہ بکنیم و از مخاطبین درین آیہ
شماریم بنا بر انچہ مشہور است کہ زوجات آنحضرت نہ تا بودند و یکے فاطمہ کہ دہ باشند۔ و ذکور چہار
بنا بر قاعدہ تغلیب کہ غلبہ از برائے اناث است باید کہ صیغہ مخاطب درین آیہ بلفظ
عنکن بجائے عنکم و یطھرکن بجائے یطھرکم باید مذکور شود والا خلاف
قاعدہ نحویہ می شد

اقول ضمیر جمع مذکر ہے استدلال بمقابلہ اہل سنت اس قول کی بنا پر صحیح ہے جو کہا
جاتا ہے کہ آیہ تطہیر خاص آنحضرت کی زوجات کی شان میں نازل ہوا ہے اور دوسرے
قول کی بنا پر جو کہا گیا ہے کہ اس آیہ کے خطاب میں زوجات نبی اور علی و فاطمہ و حسن و حسین
سب شریک ہیں غیر صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں اہل سنت نے کہا ہے کہ خطاب میں ضمیر
جمع مذکر بسبب تغلیب مراتب کے ہے چونکہ حقیقتہً عورتوں سے مردوں کا مرتبہ بڑا
ہے اس لئے باوجود قلت تعداد ذکور و کثرت اناث بلحاظ رتبہ ضمیر جمع مذکر مخاطب سے
خطاب کیا گیا ہے اور ایسے خطابات عرب میں شایع وذایع ہیں۔ اور اسکا جواب علمائے
شیعہ نے دوسرے طریقہ سے دیا ہے۔ نہ اس طریقہ سے جیسا کہ ان مولوی صاحب نے لکھا
ہے اور اس کا بیان کتب شیعہ میں بہ تفصیل موجود ہے۔

قال و اما مخاطب بودن این بزرگواران مذکورین کہ در شان ایشان آیہ مجیدہ نازل شدہ
بنابر آنکہ در کتاب تفسیر علی بن ابراہیم نوشتہ ہمین بزرگوارانند و عین عبارت این است
بعد ذکر آیہ مذکور قال (محمد باقر) نزلت ہذہ الایۃ فی رسول اللہ و علی بن ابی
طالب والحسن والحسین علیہم السلام کما ہو المروی فی المجلد التاسع من
البحار صد ۳۸ ۔

اقول اس حدیث میں جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کا نام مبارک بھی موجود ہے مگر
ان مولوی صاحب نے حدیث میں تحریف کرکے آپکا نام اس سے خارج کیا ہے

قال و در کتاب امالی شیخ از ابوسعید خدری و در ہمان کتاب کہ کتاب شیخ است از ام سلمہ
و در کتاب امالی صدوق و در کتاب خصال و در کتاب فرات ابن ابراہیم و در کتاب طرائف از
ابوسعید خدری و شیخ الطائفہ در تبیان از ابوسعید خدری و انس بن مالک و عائشہ و ام سلمہ
و واثلہ بن الاسقع و شیخ جلیل ابوعلی الطبرسی در مجمع البیان از ابوسعید خدری و ابن بطریق
در مستدرک از ابوسعید روایت داشتہ بعبارات مختلفہ کہ این آیہ نازل نشد مگر در شان محمد و علی و فا

وحسن وحسین علیہم السلام و در بعض اخبار جبریل و میکائیل ہم داخل اند کما ھو المنقول من
المجلد التاسع من البحار از صفحہ (۳۹ تا ۴۴)۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ جاننا چاہیے کہ احادیث کثیرہ صحیحہ میں یہ امر وارد ہے
کہ آیہ تطہیر کے نزول سے پہلے یا بعد آنحضرت نے ان بزرگواروں کی نسبت فرمایا اللھم
ھؤلاء اہل بیتی یعنے اے پروردگار یہی میرے اہل بیت ہیں پس اس سے ظاہر ہے کہ
اہل البیت سے مراد حضرت امیر و سیدہ و حسن حسین علیہم السلام ہیں علامہ مجلسی مجلد نہم
بحار باب آیہ تطہیر میں فرماتے ہیں ان الامۃ اتفقت علی ان المراد باھل البیت
اھل بیت نبینا صلے اللہ علیہ والہ پھر تھوڑی عبارت کے بعد کہا ہے کہ ہمارے
جملہ علما اور اکثر اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیہ شریفہ خاص علیؑ و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ
علیہم السلام کی شان میں نازل ہوا ہے اب رہا شمول آنحضرت تحت فضیلت آیہ تطہیر
کما ورد فی اکثر الاحادیث تو اسکی تفصیل یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ آیہ
تطہیر میں بیت کے معنے حقیقی مراد ہوں گے یا مجازی۔ پہلی صورت میں کہ بیت کے
معنے حقیقی خانہ اور گھر کے ہیں پس یہاں وہ خاص مقام مراد ہے جس مقام پر اور جس چادر
کے نیچے پنجتن پاک جمع تھے اور جس مقام میں داخل ہونے سے حضرت ام سلمہ باوجود
خواہش ممنوع ہوئیں اس صورت میں آنحضرت کا شمول علی الحقیقت ہوگا مگر اس صورۃ
میں آنحضرت کا نزلت فی اہل بیتی فرمانا یا علما کا اس پر اتفاق کرنا کہ یہ آیہ حضرۃ امیر اور
سیدہ اور حسنین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوا ہے یہ منشا نہیں رکھتا کہ آنحضرت اس سے
علیحدہ ہیں بلکہ اس سے غرض یہ ہے کہ اہل بیت نبی سے مراد سوائے ان بزرگواروں کے
اور کوئی غیر نہیں اور دوسری صورۃ میں کہ بیت کے ایسے معنے مجازی مراد ہوں جو عرب
میں بکثرت مستعمل ہیں یعنے خاندان و قبیلہ تو اہل البیت کے معنے اہل خاندان رسول ہوں گے
وھو الاصح چنانچہ کتاب مفاتیح المطالب فی خلافۃ علی ابن ابی طالب کے صفحہ ۱۴۲ میں

مرقوم ہے۔ درینجا اصح معنے مجازی است چنانکہ بمحاورہ عرب لفظ بیت در نسب تحت لفظ
قبیلہ شایع است انچہ در دیگر محاورات ترجمہ آن خاندان می شود اور آنحضرت نے فرمایا ہے
ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرہم فانا خیرکم بیتاً رواہ السید علی الہمدانی
فی مودۃ القربیٰ یعنے خدا ے تعالیٰ نے مخلوقات کو خلق فرمایا پس مجھے بہترین خلق میں
قرار دیا پس میں خاندان کی طرف سے بھی تم سب سے بہتر ہوں۔ پس اس صورۃ میں شمول
امیر المومنین و فاطمہ زہرا و حسن و حسین علیہم السلام تحت لفظ اہل البیت بطریق حقیقت ہوگا
اور شمول آنحضرت بطریق اولویتہ و اغلبیہ کیونکہ اگر آنحضرت شریک نہوں تو ترجیح بلا مرجح لازم
ہوگی اور وہ عقلاً قبیح ہے ایک اعلیٰ فضیلت میں اہل بیت کے ساتھ افضل اہل بیت کی
شرکت لازمی ہے چنانچہ کتاب مفتاح المطالب کے صفحہ ۱۴۴ میں بیت کے معنے
مجازی ثابت کر کے لکھا ہے و این موافق قولہ صلعم ہو لاء اہل بیتی است کہ آنحضرۃ
چہار تن را از اہل بیت خود خواندہ و شمول آنحضرت بوجہ اولویتہ و اغلبیتہ گردیدہ۔ اس بیان
سے ان مولوی صاحب کی وہ تمام تحریر جو معنے اہل بیت کی نسبت آنے والی ہے از تا پا
باطل ہوگئی۔

قال پس ایشان اہل کدام بیت اند بعضیہم اہل بیت سکونتہ اند یا اہل بیت نبوۃ و معلوم است
کہ اہل بیت سکونت نیستند زیراکہ در اکثر از احادیث کہ ذکرش موجب تطویل است از طرق
شیعہ و سنی ام سلمہ را از دخول در کسا آنحضرت منع فرمودند پس اہل بیت نبوت شد چنانکہ نضر
ابن ابراہیم از امام جعفر صادق روایت کردہ در جلد نہم بحار کہ فرمود وقتیکہ نبارہ امیر المومنین
بہ فاطمہ شد تا چہل صباح اول صبح آنحضرت بدر فاطمہ می آمد و دق الباب میکرد و باز می گفت
السلام علیکم یا اہل بیت النبوۃ و معدن الرسالۃ و مختلف الملائکۃ الصلوٰۃ
رحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم
تطہیرا و در کتاب منتخب شیخ فخر الدین طریحی بعد ذکر نزول این آیہ مجیدہ در ذکر حدیث

کسائی فرماید کہ جبرئیل بعد از دخول در کسا می گوید ان اللہ قد اوحی الیکم و پنجتن مخاطب اند دلیل بر دخول در کسا خداے عزوجل بجبرئیل گفت کہ اصحاب کسا اہل بیت نبوت و معدن رسالۃ ہستند پس ثابت شد کہ بیت بیت نبوت بود پس معنے اہل بیت این شد کہ کسانیکہ اہل ہستند خانہ نبوت پس ہر فردے از افراد خمسہ و لو بانضمام ائمہ تسعہ باین بزرگواران خمسہ بدلیل اجماع مرکب قابل و اہل خانہ نبوت ہستند۔ و بہر معنے کہ حضرت محمد را نبی می گویند بہمان معنے این بزرگواران را نبی می توانیم گفت۔

اقول واللہ المعین اس بیان میں کئی خطائیں اور غلطیاں ہیں جو بالتفصیل معرض تحریر میں آتی ہیں۔ اور کئی وجوہ سے انکی تردید کی جاتی ہے **اول** یہ کہ سابق میں ہمنے بیت کے معنے تو بیان کرہی دیے ہیں۔ اور اہل بیت کا استعمال شرع میں کئی طریقوں سے ہوا ہے **الف** یہ کہ اہل مضاف اور بیت مضاف الیہ و معرف باللام ہو یعنے اہل البیت اسکے معنے بھی سابق میں بیان ہوے (**ب**) یہ کہ بیت بھی مضاف ہو اور آنحضرت کی ذات بابرکت مضاف الیہ جیسے اہل بیت النبی و اہل بیت الرسول یا جیسے آنحضرۃ نے فرمایا اہل بیتی اور اس صورت میں اس لفظ کے معنے بغیر اقرباے آنحضرت دوسرے نہیں ہوسکتے اور چونکہ یہ الفاظ احادیث میں متواتر ہیں۔ اس لحاظ سے اہل البیت کے معنے بھی اقرباے آنحضرت کے ہونا ضروری ہوگا (**ج**) یہ کہ بیت مضاف ہو اور نبوۃ و رسالۃ مضاف الیہ جیسے اہل بیت النبوۃ یا اہل بیت الرسالۃ اور چونکہ یہ الفاظ بھی بعض خیال میں وارد ہوے ہیں لہذا محل اشتباہ بعض جہال ہیں اور حقیقۃً اس سے بھی ہرگز نبوت ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ نبوۃ و رسالۃ کا اطلاق نبی و رسول پر مبالغۃً جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے یا عدل یا حکیم یعنے یا عادل اسیطرح کلام عرب میں بجاے صفت مشتبہ یا اسم فاعل بکثرت مصادر مستعمل ہیں پس اہل بیت النبوت کے معنے بھی اہل بیت النبی کے ہوے اور ان مولوی صاحب نے جو روایت فرات بن ابراہیم سے یہاں کی ہے

وہ

محامل صحیحہ رکھتی ہے کیونکہ اس میں دو لفظ ہیں جو ان مولوی صاحب کے محل اشتباہ ہیں۔ اول لفظ اہل بیت النبوت اور اسکے معنے ابھی بیان ہوے۔ دوسرا لفظ معدن الرسالت پس ترکیب نحوی محتمل ہے کہ یہ معطوف ہو اور بیت النبوت معطوف علیہ اور معطوف اور معطوف علیہ ملکر مضاف الیہ ہوں۔ اہل کے جو مضاف و متاوت سب پہلے یا اہل بیت النبوۃ و اہل معدن الرسالۃ پس جو معنے ہمنے اہل بیت النبوت کے بیان کئے وہی معنے اہل معدن الرسالت کے ہیں اور علی التنزل تسلیم کیا کہ معدن الرسالۃ کا عطف اہل پر ہے اس صورت میں بھی اسکے معنے خاندان رسول کے ہیں کیونکہ رسالۃ مبالغۃ بمعنے رسول ہے اور جس قبیلہ و خاندان میں رسول ہو اس قبیلہ و خاندان کو معدن کہ سکتے ہیں اور علے التنزل تسلیم کیا کہ رسالۃ بمعنے رسول نہیں بلکہ وہ اپنی معنے مصدری پر باقی ہے مگر اس صورت میں رسالۃ سے مراد بیشک علم رسالت ہے چنانچہ سابع بحار کے باب جوامع مناقبہم و فضائلہم صـ ۳۳۴ میں مرقوم ہے موضع الرسالۃ ای علوم الرسالۃ اب رہی روایت منتخب فخری پس وہ ہرگز لایق توجہ نہیں کیونکہ فاضل محقق الحاج میرزا حسین نوری نور اللہ مرقدہ نے کتاب لوءلوء و مرجان صـ ۱۴۵ میں لکھا ہے دوم در منتخب شیخ طریحی کہ مشتمل است بر موہون اور معلوم ہے کہ اخبار موہونہ کا درجہ اخبار ضعاف سے بھی بدتر ہے پس جس کتاب میں اخبار موہونہ مندرج ہوں اسکی روایۃ سے معتقدات پر استدلال کرنا انہیں مولوی صاحب کا کام ہے اور علے التنزل اس روایت کی صحت فرض کر کے کہتے ہیں کہ اس میں محل اشتباہ فقرہ اراد اللہ قد اوحی الیکم ہے حالانکہ قرآن شریف میں وحی کا اطلاق مقامات کثیرہ میں الہام پر ہوا ہے چنانچہ سورۂ مائدہ میں ہے واذا اوحیت الی الحواریین ان امنوا بی وبرسولی یعنے ہم نے حواریین کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ (الجزء ۷) اور سورہ طہ میں ہے اذا وحینا الی امک ما یوحی یعنے (اے موسیٰ) ہم نے تمہاری ماں کی طرف جو وحی کرنی تھی کی

(البحر ۱۶۱) اور سورہ نحل میں ہے واوحی ربك الی النحل یعنے تیرے پروردگار نے شہد کی
مکھیون کی طرف وحی کی (البحر ۱۴۲) پس کیا حضرت عیسے کے تمام حواری حضرت موسی کی والدہ
اور شہد کی مکھیان یہ سب انبیاء ہیں ہرگز نہین یہان قطعاً وحی سے مراد الہام ہے اسی
طرح اس روایت میں بھی وحی سے مراد الہام ہے دوسرے یہ کہ ان مولوی صاحب نے
جو کہا کہ بیت بیت نبوت بود پس معنے اہل بیت این شد کہ کسانیکہ اہل ہستند بخانہ نبوۃ
پس اس عبارۃ میں کوئی تعریف بیت کی نہوئی بلکہ اس کے ساتھ ایک لفظ نبوت کو بڑھا کر بیت
کو مبہم چھوڑ دیا۔ حقیر چاہتا ہے کہ پھر یہان کسی قدر تفصیل سے بحث کرے جاننا چاہیے
کہ بیت النبوۃ میں جو اضافت ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا بتقدیر لام ہے یا بتقدیر من صورۃ اولی
میں ضرور ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ میں مغایرۃ ہو جیسے غلام زید اور ظاہر ہے کہ غلام اور ہے اور زید اور ہے اسیطرح
یہان بھی ضرور ہے کہ بیت اور ہو اور نبوۃ اور نبوۃ کی تعریف معلوم ہے بیت کے معنے حقیقی گھر کے ہین یعنے کسی شے کے رہنیکا مقام پس بیت النبوۃ
کے معنے یہ ہوے نبوۃ کے رہنے کا مقام اور وہ قطعاً ذات آنحضرت صلعم ہے اس صورۃ
میں اہل کے معنے آل کے ہیں پس اہل بیت النبوت کے معنے صاف طور پر آل نبی کے ہوے
جو مطابق حدیث صحیح اللہم هولاء اهل بیتی ہیں۔ یا انکہ بیت کے معنے جس طرح
سے کہ سابق میں ثابت کر دیا گیا خاندان کے ہیں۔ اور نبوت سے مراد نبی اس صورت میں
اہل بیت النبی کے معنے اہل خاندان پیغمبر کے ہیں۔ ان دونون صورتون میں مقصود ایک ہے
اور یہی ثابت و متحقق ہے کیونکہ حدیث صحیح هولاء اهل بیتی اسی کے موافق ہے۔ اور اگر بیت
النبوت کی اضافۃ بتقدیر من فرض کیجاے تو اس میں ضرور ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ میں
مغایرت نہو یہ بھی دو صورتون سے خالی نہیں ا اول یہ کہ مضاف ذات مضاف الیہ سے ہو جیسے خاتم
فضۃ حالانکہ ذہن میں یا خارج میں کوئی ایسا مکان موجود نہیں ہے جسکو نبوۃ کہین یا وہ نبوت
سے بنایا گیا ہو اور نبوت بھی کوئی ایسی شے نہین جو خارج میں موجود ہو پس یہ صورت باطل
ہوئی دوسری صورت یہ کہ یہان تشبیہ مؤکد مراد ہو۔ اور تشبیہ مؤکد یہ ہے کہ مشبہ بہ کو مشبہ کیطرف

مضاف کریں جیسے فلک الامامت وبحر الکرامت اور مانحن فیہ میں بیت مضاف ہے پس ضرور ہے کہ وہ مشبہ بہ ہو اور نبوت مشبہ حالانکہ بیت اور نبوت میں کوئی وجہ تشبیہ نہیں پس یہ صورت بھی باطل ہوئی اس سے ظاہر ہوا کہ بیت النبوت کی اضافت بہ تقدیر لام ہے نہ بہ تقدیر من۔ اور سے علی التنزل تسلیم کیا کہ بیت ونبوۃ میں کوئی وجہ تشبیہ موجود ہے اور یہاں تشبیہ ہی مراد ہے۔ اس صورت میں بھی ہم کہینگے کہ بیت النبوت سے مراد ذات سرورکائنات علیہ وآلہ التحیات ہے اور اہل سے مراد آل پس اہل بیت النبوت کے معنے آل پیغمبر ہوے

تیسرے یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا ہے "دیگر معنے کہ حضرت محمد را نبی می گویند بہمان معنے این بزرگواران را نبی می توانیم گفت" پس کئی وجوہ سے مردود ہے۔ **اول** یہ کہ جب ہم نے اسکی وجہ استدلال باطل کردی تو یہ دعوے خودبخود باطل ہوگیا **دوسری** وجہ یہ کہ یہ کلام خود ان مولوی صاحب کے کلام سابق سے معارض ہے کیونکہ آپ نے شروع کتاب میں لکھا ہے کہ "واز نبوت ورسالت ائمہ تعبیر می کند بوصایۃ وحفظ شریعت غرا الے یوم القیامۃ وائمہ را نبی تازہ ورسول تازہ نمی دانند وتبلیغ این نبوت ورسالت را بواسطہ محمد مصطفےٰ قائل است" پس جب ائمہ کی نبوت ورسالہ وصایت سے تعبیر کی ہوئی ہے تو آنحضرت کی نبوت ورسالت سے مخالف ہوئی کیونکہ آنحضرت کی رسالت وصایۃ سے تعبیر کی ہوئی نہیں ہے۔ اور جب ائمہ نبی تازہ نہوے تو انکی نبوت آنحضرت کی نبوۃ کیمثل نہوی کیونکہ آنحضرت نبی تازہ تھے یعنے شریعت تازہ لائے تھے اور جب نبوۃ ائمہ کی تبلیغ آنحضرت کے ذریعہ سے ہوی تو آنحضرت کی نبوت سے کم درجہ ہوی کیونکہ آنحضرت کی نبوت کی تبلیغ بوحی خداوند عالم تھی اس سے ظاہر ہے کہ ان مولوی صاحب نے مقام ہذا میں پورے طور پر اپنے عقیدہ سابقہ کے خلاف کا دعوے کیا ہے اور دروغ گورا حافظہ نباشد کے مصداق بنگئے۔ **تیسری** وجہ یہ کہ اس صورت میں ضرور ہے کہ ائمہ اثنا عشر انبیاے اولوالعزم ہوں یعنے وہ شریعت تازہ لاے ہوں اور آنحضرت کی شریعۃ کی فسیح وترمیم کی ہو اور یہ بات نہیں کہتا مگر وہ شخص جو سفسطی یا مجنون ہو **چوتھی** وجہ یہ کہ اس صورۃ

نیز یہ ضرور ہوگا کہ حضرت امیر آنحضرت کی شریعت کی تنسیخ و ترمیم کرین اور امام حسنؑ حضرت امیر کی شریعت کی تنسیخ کرین و ھلم جرا وھذا مما تضحک علیہ الثکلی چوتھے یہ کہ
ان مولوی صاحب کے استدلال کی بنا پر لازم آئیگا کہ جناب سیدہ بھی نبی و رسول ہون بلکہ
پیغمبر ذات العزم ہون اور آنحضرت کی شریعت کو منسوخ کیا ہو اور شریعت تازہ لائی ہون اور
تمام مراتب مین آنحضرتؐ کی مساوی ہون وھذا من اقاویل المجانین۔
قال و انگہی واضح است کہ لفظ الرجس کہ معرف بالف و لام است از برائے عہد است
یا از برائے جنس یا از برائے استغراق اما عہد پس بھر دو قسمش کہ ذہنی و خارجیست اینجا امکان
دارد پس یا جمیع افراد رجس را خدا از ایشان دور نمود یا جنس رجس را بدون اعتبار افرادش
از ایشان دور نمود و بنا بر استغراق جمیع ارجاس از ایشان دور است چہ رجس عقلی باشد یا شرعی
یا عرفی و چہ رجس طینتی باشد یا روحی یا عقلی یا ذہنی یا قلبی یا طبعی یا جسمی یا نفسی یا خلقی یا خُلقی یا فعلی
یا قولی جمیع این ارجاس را خدا از ذوات مقدسہ ایشان کہ انوار خدائے تعالی اند دور فرمود
و این از لفظ لیذھب عنکم الرجس ثابت شدہ و از لفظ یطھرکم خدا بجمیع کمالات
و صفات ذات در مقابل آن ارجاس مذکورہ کہ عقلی و شرعی و عرفی و غیر ذلک است ذوات
ایشان را متصف نمودہ چنانچہ فخر رازی ہم بانصاف غیر اعتسافی متکلم شدہ و گفتہ در قول خدائے
تعالی لیذھب عنکم الرجس یعنے زائل می کند از شما ذنوب را و یطھرکم یعنے می
پوشاند شما را خلعتہائے کرامت را انتہی۔ قریب باین مضمون ذکر نمودہ۔ اما تقریب استدلال
ازاین آیہ مجیدہ در مطلب اثبات نبوت و رسالت از برائے خاتم الاوصیاء والاولیاء
باین است کہ جہل و عجز کہ از اقسام رجس است از ایشان حق تعالے دور نمودہ و علم و قدرت
کہ از اقسام طہارت است بایشان دادہ و جہل بھر دو قسمش کہ جہل مطلق و جہل مضاف باشد در ایشان
نیست پس در ذوات مقدسہ ایشان نادانستگی یا نادانستن چیزی ہر چند آنچیز نبوت و رسالت
بودہ باشد فطرتاً و تکوینیاً و تخلیقاً نیست پس ایشان دارائے علم نبوت ہم ہستند و علاوہ بر آن

تفضیلت از اذہاب رجس و تطہیر کہ اعطاے کرامت است برائے محمد و آل محمد یکسان است
و این است دلیل سادات بنا بر ظاہر کہ مستلزم مراتب اربعہ ولایت و نبوت و رسالت
و امامت است۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ مقام ہذا میں ان مولوی صاحب نے بڑی لفاظی اور
سخن آرائی کی ہے۔ اور جو اسکے آپ کا دعوے باطل ثابت نہو سکا اور آپ کا یہ کلام لاطائل کئی وجوہ
سے منقوض و باطل ہے **اول** یہ کہ الرجس میں لام عہد کا متعذر ہونا کسی دلیل سے
ثابت نہین کیا **دوسرے** یہ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ الرجس میں لام جنس یا لام
استغراق ہے مگر ان دونون صورتون میں ضرور ہے کہ وہی معنے مراد ہون جو کلام عرب میں
مستعمل ہین۔ لغت میں الرجس کے معنے نجاست و عقوبت و خشم کے ہیں اور قرآن شریف
میں اسکا استعمال چند معنے میں ہوا ہے اول بمعنے محرمات و گناہ جیسا کہ سورہ مائدہ پارہ (۷)
میں ہے انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان۔ یعنے
شراب اور جوا اور بت اور پاسے حرام (اور گناہ) شیطانی کام سے ہیں الضیاً سورہ انعام
پارہ (۸) میں خداے تعالی نے میتہ اور خون مسفوح اور گوشت خوک کو رجس فرمایا ہے دوم
بمعنے عذاب چنانچہ اسی سورہ میں ہے کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین
لا یومنون یعنے جو لوگ ایمان نہین لاتے ان پر اسیطرح خداے تعالی عذاب نازل فرماتا ہے
ایضاً سورہ اعراف میں ہے قد وقع علیکم من ربکم رجس و غضب یعنے (کوئی دم
میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب واقع ہوا سوم بمعنے کفر و نفاق و نجاست
یا کافر و منافق و نجس جیسے سورہ توبہ میں منافقین کے ذکر میں فرمایا ہے فاعرضوا عنھم فانھم
رجس یعنے تم ان کو منہ نہ لگانا کیونکہ وہ گندے ہیں ایضاً ارشاد فرمایا ہے فاجتنبوا
الرجس من الاوثان سورہ حج پارہ (۱۷) یعنے بتوں کی پرستش کی گندگی سے بچو اور
بعض احادیث معتبرہ میں جو خاص آیہ تطہیر کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں معصوم نے فرمایا ہے

میلاد الجاھلیۃ یعنے خداے تعالی نے اہل بیت کو میلاد جاہلیت سے پاک فرمایا ہے
(تفسیر صافی سورہ احزاب) اور اسی تفسیر میں مرقوم ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا ہے
رجس یعنے شک ہے خدا کی قسم ہم خداے تعالی کی ذات میں کبھی شک نہیں کرتے ۔ پس
ذات رجس کو جو یعنے نجاست (گناہ و کفر و نفاق و شک ہے یا ان کے تمام افراد کو خلاق
عالم نے اہل بیت پیغمبر سے دور کیا اور ان کو ان تمام ارجاس سے پاک بنایا۔ اور یہ جتنی چیزیں
مذکور ہوئیں ان سے بچنے کو عصمت کہتے ہیں اور بچنے والے کو معصوم پس اس آیہ شریفہ
سے اہل بیت علیہم السلام کی عصمت و طہارت ثابت ہے نہ نبوۃ و رسالۃ تیسرے
یہ کہ رجس کا اطلاق جہل پر غیر مسلم ہے پس ضرور تھا کہ یہ مولوی صاحب قول عرب سے اسکو
ثابت کرتے ۔ اور سلمنا اگر جہل فی بعض الاحیان وعن بعض الامور ہرگز رجس نہیں اسیطرح
عجز کو رجس جاننا ایسا ہے جیسا کہ بشریت اور عبدیت کو رجس سمجھا جائے بشر کا حدوث
جسکی اصل عدم ہے اسکی خلقت اسکی نشو و نما اسکا محتاج ہونا اسکا بول و براز اسکا مرنا جو لوازم
بشریت ہیں اگر رجس ہوں تو کوئی انسان اس سے بری نہیں ہو سکتا۔ اسیطرح علم و قدرت
مطلقہ کو طہارۃ جاننا ایسا ہے جیسا کہ الوہیت کو طہارت سمجھا جائے جس سے کوئی مخلوق
متصف نہیں ہو سکتا۔ **چوتھی** یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا ہے (پس در ذوات مقدسہ
ایشان نادانستگی یا نادانستن چیزے ہر چند آن چیز نبوۃ و رسالۃ باشد فطرۃ و تکوینا و تخلیقا
نیست) بالکل غلط ہے اور دو بحثوں میں اسکا ابطال کیا جاتا ہے۔ بحث اول یہ کہ بیشک
بعض چیزیں ایسی ہیں جنکا علم بغیر ذات الہی کسی اور کو نہیں تمام انبیا و اوصیاء اور کل فرشتے ان
سے بے خبر ہیں چنانچہ خداے تعالی نے ارشاد فرمایا ہے یسئلک الناس عن الساعۃ
قل انما علمها عند اللہ سورت الاحزاب المجزء ۲۲ ۔ یعنے اے پیغمبر لوگ تم سے قیامت
کا حال دریافت کرتے ہیں تم ان سے کہو کہ بغیر خدا کے اس کا علم کسی کو نہیں ۔ صافی میں
اسکی تفسیر اسطرح مرقوم ہے لم یطلع علیہ ملکا ولا نبیا یعنے خدا نے اس سے نہ کسی

فرشتے کو اطلاع دی نہ کسی پیغمبر کو پس کیا اس بے علمی کو رجس کہتے ہیں اگر یہ رجس ہو تو معلوم ہوگا
کہ اہل بیت اس سے پاک نہیں اور معاذ اللہ کلام خدا غلط ہے اگر یہ رجس نہیں تو ان مولوی
صاحب کا دعوے سراسر باطل ہوا ایضاً خدائے تعالی نے فرمایا ہے ومن اہل المدینۃ
مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم (پارہ ۱۱ سورہ توبہ) اور مدینہ کے رہنے والوں
میں سے جو نفاق پر اڑے بیٹھے ہیں (اے پیغمبر) تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں پہچانتے ہیں
صافی میں اسکی تفسیر اس طرح مرقوم ہے لا تعرفھم باعیانھم یعنے ان منافقوں
کی ذاتوں کو تم نہیں پہچانتے۔ ہر چند یہ ممکن ہے کہ خدائے تعالی نے پھر آنحضرت کو
ان منافقین کے ناموں سے اطلاع دی ہو مگر ایک زمانے میں تو آنحضرت بنص قرآن
ان کو نہیں پہچانتے تھے۔ ایضاً خدائے تعالے نے فرمایا ہے نحن نقص علیک احسن
القصص بما اوحینا الیک ھذا القرآن وان کنت من قبلہ لمن الغافلین
(سورہ یوسف) اے پیغمبر ہم تمہاری طرف وحی کے ذریعے سے یہ سورہ بھیجکر تم کو ایک بہتر قصہ
سناتے ہیں اور تم اس کے پہلے ان باتوں سے بیشک بے خبر تھے صافی میں لمن الغافلین
کی تفسیر اسطرح مرقوم ہے عن ھذہ القصۃ لم تخطر ببالک ولم تقرع سمعک
یعنے اس قصہ نے نہ تمہارے دل میں خطور کیا تھا نہ تمہارے کانوں نے اسے سنا تھا۔ ان
امور کے علاوہ قرآن شریف ایسے بکثرت واقعات سے بھرا ہوا ہے بہت چیزیں ایسی ہیں
کہ ایک زمانے میں آنحضرت کو اس سے اطلاع نہ تھی پھر خدا نے آپکو خبر دی اگر ان کی تفصیل
لکھی جائے تو خاص اسی میں ایک کتاب طیار ہو۔ جو شخص قرآن شریف کو پڑھتا اور اسے
سمجھتا ہے اس پر پوری طرح یہ باتیں واضح ولائح ہیں قرآن بتدریج نازل ہوتا گیا۔ اور بوقت
احتیاج احکام اترتے گئے تا آنکہ آخر میں اسکی تکمیل ہوئی اور امام کو بتعلیم پیغمبر کل علوم حاصل
ہوئے بغیر علم قیامت وغیرہا جو خاص ذات خدا کے لئے ہیں۔ دوسری بحث یہ کہ نبوت
ورسالت اور شے ہے اور نبوۃ اور رسالۃ کو جاننا اور شے نبوت ورسالت کو جاننے سے

سے بھرا ہوا ہے کہ خدائے تعالیٰ قادر مطلق ہے اور سب بندے عاجز۔ دیکھئے خلاق عالم نے
آنحضرت کی طرف خطاب کرکے فرمایا ہے قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ما شاء اللہ
ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (پارہ ۹ سورہ اعراف)
یعنی اے پیغمبر اُن لوگوں سے کہو کہ میرا ذاتی نفع و نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں ہے مگر جس
قدر کہ خدا چاہے اور اگر میں علم غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا فائدہ کرلیتا اور مجھکو کسی طرح
کا گزند بھی نہ پہنچتا پس یہ آیۂ شریفہ آنحضرت کے عجز اور عدم علم غیب پر نص ہے **ایضاً**
خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ
(پارہ ۱۵ سورہ کہف) یعنی اور کسی چیز کی نسبت یہ نہ کہا کرو کہ میں اس کام کو کل کرونگا مگر (ہاں
یوں ہی کہا کرو) خدا چاہے تو (کرونگا) صافی میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ
آنحضرت کی خدمت میں چند یہود حاضر ہوئے اور چند سوالات کئے حضرت نے فرمایا
کل ان کے جوابات دونگا اور آپ نے انشاء اللہ نفرمایا پس چالیس دن تک جبرئیل نازل
نہوئے اسکے بعد نازل ہوئے اور یہ آیہ لائے لا تقولن لشیء الآیہ **ایضاً** خدائے تعالیٰ
فرماتا ہے انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء (پارہ ۲۰
سورۃ القصص) یعنی اے پیغمبر تم جس کو چاہو ہدایت نہیں کرسکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت
کرتا ہے اور یہاں ہدایت کے معنی ایصال الی المطلوب کے ہیں پس یہ آیۂ شریفہ بھی آنحضرت کے
عدم قدرت مطلقہ پر نص ہے۔
آٹھویں یہ کہ متواتر ہے کہ آنحضرت نے بوقت اخیر حضرت امیر کو ہزار باب علم تعلیم فرمائے
جو ہر باب سے ہزار ابواب خود بخود آپ پر کھل گئے ان احادیث کی تفصیل تاسع بحار میں لکھی ہے
اُن کے منجملہ یہ حدیث ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا لقد علمنی رسول اللہ الف باب کل
باب یفتح الف باب علامہ مجلسی تاسع بحار میں لکھتے ہیں کہ ابن بابویہ نے خصال میں چوبیس (۲۴)
سندوں سے یہ حدیث روایت کی ہے اور سعد بن عبد اللہ قمی نے چھتیس (۳۶) سندوں سے ایضاً

حضرت امیر نے فرمایا کہ وہ اس میرے سینہ میں بہت سا علم جمع ہوا ہے جس کو رسول اللہ ص نے تعلیم فرمایا ہے" ایسی حدیثیں اس کثرت سے وارد ہیں جنکا احصار اس کتاب میں دشوار ہے اس سے ثابت ہے کہ حضرت امیر ایک خاص زمانے میں ان علوم سے بے خبر تھے اور بتعلیم آنحضرت وہ علوم آپکو حاصل ہوئے کیونکہ تعلیم معلوم لغو ہے پس کیا معاذ اللہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک زمانے میں حضرت امیر صاحب رجس تھے ہر گز نہیں۔ اسکے علاوہ جلد دوم حیوات القلوب کے باب ۴۸ میں مرقوم ہے طبرسی بسند معتبر از حضرت امیر المومنین ع روایت کردہ است کہ چون حضرت رسول مرا بیمن فرستاد بحضرت عرض کردم کہ مرا می فرستی کہ حکم کنم درمیان ایشان ومن در حداثت سنم ونمی دانم کہ چگونہ حکم باید کرد حضرت دست مبارک خود را بسینہ من زد وفرمود خداوندا دل او را ہدایت کن وزبان او را ثابت گردان بسوی حق آن خداوندیکہ جانم بدست قدرۃ اوست کہ بعد از ان ہرگز شک نکردم در حکمی کہ میان دو کس کردم **نویں** یہ کہ جناب سیدہ علیہا السلام قطعا آیہ تطہیر کی فضیلت میں داخل ہیں جو اسکا منکر ہو وہ شیعہ نہیں بلکہ مسلمان نہیں اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ آپ امام وخلیفہ نہیں اور حضرت امیر قطعا آپ سے اعلم اور افضل ہیں اور جب اذہاب رجس وتطہیر سے مساواۃ مطلقہ جناب سیدہ کی حضرت امیر سے ثابت نہیں ہوتی تو امامت کہاں اور جب امامتہ نہیں تو نبوت کہاں۔

دسویں یہ کہ جب آیہ تطہیر سے آنحضرت اور آپکے اہل بیت کی مساواۃ مطلقہ اور ان سب کی نبوت ورسالت ثابت ہو تو لازم ہوگا کہ جناب سیدہ بھی نبی وامام اور آنحضرت کے مساوی ہوں حالانکہ یہ امر ضروری دین اسلام اور ضروری مذہب شیعہ کے خلاف ہے اگر ایسا ہو تو بجائے ائمہ اثنا عشر ائمہ ثلث عشر کہنا ضرور ہوگا اور اس سے تکذیب سید المرسلین وائمہ معصومین لازم ہوگی جو عین کفر ہے **گیارھویں** یہ کہ مذہب شیعہ کے اصول عقاید سے ہے کہ جملہ انبیا ع تمام گناہوں سے معصوم اور کل ارجاس سے پاک تھے چنانچہ حق الیقین مطبوعہ جعفری کے صفحہ میں مرقوم ہے وباجماع شیعہ ونصوص متواترہ جمیع انبیا از اول عمر تا آخر عمر معصوم اند

از گناہان کبیرہ و صغیرہ عمداً سہواً۔ اور یہی کتاب کے صـ۱۱ میں ہے باید کہ پیغمبر افضل از جمیع امت خود باشد و اعلم از ہمہ کس باشد زیرا کہ تفضیل مفضول عقلاً قبیح است و باید کہ عالم باشد بجمیع علومی کہ امت باین محتاج اند و باید کہ بصفات کمال موصوف باشد مانند کمال عقل (الی ان قال) و منزہ باشد از صفات ذمیمہ مانند کینہ و بخل و حسد و حرص و محبتہ دنیا و حب مال و جاہ و کج خلقی و جبن الخ پس معلوم ہوا کہ تمام پیغمبر تمام ارجاس سے پاک اور تمام صفات کمال سے متصف تھے ایضاً خلاق عالم نے حضرت ابراہیم و اسحق و یعقوب علیہم السلام کو اولوا الایدی والابصار فرمایا ہے یعنے صاحبان قوۃ و بینائی اور نیز ان کی شان میں ارشاد کیا وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار (پارہ ۱۲ سورہ صـ) پس اولوا الایدی والا بصار کہنے سے انکی قدرت اور علم ثابت ہے اور المصطفین سے تمام صفات کمال سے متصف ہونا اور الاخیار سے معلوم ہوا کہ تمام ارجاس سے پاک تھے کیونکہ صاحبان رجس اخیار نہیں ہو سکتے تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ یہ انبیاء اور جملہ پیغمبر آنحضرت کے مساوی تھے اور سب کا علم آنحضرت کے برابر تھا اور سب دارائے نبوت و رسالتہ و امامت و ولایت تھے اور سب آپس میں مساوی المرتبہ تھے ہرگز نہیں ان میں کوئی اولوالعزم تھا کوئی انکا تابع کوئی افضل کوئی مفضول چنانچہ خود خلاق عالم نے فرمایا ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض ایضاً خدائے تعالے نے حضرت مریم کی طرف اسطرح خطاب فرمایا ہے یا مریم ان اللہ اصطفاک وطہرک واصطفاک علی نساء العالمین (پارہ ۳ سورہ ال عمران) یعنے اے مریم تمکو خدا نے برگزیدہ فرمایا اور پاک بنایا اور تمام دنیا کی عورتوں میں تمکو منتخب کیا پس جب آپ برگزیدہ ہوئیں تو تمام صفات کمال سے متصف تھیں اور جب پاک ہوئیں تو معلوم ہوا کہ کوئی رجس آپ میں نہ تھا۔ پھر کیا کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مریم دارائے نبوت و رسالت و امامت و ولایت تھیں اور آنحضرت کے مساوی تھیں ہرگز نہیں بہرحال یا تو کل انبیاء کو اور حضرت مریم کو آنحضرت کے مساوی قرار دینا ہوگا یا ان سب کو صاحبان رجس کہنا ہوگا۔ حالانکہ کوئی مسلمان ان میں

سے کسی امر کا قائل نہیں۔

قال و بودن کمی یا عدم مرتبہ از مراتب مذکورہ در آل محمد قول بمساوات ایشان با حضرت محمد بے معنے است۔

اقول صاحبان فہم اس کلام میں غور فرمائیں کہ کیسا مہمل ہے جو مطلب ان مولوی صاحب کا تھا وہ اس عبارت سے ادا نہو سکا اس عبارت کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ آنحضرت اور اہل بیت کی مساوات کا قول مراتب مذکورہ سے بغیر کسی مرتبہ کی کمی اور عدم کے بے معنے ہے۔ یعنے مراتب مذکورہ سے کوئی مرتبہ اہل بیت میں کم یا معدوم ہو تو اسوقت قول بمساوات آنحضرت و آل پاک بے معنے ہوگا ع برین عقل و دانش بباید گریست یہاں اسطرح لکہنا چاہیے تھا کہ با وجود کمی مرتبہ از مراتب مذکورہ قول بمساواۃ این بزرگواران بے معنے است۔

قال و ہیچ کس از متدینین عقلا بعدم مرتبہ از مراتب اربعہ مذکورہ بمساواۃ محمد و آل محمد قائل نمی تواند شد و سفسطہ است۔

اقول ابھی آپ ائمہ علیہم السلام کا دارائے نبوت و رسالت ہونا آیہ تطہیر سے ثابت کرتے تھے ابھی قول عقلا کی طرف جھک پڑے جب کلام خدا سے کچھ کام نہ چلا تو قول متدینین سے ثبوت کا دعا ہو رہا ہے حالانکہ اسکا جواب شروع کتاب میں ادا کر دیا گیا ہے فارجع الیہ۔

قال علامہ حلی در کتاب باب حادی عشر گفتہ اند (یعنے علیا) مساوٍ للنبی و مقصود آن بزرگوار از مساوات در مراتب اربعہ است و از این است کہ در تعریف امامت کہ در کتاب نہج المسترشدین بلفظ نیابۃ عن النبی گفتہ و فاضل مقداد در شرح ہمین کتاب و ہمیں تعریف در ایراد ثالث گفتہ کہ ان التعریف ینطبق بالنبوۃ یعنے این تعریف امامت منطبق می گردد بر نبوت و در جوابش گفتہ کہ نبوت نیز امامت است بسبب قولہ تعالی انی جاعلک للناس اماما و نیز واضح است کہ از لفظ امامت در آیہ مذکورہ نبوت گرفتہ و شامل است این امامت کہ نبوۃ است بجمیع ذریت ابراہیم کہ ظالم نباشند پس جناب امیر از ذریۃ ابراہیم اند و ظالم نیستند

معصوم اند پس نبی ہستند۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ ہم نے اس اشتباہ کا جواب جو قول علامہ (انہ مساو للنبی) سے مترشح ہوتا ہے سابق میں تفصیل سے دیدیا ہے۔ اب یہاں دوسرے شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ علامہ نے نہج المسترشدین میں تعریف امامت میں جو نیابتہً عن النبی کی قید نہیں لگائی پس وہ تعریف امامت مطلقہ کی ہے اور معلوم ہے کہ لفظ امام تین معنے میں مستعمل ہے چنانچہ سید العلماء مولانا مولوی السید حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے کتاب مستطاب حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم میں اسکو تفصیل لکھا ہے۔ افادہ مومنین کے لئے اسکا محصل ترجمہ یہاں ترقیم کیا جاتا ہے وھو ھذا امام مقام ہذا (یعنے بحث امامت) میں وہ شخص ہے جو امور دنیا و دین میں بہ نیابت پیغمبر خدا امت کا مقتدا ہو نہ بر سبیل استقلال۔ اور کبھی امامت کا اطلاق ریاست دین و دنیا پر باطلاق ہوتا ہے یعنے اس میں نیابت کی قید نہیں لگائی جاتی جیسا کہ خلاق عالم نے حضرت ابراہیم سے فرمایا انی جاعلک للناس اماما یعنے میں نے تمہیں آدمیوں کا پیشوا بنایا ہے۔ اور مجمع البحرین میں ہے الامامۃ ھی الریاسۃ العامۃ علی جمیع الناس واذا اخذت لا بشرط شئی تجامع النبوۃ والرسالۃ واذا اخذت بشرط شئی لا تجامعھما یعنے امامت ایک ریاست عامہ ہے تمام انسانوں پر پس اگر اسکا استعمال علی الاطلاق ہو تو نبوت و رسالت کیساتھ جمع ہو سکیگی اور اگر اس میں (نیابت کی) قید لگائیں تو نبوت و رسالت سے مجتمع نہو گی۔ اور کبھی امامت بمعنے مطلق پیشوائی مستعمل ہوتی ہے (یعنے بمعنے لغوی) خواہ اہل حق کی پیشوائی ہو یا اہل باطل کی جیسا کہ خدائے تعالی نے فرمایا ہے وجعلنا منھم ائمۃ یدعون الی النار یعنے بعض ان میں سے ہم نے ایسے امام بنائے ہیں جو اپنے مریدین کو آتش جہنم کی طرف بلائیں گے انتہے محصلاً صہ ۲ تا ۱۶۔ ایضاً حدیقہ سلطانیہ کے باب ۱۶ کی بحث عصمت میں بذیل تفسیر آیہ انی جاعلک للناس اماماً مرقوم ہے وہذین

مقام ہملان معنے عام است پس این امامت از نبوت اعم من وجہٍ خواہد بود زیراکہ باین معنے تصریح واقع شدہ در کلام علماء اعلام کما نقلہ فی صدر المبحث عن مجمع البحرین۔ وحسن بن عبد الرزاق در شمع الیقین گفتہ کہ اہل سنۃ گاہی می گویند مراد از عہد درین آیہ نبوت است نہ امامت۔ گوئیم لفظ آیہ صریح است در امامت بمعنے ریاست وپیشوائی ناس کہ اعم است از نبوت وتخصیص محتاج است بدلیل انتہی پس اگرچہ شرح نہج المسترشدین جو فاضل مقداد کی طرف منسوب ہے دستیاب نہیں ہوئی لکن بفرض صحتہ قول مذکور ان کی مراد بھی یہی عموم ہے۔

قال آیہ دوازدہم انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون پس ازین آیہ مجیدہ ثابت است کہ حضرت علی ولیست زیراکہ بتواتر ثابت است کہ والذین امنوا درین آیہ حضرت علی ہستند ومعنے ولی در لغتہ محب وصدیق ونصیر وموسے واولے بالتصرف است ومعنے محب وصدیق ونصیر اینجا امکان ندارد زیراکہ لفظ انما کہ ولایت را منحصر در خدا ورسول وحضرت علی کہ بتواتر ثابت است می کند وحالانکہ در مقام دیگر خدا میفرماید المومنون والمومنات بعضہم اولیاء بعض کہ مومنین ومومنات بعض ایشان اولیاے بعض ہستند اینجا معنے محب بلکہ صدیق نیز می شود وانحصار محبۃ وصدیقیۃ مخصوص خدا ورسول وعلی نیست پس معنے محب وصدیق در لفظ ولیکم نمی آید واگر مقصود از آیہ اثبات محب بودن خدا ورسول وامام بود اولے بالتصرف بودن مقصود نبود لفظ انما راکہ مفید انحصار است ذکر کردن خلاف مقصود خداے بود پس معلوم شد کہ مقصود انحصار است ومحب بودن مقصود نیست بلکہ معنایش اولے بالتصرف است زیراکہ در مقام دیگر بآیہ والمومنون والمومنات اثبات تعمیم محبت مومنین نمودہ پس ولی در ولیکم اللہ بمعنے اولی بالتصرف امت وغیر او نیست ودر آیہ والمومنون والمومنات الخ معنے آن محبت است ولیس الا غیر۔

اقول یہ آیہ شریفہ جسکا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ تمہارا حاکم کوئی نہیں مگر خدا اور اسکا رسول اور
وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایسے ایمان لانے والے جو نماز پڑھتے ہیں اور بحالت رکوع میں صدقہ
دیتے ہیں حضرت امیر علیہ السلام کی امامت پر دال ہے اور علمائے اعلام امامیہ نے کتب
عدیدہ میں اسکی تفصیل بیان فرمائی ہے اور اسکو کسی طرح کا تعلق حضرت امیر کی نبوت سے نہیں ہے
اور ان مولوی صاحب کے اس بیان میں کئی لفظی اور معنوی غلطیاں ہیں جنمیں سے بعض معرض تحریر
میں آتی ہیں۔ اول یہ کہ آپ نے جو کہا کہ "ولی کے معنے لغت میں محب و صدیق و نصیر و وصی
و اولے بالتصرف کے ہیں" پس یہاں لفظ مولے بے جا ہے۔ کیونکہ اگر مولے سے معنے اولے
بالتصرف کے ہیں تو وہ اس عبارت میں موجود ہے اگر اسکے معنے محب وغیرہ کے ہیں تو وہ
بھی موجود ہیں۔ دوسرے یہ کہ ولی کے پانچ معنے بیان کئے ہیں جن میں سے محب و صدیق کی
نفی پر دلیل پیش کی اور کہا "انحصار محبتہ و صدیقیہ مخصوص خدا و رسول و علی نیست" اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیہ میں ولی کے معنے نصیر کے بھی ہو سکتے ہیں حالانکہ یہ بھی غلط ہے بلکہ
اس آیت میں ولی کے معنے فقط اولے بالتصرف یعنے حاکم کے ہیں اور وہی مخصوص خدا
و رسول و امام ہیں۔ تیسرے یہ کہ انحصار و مخصوص کہ دونوں کا حاصل ایک ہے ایک کلام میں
نہیں آسکتے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی کہے۔ یہ لیلۃ القدر کی رات ہے یہاں اسطرح
کہنا چاہئے "انحصار محبتہ در خدا و رسول و علی نیست" یا اسطرح کہ "محبت مخصوص خدا
و رسول و علی نیست"۔

قال وچون اولے بالتصرف معنے ولی شد در آیہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم
لفظ اولے کہ افعل التفضیل از ولی است این صفت را خدا مخصوص نبی فرمودہ است و ہمان
صفت را از برائے علی ذکر فرمودہ پس فرقی درمیان نبی و علی درین صفتہ نیست۔

اقول نص النبی اولے بالمؤمنین من انفسہم آنحضرت جسطرح تمام مومنین کے
حاکم یعنے اولے بالتصرف ہیں اسیطرح امیر المومنین کے بھی اولے بالتصرف ہیں اور نص آیہ

انما ولیکم اللہ آنحضرت کے بعد حضرت امیر تمام مومنین کے اولے بالتصرف ہیں آیہ النبی اولے بالمومنین من انفسہم نے ان مولوی صاحب کے دعوے مساوات کو باطل کر دیا ہے اور آپ نے جو کہا ایں صفت را خدا مخصوص نبی فرمودہ است کئی وجوہ سے غلط ہے اول یہ کہ اس آیہ شریفہ کا کوئی لفظ تخصیص پر دلالت نہیں کرتا دوسرے یہ کہ اگر یہ صفت مخصوص آنحضرت ہے تو امیر المومنین کی شرکت کیسی اور اگر امیر المومنین اسمیں شریک ہیں تو تخصیص کہاں رہی تیسرے یہ کہ آیہ انما ولیکم اللہ خود تخصیص کو باطل کرتا ہے۔ کیونکہ خلاق عالم نے اپنے کو بھی ولی فرمایا ہے اور آنحضرت اور امیر المومنین کو بھی اس صفت سے متصف کیا ہے اور آپ نے جو کہا پس فرق درمیان نبی و علی درین صفت نیست کلا اولا مسلم کیونکہ اس صورت مین لازم آتا ہے کہ درمیان خدا و نبی بھی اس صفت میں کوئی فرق نہو اسلیے کہ اس آیہ میں خدائے تعالی نے جو لفظ اپنی صفت میں بیان کیا وہی لفظ آنحضرت کی صفت میں بیان کیا اور وہی لفظ حضرت امیر کی صفت میں ذکر فرمایا حالانکہ فرق بین موجود ہے کیونکہ خلاق عالم تمام بندوں کا مالک اصل اور حاکم حقیقی ہے اور آنحضرت خدائے تعالی کے حکم سے مستقلا حاکم ہوے اور حضرت امیر اسی کے حکم سے بہ نیابت آنحضرت حاکم بنائے گئے ثانیا ہمنے تسلیم کیا مگر اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ حضرت امیر بھی نبی ہین کیونکہ نبی اور اولے بالتصرف ہونے میں ملازمت نہیں اور نہ ان میں تساوی کی نسبت ہے پس جسطرح نبی اور امام بمذہب شیعہ عصمت و طہارت میں کوئی فرق نہیں رکھتے اسیطرح اولے بالتصرف ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں رکھتے۔

قال و این صفت اولے بالتصرف کہ بالاترین صفات است و مخصوص نبی پس علی ہم نبی است۔

اقول غلط محض ہے کیونکہ اولے بالتصرف ہونے کو ہرگز نبوت لازم نہیں ہا و نہ اولے بالتصرف کے معنوں میں نبوۃ داخل ہے اور نہ انمیں تساوی کی نسبت ہے۔ بلکہ نبوت اور اولے

بالتصرف ہونے میں یا عام خاص مطلق کی نسبت ہے یعنے جتنے نبی ہیں وہ اولے بالتصرف ہیں اور جتنے اولے بالتصرف ہیں وہ نبی نہیں بلکہ بعض نبی ہیں اور بعض امام و نائب نبی۔ یا ان میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ بعض احادیث معتبرہ میں وارد ہے کہ بعض انبیا خاص اپنی ذات کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسرا پیغمبر انکا اولے بالتصرف تھا۔ اس صورت میں دونا دے افتراق کے موجود ہیں۔ یعنے بعض اولے بالتصرف ہیں مگر نبی نہیں جیسے حضرت امیر اور بعض نبی ہیں مگر اولے بالتصرف نہیں جیسے وہ بعض پیغمبر۔ اور ایک مادہ اجتماع کا ہے کہ آنحضرت نبی بھی تھے اور اولے بالتصرف بھی تھے پس ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ وہ کہ علی ہم نبی است“ بالکل غلط اور عین کفر ہے۔

قال زیرا کہ اولے بالتصرف غیر از خداے مطلق نمی تواند شد این صفت اولے بالتصرفی مخصوص خدائیست و ہیچکس را مجال مدخلیت درین صفت نیست مگر کسی کہ از جانب او فرستادہ شدہ باشد بجہت رسانیدن فیض از فیاض مطلق بہ ممکنات قبل از تعلق وجود خارجی و بعد از ان کہ عبارۃ از ان تربیت مخلوقات است از جانب او باذن او و مشیت او و واسطہ بودن درمیان او و خلق او و علم بودن درمیان او و خلق او و ہمین است معنے مظہر صفات کمالیہ الہیہ بودن محمد و آل محمد علیہم السلام۔

اقول ان مولوی صاحب نے یہاں جو کچھ لکھا ہے اسکے حاصل مطلب سے اعتقاد تفویض ثابت ہوتا ہے جو عین شرک ہے اور وہ کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ ابھی چند سطر پہلے آپ نے دعوے کیا کہ اولے بالتصرف ہونا مخصوص پیغمبر ہے اور اب کہتے ہیں کہ یہ صفت مخصوص خدا ہے پس یہ دونوں اقوال آپس میں ضد ہیں دوسرے یہ کہ جب یہ صفت مخصوص خدا ہوئی تو پھر اسمیں دوسرے کی شرکت غلط اجب شخص فرستادہ خدا اسمیں شریک ہوسکتا ہے تو اس صفت کا مخصوص خدا ہونا باطل۔ یہ بات بعینہ اسطرح پر ہے کہ کوئی کہے کہ صفت الوہیت مخصوص خدا ہے کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہوسکتا مگر وہ جو فرستادہ خدا او مظہر صفات کمالیہ

الٰہیہ ہو۔ معاذ اللہ۔ تیسرے یہ کہ اولے بالتصرف ہونیکی صفت میں بغیر شخص فرستادہ خدا یعنے پیغمبر اور کسی کا داخل نہونا غلط اور محض دعوے بے دلیل ہے۔ بلکہ یہ صفت وہ ہے جس سے بحکم خدا نبی و وصی دونوں متصف ہو سکتے ہیں خلاق عالم مالک حقیقی اور حاکم مطلق ہے جسکو چاہے اپنی مصلحت سے ہمارا حاکم بنادے۔ اسکو اختیار ہے خود اوسنے فرمایا ہی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ غور کا مقام ہے کہ اگر اولے الامر وہی رسول ہوتے تو لفظ الرسول کے بعد لفظ اولے الامر کا ذکر کرنا بے جا ہوتا بلکہ خدائے تعالی اسطرح فرماتا (اطیعوا اللہ واطیعوا المرسلین) الرسول کے بعد اولے الامر کے ذکر کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اولے الامر پیغمبر نہیں بلکہ امام اور نائب پیغمبر ہیں۔ پس جیسے پیغمبر اولے بالتصرف ہیں اسیطرح اولوالامر یعنے نائب پیغمبر اولے بالتصرف ہیں یہ بات مثل آفتاب نصف النہار ہویدا و آشکار ہے چوتھے یہ کہ آیہ النبی اولے بالمومنین میں مومنین کی تصریح ہے اور آیہ انما ولیکم اللہ میں وہی مومنین مخاطب ہیں جو از قسم انسان ہیں اور ممکن ہے کہ ان میں جن بھی شریک ہوں بہرحال ان آیتوں میں نہ جملہ ممکنات کا ذکر ہے اور نہ اولے بالتصرف ہونے سے یہ غرض ہے کہ ممکنات کی طرف قبل از وجود خارجی فیض فیاض مطلق پہونچایا جاوے یعنے انہیں لباس وجود پہنایا جاوے اور بعد از خلق تربیت کیجاوے۔ بلکہ خدائے تعالے نے ان بزرگواروں کو اولے بالتصرف اسلئے مقرر فرمایا ہے کہ امر ہدایت پورے طور پر جاری اور انتظام امور دنیوی و دینی بوجہ اکمل قائم ہو۔ پانچوین یہ کہ ان مولوی صاحب کا یہ کلام کہ دو بجہت رسانیدن فیض فیاض مطلق بہ ممکنات قبل از تعلق وجود خارجی و بعد از ان کہ عبارۃ از ان تربیت مخلوقات است لگ بعینہ اعتقاد تفویض ہے کہ عین شرک ہے کیونکہ ممکنات کی طرف ان کے وجود خارجی سے پہلے فیض فیاض مطلق پہونچانا ان کو خلق کرنا ہے اور بعد خلق ان کو تربیت کرنا ان کو رزق دینا اور زندہ رکھنا ہے۔ یہ دونوں صفتیں خاص خلاق عالم کی ہیں جن میں مثل مفوضہ ان مولوی صاحب نے نبی و آل نبی علیہم السلام کو شریک کیا ہے

اور علامہ مجلسی نے حق الیقین بیان صفات سلبیہ میں لکھا ہے سوم آنکہ صانع عالم مثل ندارد چنانکہ فرمودہ است لیس کمثلہ شیٔ وشبیہ ونظیر ندارد کہ در حقیقت ذات وکنہ صفات باو شریک باشد وضدی ندارد کہ باو معارضہ تواند کرد ودر آفریدن اشیاء معینی ویاوری نداشتہ واعتقادی کہ **بعضی از غلاۃ** دارند کہ حق تعالی رسول خدا وائمہ ہدی صلوات اللہ علیہم را آفرید وخلق عالم را بایشان گزاشت **کفر است** الخ صث مطبوعہ جعفری ایضاً **سابع بحار** کتاب نفی الغلو سے سابق میں تفصیلاً نقل کیا گیا ہے جس کا بقدر ضرورت خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص معصومین علیہم السلام کو خالقیت یا رازقیت میں خدا کا شریک ٹھہرائے یا ائمہ علیہم السلام کو نبی کہے غالی ہے اور ایسا شخص ملحد کافر اور خارج از دین اسلام ہے ملخصاً اور امام رضا علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ غالی **کافر** ہیں اور **مفوضہ مشرک** ہیں ملاحظہ ہو حدیقہ سلطانیہ باب اول صث۔

قال پس اولے بالتصرف بالذات خدا است وبالتبع رسول است لاغیر واگر علی ہم فرستادہ خدا است وواسطہ درمیان خدا وخلق است وعلم درمیان خدا وخلق است بالتبع اولے بالتصرف است بعد زمان رسول۔

اقول واللہ المعین۔ خلاق عالم کا بالذات اولے بالتصرف ہونا قطعی ہے اور آنحضرت کا خدا کے حکم سے اولے بالتصرف ہونا یقینی۔ مگر لاغیر غلط۔ امیر المؤمنین علیہ السلام بھی آنحضرت کے بعد بحکم خدا یقیناً اولے بالتصرف ہیں اور ہرگز آپ رسول بمعنی اصطلاحی شرعی نہیں۔ ولی بالتصرف ہونے کے لئے نبی ورسول ہونا ہرگز ضرور نہیں کیونکہ اسپر کوئی دلیل عقلی یا نقلی قائم نہیں۔ اسکے علاوہ آنحضرت کے بعد کسی پیغمبر کا نہونا قطعی وضروری دین اسلام ہے اور حضرت امیر علیہ السلام کا اولے بالتصرف ہونا بھی یقینی اور قرآن اور تواتر سے ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ پیغمبر نہ تھے اور اولے بالتصرف اور امام تھے مگر ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ اگر علی رسول خدا ہیں تو اولے بالتصرف ہیں یہ اور

معلوم ہے کہ حضرت امیر پیغمبر رسول نہیں ہیں تو ثابت ہوا کہ ان مولوی صاحب کے نزدیک آپ اولے بالتصرف نہیں ہیں۔ اذا فات الشرط فات المشروط حالانکہ باعتقاد شیعہ آپ امام اول اور اولے بالتصرف ہیں اور باعتقاد اہل سنت آپ خلیفہ چہارم اور اولے بالتصرف ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ مولوی صاحب نہ شیعہ ہیں نہ سنی۔

قال چنانچہ در تاسع بحار صـ۲۸۸ از کتاب امالی شیخ باسناد خود از امام جعفر صادق از پدرانش علیہم السلام کہ گفت رسول خدا بہ تحقیق کہ خدائے عز وجل علی را علم نصب کردہ است درمیان او وخلق او پس کسیکہ او را شناخت مومن است وکسیکہ او را نشناخت کافر است وکسیکہ ندانند کافر است۔

اقول اس حدیث میں باوجودیکہ وہ احاد سے ہے کوئی حرف ایسا نہیں ہے کہ حضرت امیر کی نبوت پر دلالت کرے۔

قال واز جانب خدا باذن خدا ومشیت خدا اولے بالتصرف است پس او ہم رسول است

اقول خدائے تعالیٰ کے حکم سے حضرت امیر کا اولے بالتصرف ہونا بہت درست مگر آپ کا پیغمبر ہونا بالکل غلط یہ مولوی صاحب الٹ پلٹ کر کے ایک ہی مضمون کا بار بار اعادہ کرتے ہیں مگر کوئی دلیل پیش نہیں کرسکتے اہل عقل جانتے ہیں کہ دیوانہ جب کوئی بے سروپا بات کہتا ہے تو بار بار اسی کو دہراتا ہے پس ان مولوی صاحب کے ان ہذیانات اور دیوانوں کے بڑ میں کیا فرق ہے۔

قال ومعلوم است کہ رسول بہترین بشر است زیرا کہ رسول افضل زمانہ خود بودن در رسالت شرط است از این است کہ آنحضرت فرمود علی خیر البشر من ابی فقد کفر کہ علی بہترین بشر است ہر کس انکار کند کافر است، ودر ہر زمانی اولے بالتصرف در مخلوقات الٰہی یکی می شود ودیگر اولے بالتصرف نمی شود پس نبی اولے است در زمان خود وعلی اولے است در زمان خود چنانچہ در تفسیر آیہ النبی اولی بالمومنین من انفسہم مذکور خواہد شد

اقول واللہ الموفق والمعین۔ اہل فہم غور فرمائیں کہ یہ مولوی صاحب اپنے ادعا کے اثبات میں کیسے کیسے رنگ بدل رہے ہیں مگر نتیجہ کچھ نہیں اولاً آیہ شریفہ کی تحریف میں بہت ہاتھ پاؤں مارے جب اس سے کچھ کام نچلا تو پھر قیاس تک جوڑ کر مسئلہ تفویض کی طرف جھکے جب اس سے بھی مطلب پورا نہوا تو حدیث امالی پیش کی جب وہ بھی بکار آمد نہوئی تو اب حدیث علی خیر البشر سے متمسک ہوئے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث کو بھی اُن کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس حدیث شریف کی نسبت دو بحثیں ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ حدیث کتب فریقین میں متواتر بالمعنے ہے اور اکثر حدیثوں میں من بعدی کا لفظ آنحضرت سے مروی ہے اور بعض احادیث کے یہ الفاظ وارد ہیں خیر من یمشی من بعدی علی ابن ابی طالب اور بعض احادیث کے اور کچھ الفاظ ہیں مگر مضمون واحد ہے جس سے قطعاً ثابت ہے کہ آنحضرت کے بعد حضرت امیر بہترین البشر ہیں مگر آنحضرت کا خیر البشر ہونا مطلق ہے یعنے کسی زمانہ اور کسی بشر کا اس میں استثنا نہیں۔ دوسری بحث یہ کہ آنحضرت کے بعد خیر البشر ہونے کو نبوۃ لازم نہیں پیغمبر بھی خیر البشر ہوتا ہے اور امام بھی۔ کیونکہ باتفاق شیعہ بلکہ باتفاق اہل عقل امام کو بھی لازم ہے کہ وہ بعد پیغمبر افضل البشر ہو پس علی مرتضے بعد رسول خدا علیہما التحیہ والثنا خیر البشر تھے مگر نبی نہ تھے۔

قال و تقدم لفظ رسول بر الذین اٰمنوا تقدم زمانی است و تقدم مکانی نیست ہر چند بعض افراد مردم را باشتباہ می دارد کہ درین آیہ متقدم بالذکر خدا است و بعد از رسول است و بعد از و الذین اٰمنوا است و این را دلیل تقدم رسول بر الذین اٰمنوا قرار دادہ گول شیطان خوردہ و تعمق فکر در آن نہ نمودہ زیرا کہ غیر از خدائے تعالیٰ کسی اولے بالتصرف نیست و واسطہ در میان خدا و خلق بالتبع اولے بالتصرف است و او غیر از یک کس دیگرے را در آن مجال نیست و آن رسول است وچون آن رسول انتقال کند بجائے او ہر کس کہ واسطہ در میان خدا و خلق میشود ہمان اولے بالتصرف است و ہمان رسول است و در ہر زمانی اولے بالتصرف بالتبع

تا قیام قیامت کسی ازین افراد منتخبہ الٰہی کہ مظہر صفات کمالیہ او اند بودہ باشد۔

اقول واللہ المعین آنحضرت کا اولے بالتصرف ہونے میں والذین اٰمنوا پر مقدم ہونا مطلق ہے یعنے رتبتہً وزماناً دونوں طرح سے آپکو تقدم حاصل ہے پس جو شخص محض تقدم زمانی کا قائل ہو۔ وہ شیطان کا دھوکا کہا گیا ہے اور آنحضرت کا حضرت امیرؑ پر اور کل بشر پر مقدم ہونا یعنے افضل ہونا قطعی اور یقینی ہے جس کا ثبوت گزرا اور یہ امر بسبب آپ کی نبوت اور خیمیت کے ہے پس جب تک آپ کی نبوت باقی اور شریعت جاری ہے اسوقت تک آپ سب کے حاکم اور سب سے مقدم ہیں اور معلوم ہے کہ آپکی نبوت و شریعت تا قیام قیامت باقی ہے پس ثابت ہوا کہ آنحضرت کو ذاتاً و زماناً دونون طرح کا تقدم حاصل ہے اور نیز یہ ولایت مطلقہ ہے پس آنحضرت کا تقدم بھی مطلق ہوا۔ خلاق عالم کا بالذات اولے بالتصرف ہونا قطعی ہے۔ اور وہ اپنے خاص بندونیس سے ہدایت خلق کے لئے جسکو اولے بالتصرف بنائے وہ اولے بالتصرف ہے خواہ وہ پیغمبر ہو یا امام اور بے شک اولے بالتصرف ہر زمانے میں ایک ہوتا ہے۔ مگر وہ پیغمبر ہوتا ہے یا نائب پیغمبر۔ یہ مولوی صاحب اس امر پر تا قیام قیامت ہرگز کوئی دلیل قائم نہیں کرسکتے۔ کہ جو اولے بالتصرف ہے وہ [illegible] ہے کیونکہ اولے بالتصرف ہونے کو نہ عقلاً نبوت لازم ہے نہ نقلاً کما مر۔ یہانتک ان [illegible] ہی صاحب کے اقوال کی تردید تھی جن سے آپ نے آیہ مبارکہ انما ولیکم اللہ کی تفسیر بالرا[illegible] تھی **اب** گذارش کرتا ہوں کہ یہ آیہ شریفہ باوجود اسکے کہ حضرت امیرؑ کی امامت پر دلیل قطعی ہے۔ یہ امر بھی خود اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ نبی و رسول نہیں ہیں کیونکہ خلاق عالم کو جب منظور ہوا کہ اس آیت میں تین ذاتون کا حاکم ہونا بیان فرمائے اول اپنی ذات اقدس کا جسکو اسنے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا انما ولیکم اللہ اب اور دو شخص باقی رہے ایک آنحضرت دوسرے حضرت امیرؑ پس اگر حضرت امیرؑ بھی رسول ہوتے خواہ آنحضرت کے زمانہ میں یا آپ کے بعد تو خدائے تعالیٰ اسطرح فرماتا انما ولیکم اللہ و رسولاہ محمدؐ و علیؑ جب

خدائے تعالی نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ آنحضرت کا ذکر لفظ رسولہ کیساتھ فرمایا پھر حضرت امیر کا ذکر اسطرح کیا والذین اٰمنوا الذین الآیہ تو صاف ظاہر ہوا کہ حضرت امیر رسول نہیں بلکہ آنحضرت کے تابع اور آنحضرت کے بعد آپکی نیابت سے حاکم امت اور امام قرار دیے گئے ہیں یہ بات اظہر من الشمس ہے جسمیں شک کی گنجایش نہیں۔

قال آیہ سیز دہم النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ من المومنین والمہاجرین الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفا کان ذلک فی الکتاب مسطورا

واین آیہ دلالت دارد براین کہ حضرت محمد اولے ہستند بالنسبۃ بمومنین از نفسہائے ایشان وگذشت کہ بالذات وفی الحقیقۃ اولے بالتصرف غیر از خدا ہیچکس نیست واما بالتبع بسبب مظہر صفات کمالیہ الٰہی بودن آنحضرت ہم اولے بالتصرف است پس این صفت مختصہ نبی است، ودر قرآن ہیچ کس را غیر از نبی اولے بالمومنین من انفسہم نگفتہ۔ پس این صفت مختصہ بنی شد۔ پس ہر کس این صفت مختصہ دارد او ہم نبی است۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ اس آیہ شریفہ کا ترجمہ یہ ہے پیغمبر مسلمانون پر خود انکی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بی بیان مسلمانون کی مائیں ہیں اور رشتہ دار کتاب خدا کے رو سے مسلمانون اور مہاجرون سے بڑھکر ایک کے حق دار ایک ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو (تو وہ اور بات ہے) یہ حکم کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔ پارہ ۲۱ سورہ احزاب۔ جاننا چاہیئے کہ اس آیہ شریفہ میں لفظ امہاتکم تک کا مضمون آنحضرت سے متعلق ہے اور باقی آیت میراث سے تعلق رکھتی ہے چونکہ آنحضرت کا منصب یہ تھا کہ بندگان خدا کو راہ راست پر لائیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرمائیں مانعین ہدایت وکفار کو دفع کریں حدود جاری فرمائیں پس اسکے لئے ضرور تھا کہ آنحضرت کو خدائے تعالی کیطرف سے اسکے بندوں پر حکومت حاصل ہوتا

بندگان خدا کے امور دنیا و دین کی اصلاح بطور اکمل ہو سکے اسلئے خدائے تعالی نے فرمایا
النبی اولی بالمومنین من انفسہم اور چونکہ آنحضرتؐ کی شریعت مکمل اور دین اسلام
کامل ہوچکا احکام سابقہ کی ترمیم اور تنسیخ عمل میں آچکی اور کسی حکم تازہ کے نزول اور شریعت جدیدہ
کے تقرر کی ضرورت نرہی لہذا آنحضرت پر نبوت و رسالت ختم ہوگئی - ہاں اس شریعت
کاملہ اور دین اسلام کی حفاظت اور اسکی ترویج کی ضرورت باقی ہے پس اولے بالتصرف ہونے کی
ضرورت بھی باقی ہے - یعنے ایک ایسا شخص ضرور ہے کہ سوائے نبوۃ و رسالت اور اسکے مختصات
کے اور تمام اوصاف کمال سے متصف ہو اور وہ بھی بحکم خدا اولے بالتصرف اور حاکم امت ہو
اسلئے خلاق عالم نے فرمایا انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین الآیۃ
جس سے ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ کے بعد حضرت امیرؑ اولے بالتصرف اور امام ہیں اور پھر
خدائے تعالی نے فرمایا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم پھر
آنحضرتؐ نے بحکم خدا بروز غدیر ارشاد کیا الست اولی بکم من انفسکم سب نے
عرض کی بلے ساتھ ہی آپؐ نے فرمایا فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ اس سے کالشمس
فی نصف النہار ظاہر و آشکار ہے کہ بے شک پیغمبر اور امام دونوں اولے بالتصرف ہیں مگر
اولے بالتصرف ہونیکو رسالت لازم نہیں اور جو اولے بالتصرف ہو ضرور نہیں کہ وہ رسول
نبی ہو پس ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ وے واما بالتبع بسبب مظہر صفات کمالیہ الہی بودن
آنحضرت ہم اولے بالتصرف است پس این صفت مختصہ نبی است پس یہ توجیہ اور یہ
تخصیص دونوں غلط ہیں کیونکہ انپر نہ کوئی دلیل عقلی دال ہے نہ دلیل نقلی - اب اس آیہ شریفہ
کی نسبت مفسرین کے اقوال بھی سننا ضرور ہے تفسیر صافی میں مرقوم ہے کہ وہ پیغمبر مسلمانوں پر تمام
جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں اس لئے کہ آپ تمام مسلمانوں کو وہی حکم دینگے اور انکے
اسی فعل سے راضی ہونگے جس میں ان کی بھلائی اور رستگاری ہو - بخلاف نفس کے - اسی لئے
خلاق عالم نے اولے بالمومنین من انفسہم میں کوئی قید نہیں لگائی اور مطلق ارشاد فرمایا

پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ آنحضرت کے ساتھ اپنے نفوس سے زیادہ محبت رکھیں اور آپ کا حکم ان پر ان کے نفوس کے حکم سے زیادہ نافذ ہو۔ مجمع البیان میں مروی ہے کہ جب آنحضرت نے غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا اور مسلمانوں کو خروج کا حکم دیا تو ان میں سے ایک قوم نے کہا کہ ہم والدین سے اجازت لے لیں تو چلیں اس وقت یہ آیہ شریفہ نازل ہوا انتہے ملخصاً اس بیان سے دو امر ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ چونکہ ہر مسلمان کو اغراض نفسانی کی وجہ سے مہالک میں واقع ہونے کا خوف ہے اور آنحضرت اسکی اصلاح فرمانے والے ہیں اسلئے ضرور ہے کہ آپ ہر مسلمان کے حاکم اور اسکے نفس سے اولے قرار دئے جائیں۔ دوسرے یہ کہ چونکہ ضرور ہے کہ آپ مخالفین سے جہاد اور مانعین ہدایت کا دفاع فرمائیں اس لئے واجب ہے کہ تمام مومنین کے مختار ٹھہرائے جائیں تا آپکا حکم نافذ ہو اور یہ دونوں امور پیغمبر کے لئے بھی ثابت ہیں اور امام کے لئے بھی ہیں ضرور ہے کہ پیغمبر بھی اولے بالتصرف ہو اور اسکے بعد امام بھی ایضاً تفسیر صافی میں مرقوم ہے عن الباقرؑ والصادقؑ انہما قرءا وازواجہ امہاتہم وھواب لھم یعنے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام یہ آیہ شریفہ اس طرح پڑھتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ پیغمبر کی بی بیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں اور پیغمبر ان کے باپ ایضاً اسی تفسیر میں ہے جس کا ماحصل ترجمہ یہ ہے کہ جب خدا نے آنحضرت کو تمام مسلمانوں کا باپ قرار دیا تو ان کا خرچ اور ان کے یتیموں کی تربیت آپ پر لازم کر دی پس اسوقت آنحضرت منبر پر تشریف لائے اور فرمایا ایہا الناس جو شخص مال چھوڑ کر مرے وہ مال اسکے ورثہ کا حق ہے اور جو شخص قرض اور عیال چھوڑے اسکی ادائی اور ان کی پرورش میرے ذمہ ہے پس خدائے تعالی نے آنحضرت پر مسلمانوں کے وہ امور واجب فرمائے جو باپ پر واجب ہوتے ہیں اور مسلمانوں پر آپکی اطاعت واجب کی جو بیٹے پر واجب ہوتی ہے اسیطرح آنحضرت کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کا مرتبہ ہے اور آپکے بعد اور ائمہ علیہ السلام کا۔ ایضاً اسی تفسیر میں مرقوم ہے جسکا محصل ترجمہ یہ ہے امام موسے کاظم علیہ السلام سے ایک شخص نے

پوچھا کہ آنحضرت کی کنیت ابوالقاسم کیون ہے فرمایا اسلئے کہ آپ کے ایک فرزند کا نام قاسم تھا راوی نے عرض کی کیا میں اس سے زیادہ کا لایق نہیں امام نے فرمایا ہان۔ کیا تو نہیں جانتا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میں اور علی دونوں اس امت کے باپ ہیں راوی نے عرض کی جانتا ہوں فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ آنحضرت اپنی تمام امت کے باپ ہیں۔ اور علی بھی اسی امت میں ہیں۔ راوی نے عرض کی یہ بھی جانتا ہوں امام نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ علی قاسم جنت و نار ہیں عرض کی جانتا ہوں فرمایا بس اس لئے آنحضرت کی کنیت ابوالقاسم ہوئی کیونکہ آپ قاسم جنت و نار کے باپ تھے راوی نے عرض کی یہان باپ کے کیا معنے ہین امام نے فرمایا کہ آنحضرت کی شفقت امت پر ایسی تھی جیسے باپ کی شفقت اولاد پر ہوتی ہے اور افضل امت امیرالمومنینؑ ہیں اور آنحضرت کے بعد امیرالمومنین کی شفقت امت پر ایسی تھی جیسے آنحضرت کی شفقت کیونکہ امیرالمومنینؑ آنحضرت کے وصی اور خلیفہ اور آنحضرت کے بعد امام ہیں۔ یہ حدیث شریف اس امر پر نص ہے کہ حضرت امیر آنحضرت کی امت میں داخل ہیں اور افضل امت ہیں پس آنحضرت آپکے بھی اولے بالتصرف اور حاکم ہیں اور آنحضرت کے بعد حضرت امیر تمام امت کے اولے بالتصرف اور حاکم ہیں یہ بیان النبی اولی اور ازواجہ امہاتکم تک کی نسبت تھا اسکے بعد جو خلاق عالم نے واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض ارشاد فرمایا وہ عام میراث کے متعلق ہے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر تفصیلاً ہوگا انشاء اللہ تعالی

قال چنانچہ در کتاب تاسع بحار باب نصوص الرسول صلعم از کتاب کفایہ از اسمعیل بن عبداللہ مرویست کہ گفت فرمود امام حسینؑ وقتی کہ نازل کرد خدای تبارک و تعالے این آیہ را واولوا الارحام بعضہم اولے ببعض فی کتاب اللہ سوال کردم از رسول خدا از تاویل ان پس فرمود قسم بخدا ارادہ نکردہ است خدا ازین غیر شمارا و شما اولوا الارحام ہستید پس وقتیکہ بمیرم پس پدر تو علی اولے است بمن و بمکان من پس وقتیکہ بگزرد پدر تو پس برادر تو حسن اولے است باو پس وقتیکہ بگزرد حسن پس تو اولے ہستی باو گفتم یا رسول اللہ پس بعد من کیست

ابوعلی بمن فرمود فرزند تو علی اولے است بتو بعداز تو پس وقتیکہ بگزرد او پسر او محمد اولے است
باو بعد او پس وقتیکہ بگزرد محمد پس پسر او جعفر اولے است باو بمکان او بعد از و پس وقتیکہ بگزرد
جعفر پس پسر او موسے اولے است باو بعد از و پس وقتیکہ بگزرد موسے پس پسر او علی اولے
است باو بعد از و پس وقتیکہ بگزرد علی پس پسرش محمد اولے است باو بعد از و پس وقتیکہ بگزرد
محمد پس پسر او علی اولی است باو بعد از و پس وقتیکہ بگزرد علی پس پسر او حسن اولے است باو
بعد از و پس وقتیکہ بگزرد حسن واقع می شود غیبت نہم از فرزندان تو پس این ائمہ تسعہ از صلب
تست عطا کردہ است ایشان را خدا علم و فہم من و طینت ایشان طینت من است چہ شدہ
است این قوم را کہ ایذا می دہند مرا در حق ایشان ـ نرساند خدا ایشان را شفاعت من و از ین
حدیث واضح شد کہ حضرت علی از رسول خدا بعدیت مکانی ندارند بجہت آنکہ آنحضرت تصریح
می فرمایند کہ وقتیکہ بمیرم پس پدر تو علی اولے است بمن و بمکان من پس ہر مکان و مرتبہ کہ من
دارم ہمان مکان و مرتبہ علی دارد۔

اقول واللہ الموفق والمعین ان مولوی صاحب نے جو کچھ یہاں لکھا ہے کئی وجوہ
سے غلط ہے **اول** یہ کہ ہرچند اصل مضمون اس حدیث کا یعنے ائمہ معصومین علیہم السلام
کی امامت کا بنص رسول منصوص ہونا متواتر اور یقینی ہے مگر خاص یہ حدیث باین الفاظ اور یہ جو
کی تاویل ہیں ضعیف السند ہے کیونکہ مجلد تاسع بحار کے باب (ص ۱۸۵) نصوص الرسول میں
اس سند سے منقول ہے محمد بن عبد اللہ بن المطلب الشیبانی عن محمد بن
ہارون الدینوری عن محمد بن العباس المصری عن عبد اللہ بن ابراہیم
غفاری عن حریز بن عبد اللہ الحذاء عن اسمعیل بن عبد اللہ قال قال الحسین
بن علی علیہ السلام الخ پس اسکے اخیر راوی کو علامہ حلی نے خلاصۃ الاقوال فی معرفت
الرجال کی قسم ضعفا میں درج کر کے فرمایا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن المطلب شیبانی جسکی کنیت
ابو الفضل ہے بہت روایتیں کرتا ہے۔ اور اسکا حفظ اچھا ہے مگر ہمارے علما کی ایک جماعت

نے اسکی تضعیف کی ہے اور ابن الغضائری کہتے ہیں کہ وہ بہت جھوٹی حدیثیں بنانے والا ہے اور اسکی روایتوں میں بکثرت منکرات موجود ہیں آخر میں علامہ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک اسکے متفردات ترک کے لائق ہیں اور اسکے پہلے کا راوی محمد بن ہارون ہے جسکی نسبت علامہ مجلسی نے کتاب رجال میں لکھا ہے۔ محمد بن ہارون۔ ض یعنے یہ ضعیف ہے اور علامہ حلی نے خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعفا میں اسکو درج کر کے لکھا ہے۔ محمد بن ہارون ضعیف اور وہ راوی جس نے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے یعنے اسمٰعیل بن عبد اللہ مجہول ہے اور کسی کتاب رجال میں اس کا ذکر نہیں اور اصطلاح حدیث میں (ضعیف) فاسق کو کہتے ہیں پس جس حدیث کے روایت میں ایک شخص فاسق اور وضاع اور دوسرا فاسق وکاذب اور تیسرا مجہول ہو وہ حدیث کیونکر لائق استناد ہو سکتی ہے **دوسرے** یہ کہ یہ حدیث آیہ موصوفہ کی تاویل میں متناً بھی غیر معتبر ہے کیونکہ خدائے تعالی نے جو فرمایا واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللہ من المؤمنین والمهاجرین الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفا۔ یعنے اور رشتہ دار کتاب خدا کے رو سے مسلمین اور مہاجرین سے بڑھکر ایک دوسرے کے حقدار ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو (تو وہ اور بات ہے) یہ آیہ شریفہ باتفاق علما عام لوگوں کی میراث کے بارے میں نازل ہوا ہے یعنے اگر کوئی شخص مرجائے تو اسکے اقربا ہی اس کے وارث ہونگے نہ اور لوگ مہاجرین اور مومنین سے۔ ہاں اگر شخص متوفے نے کسی اور کے لئے وصیت کی ہے تو حسب شرع وصیت کا امضا ہو گا چنانچہ تفسیر صافی میں تحت آیہ الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفا مذکور ہے یعنے به التوصیة یعنے اس سے مراد وصیۃ ہے پس اگر اس آیہ شریفہ میں تاویلا بعضهم اولی ببعض سے مراد ائمہ علیہم السلام ہوں تو یہ استثنا یعنے الا ان تفعلوا الایہ باطل ہو گا اور یہ محال ہے **تیسرے** یہ کہ علی التنزل وتسلیم صحت حدیث اس کے الفاظ ان مولوی صاحب کے دعوے پر ہرگز دلالت نہیں کرتے کیونکہ اولی کے معنی لغۃً سزاوار تر کے ہیں پس اگر لفظ اولی کیساتھ من انفسهم یا من انفسکم مستعمل ہو جیسے النبی

اولے بالمومنین من انفسہم تو اسکے معنے اولے بالتصرف کے ہونگے یعنے پیغمبر تمہاری نسبت تمہارے نفوس کے تصرف سے زیادہ سزاوار ہیں اور اسکے محصل معنے حاکم کے ہیں۔ اور اگر لفظ اولی بغیر من مستعمل ہو تو من ضرور مقدر ہوگا کیونکہ اولے افعل التفضیل ہے اور افعل التفضیل کا استعمال بغیر تین صور تونکے جائز نہیں۔ صورت اولے الف ولام کیساتھ جیسے زید الافضل صورت ثانیہ اضافت کیساتھ جیسے زید افضل القوم صورت ثالثہ من کیساتھ جیسے زید افضل من عمرو اور حدیث شریف میں اولی ہی وارد ہے پس ضرور ہے کہ وہاں من امتی یا من اہل بیتی مقدر ہو اور پھر اس صورت میں قرینہ دیکھا جائیگا کہ یہ اولویت کس چیز میں مراد ہے اور اس قرینہ کے موافق اس چیز میں اولویت مراد ہوگی۔ اور چونکہ حدیث شریف میں سیاق الفاظ اور نیز لفظ بمکانی اس امر پر قرینہ ہے کہ یہاں خلافت اور جانشینی میں اولویت مراد ہو لہذا اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ علیؑ میری خلافت اور جانشینی کیلئے میری امت سے زیادہ سزاوار ہیں اور خلافت وجانشینی کے لئے ہرگز یہ شرط نہیں کہ خلیفہ وجانشین پیغمبر بھی پیغمبر یا پیغمبر کا مساوی مطلق ہو حضرت نوح کے جانشین سام تھے اور حضرت ابراہیم کے جانشین حضرت اسمعیل۔ اور حضرت موسےٰ کے جانشین حضرت یوشع اور حضرت عیسیٰ کے جانشین شمعون۔ انبیاء کے جانشین انبیا وغیر انبیاء دونوں ہوتے ہیں مگر حضرت نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام پیغمبران اولو العزم تھے اور انکے اوصیاء بعض پیغمبر اور بعض غیر پیغمبر۔ اور جو اوصیاء پیغمبر ہیں باوجود پیغمبری وہ ان پیغمبران اولوالعزم سے قطعاً کم مرتبہ ہیں اور پیغمبران اولوالعزم اپنے اوصیاء سے یقیناً افضل۔ اور بعض مقام پر اولویت محبت یا قرابت میں مراد ہوتی ہے اور وہاں خلافت یا مساوات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جیسے حضرت علی اکبر نے رجز میں ارشاد فرمایا تھا ۵ انی علی بن الحسین بن علی ؛ نحن وبیت اللہ اولی بالنبی ؛ کما فی البحار یعنے میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ خانہ کعبہ کی قسم ہے کہ ہم لوگ آنحضرت کیساتھ بہت قریب کی قرابت رکھتے ہیں۔ کیا یہ مولوی صاحب اس بیت کے یہ معنے مراد لینگے

کہ حضرت علی اکبر بھی پیغمبر ہیں اور آنحضرت کے جانشین اور آپ کے مساوی ہیں معاذ اللہ
بہر حال اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ حدیث مذکور کو بھی ان مولوی صاحب کے دعوے
باطل سے کوئی نسبت نہیں ہے آپ کی دلیل ایسی ہے جیسے مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ۔

قال وانچہ در اکثر احادیث در ذکر فضائل حضرت علی مسطور است کہ بعد رسول اللہ علی
این مرتبہ را دارد این بعدیت زمانی است کہ بعد زمان رسول اللہ علی ہمان مرتبہ را دارد کہ
رسول اللہ داشت زیرا کہ خدائے جل شانہ بہ پیغمبر ما علم و قدرت و کمالات و صفات کریمہ
داد از سہ حال خالی نیست یا بحسب ضرورت داد یا زائد بضرورت یا کم از ضرورت پس اگر کم
از ضرورت داد فعل حکیم نیست و خدا حکیم است و اگر زاید بر ضرورت داد خدا ان صفت را در
پیغمبر عبث خلق فرمود و خدا از عبث بری است کہ فرمود افحسبتم انما خلقناکم عبثا
پس ضرور شد کہ بحسب ضرورت پیغمبر ما را بکمالات مذکورہ خلق فرمود پس بعد از پیغمبر حضرت
علی را ہم ہمان قدر صفات را سرفراز فرمود زیرا کہ بعد از زمان پیغمبر نہ خلق خدا کم شد نہ
ملک خدا کسے گرفت نہ عقل مردم کم کہ حضرت علی را از صفات مذکورہ در حضرت محمد کم کند
بلکہ این ثابت است کہ از زمان آدم تا زمان خاتم ہمیشہ کون در ترقی است ہر پیغمبر بعد از پیغمبر
دیگر خصوصا اولو العزم افضل باشد بحسب زمان و ازین تصور کمی صفات علوی نمی شود بلکہ
احتمال زیادتی صفات در حضرت علی کہ باطن حضرت محمد است شدہ و درمیان دو بزرگوار
دوئی نیست الا بحسب ظاہر و ان ظاہر را اعتباری نیست و اعتبار بر باطن است و ازین است
کہ خدا علی را نفس آنحضرت فرمود۔

اقول ناظرین بافہم ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب ایک امر باطل کے اثبات میں
کیسے کیسے لاطائل اقاویل سے متفوہ ہوئے ہیں ہر چند عقلا خود انکی غلطی سے واقف ہیں مگر
چونکہ کار بعوام ہے لہذا یہ پوری تحریر کئی بحثوں میں ہباء منثور کر دیجاتی ہے بحول اللہ تعالی
وقوتہ بحث اول یہ کہ ہر چند لفظ بعد حقیقتہ ظرف زمان ہے جسکا تفصیلی بیان

آئندہ ہوگا مگر بعض کلام عرب میں وہ بمعنے غیر بھی مستعمل ہے جیسا کہ حدیث متفق علیہ میں حضرت
امیر نے فرمایا انا الصدیق الاکبر لا یقولہ بعدی الا کذاب یعنے میں صدیق اکبر ہوں
یہ قول میرے سوا دوسرا نہیں کہسکتا مگر وہ شخص جو کذاب ہو پس یہاں بعدی کے معنے
غیری کے ہیں اسیطرح کبھی لفظ بعد مجازاً بمعنے کمی استعمال کیا جاتا ہے جیسے (رتبۃ الرسول
بعد اللہ) پس اکثر احادیث میں جو حضرت امیر کی فضیلتوں کی نسبت وارد ہے کہ آپ
آنحضرت کے بعد یہ رتبہ رکھتے ہیں اگر وہاں لفظ بعد کے معنے حقیقی متعذر ہوں تو قرینہ
دیکھا جائیگا اور قرینہ کے موافق معنے مراد ہونگے لاکن ہر صورت میں یہ امر یقینی ہے کہ
آنحضرت کا اس صفت سے متصف ہونا مطلق ہے اور حضرت امیر کا متصف ہونا مقید
جیسے احادیث متواترہ میں وارد ہے کہ آنحضرت کے بعد حضرت امیر سب سے افضل ہیں
اور معلوم ہے کہ آنحضرت کا افضل مخلوقات ہونا مطلق ہے اسمیں کسی مخلوق کا استثناء
نہیں ان مخلوقات میں حضرت امیر بھی داخل ہیں جس سے ثابت ہے کہ آنحضرت یقیناً حضرت
امیر سے بھی افضل ہیں اور آنحضرت کے بعد جسقدر مخلوق قیامت تک موجود ہو اس سے
حضرت امیر افضل ہیں مگر اس سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ حضرت امیر پیغمبر بھی ہیں
آنحضرت نے کبھی یہ تو نہیں فرمایا کہ میرے بعد علی پیغمبر ہیں پھر یہاں نبوت کیونکر کو ڈپٹر سے

دوسری بحث یہ کہ یہ امر مسلم ہے کہ آنحضرت کو صفات و کمالات بحسب ضرورت
عطا کئے گئے ہیں منجملہ انکے ایک صفت ختم نبوت بھی ہے چونکہ اس زمانہ میں ایک ایسے پیغمبر
کی ضرورت تھی جو بحکم خدا شرائع سابقہ کی تنسیخ و ترمیم کرے ایسے احکام بندوں کو پہونچاوے
جو ہر طرح مکمل ہوں اور قیامت تک انکے تنسیخ و ترمیم کی ضرورت نہو چونکہ اسکی مستحق فقط
آنحضرت کی ذات والا صفات بھی اسلئے وہ نبوت و رسالت آنحضرت کو عطا ہوئی اور
جو احکام آپ پر نازل ہوے وہ ایسے مکمل تھے کہ پھر کسی حال اور کسی زمانہ میں انکی تنسیخ و ترمیم نہیں
ہوسکتی لہذا آنحضرت پر نبوت و رسالت ختم ہوی۔ پس آپکے بعد تا قیامت کسی نبی کا ہونا

محال ہو۔اں ان احکام کی حفاظت اور ترویج کی ضرورت آنحضرت کے بعد بھی ہے پس اس کے لئے آنحضرت کے نائب یعنے امام مقرر ہوے اور انکے لئے جن اوصاف کی ضرورت تھی مثل علم و عصمت وغیرہ انکو دئے گئے پس آنحضرت کے بعد نہ خلق خدا کم ہوی نہ ملک خدا کو کسی نے لیا اور نہ لے سکتا ہے نہ آدمیوں کی عقل کم ہوی مگر بسبب تکمیل شریعت غراو تنزیل احکام تکملہ آنحضرت پر نبوۃ ختم کردی گئی لہذا یہ صفت کاملہ اور اسکے اختصاصات امام کو نسلے اور نہ مل سکتے ہیں پھر اسپر تعرض کسی دیوانہ کا کام ہے یا عاقل کا **تیسری بحث** یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ "ہر پیغمبر کے بعد دوسرا پیغمبر خصوصاً اولوالعزم افضل ہوتا ہے" اسقدر غلط ہے جسے ایک طفل ابجد خوان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کیا حضرت ابراہیم سے حضرت اسمٰعیل افضل ہیں یا حضرت موسے سے حضرت یوشع افضل ہیں ہرگز نہیں اور ظاہر ہے کہ پیغمبر لاحق کو پیغمبر سابق سے افضل ہونا ضرور نہیں اور معلوم ہے کہ آنحضرت تمام مخلوقات سے افضل ہیں خواہ وہ حضرت سے پہلے ہوں یا بعد۔ اور آنحضرت کے بعد حضرت ابراہیم تمام انبیا سے افضل ہیں حالانکہ آپکے بعد حضرت موسے و حضرت عیسٰی انبیا اولوالعزم ہوے مگر حضرت ابراہیم سب سے افضل ہیں جنابچہ علامہ مجلسی نے حق الیقین مطبوعہ جعفری کے صفہ ۱۲ میں لکھا ہے۔ و افضل از ہمہ حضرت رسالت پناہ صلعم است و بعد از حضرت ابراہیم از سائر انبیاء افضل است **چوتھی بحث** یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ "بلکہ احتمال زیادتی صفات در حضرت علوی کہ باطن محمد است شدہ" کئی وجوہ سے لغو اور باطل ہے اول یہ کہ جب حضرت علی باطن حضرت محمد ہوے تو حضرت محمد ظاہر علی۔ اور یہ عقلا محال ہے کہ ظاہر اکوئی شخص ہو اور باطنا کوئی اور۔ جیسے باعتقاد نصاریٰ ظاہرا عیسے اور باطنا خدا دوسرے یہ کہ بدیہی ہے کہ آنحضرت علیحدہ مجسم تھے اور حضرت امیر علیحدہ مجسم اور یہ محال ہے کہ ایک شخص کا ظاہر و باطن علیحدہ علیحدہ مجسم ہو تیسرے یہ کہ جب آنحضرت کا باطن آنحضرت سے علیحدہ ہے اور آپ محض جسم ظاہری رکھتے ہیں تو آنحضرت حضرت محمد ہی نہیں ہیں کیونکہ بغیر باطن ظاہر کوئی چیز نہیں اسیطرح حضرت علی حضرت

علیؓ ہی نہیں کیونکہ بغیر ظاہر کے باطن محسوس بتشخص نہیں ہو سکتا چوتھے یہ کہ جب حضرت
امیر باطن آنحضرت ہوے تو ظاہرا جو کچھہ ہیں آنحضرت ہیں حضرت امیر معاذ اللہ کوئی چیز نہیں
کیونکہ ہر باطن اپنے ظاہر سے علیحدہ نہین ہوتا اور باطناً جو کچھہ ہیں حضرت امیر ہیں آنحضرت
معاذ اللہ کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ ہر ظاہر اپنے باطن سے علیحدہ نہین ہوتا اور یہ عین سفسطہ ہے
پانچویں یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا ہے کہ ''ظاہر کا کچھ اعتبار نہین'' اس سے مستنبط
ہوتا ہے کہ آنحضرت کا کچھ اعتبار نہیں جو کچھ ہیں حضرت امیر ہیں اور یہ عین کفر ہے پانچویں
بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ ''درمیان دو بزرگوار دوتای نیست الا بحسب
ظاہر و آن ظاہر را اعتبار نیست و اعتبار بر باطن است'' پس کئی وجوہ سے باطل ہے۔ اوّل
یہ کہ عقلاً ممتنع ہے کہ دو نفوس حقیقتہً ایک ہون یا ایک نفس دو نہ ظاہراً یہ امر ممکن ہے
نہ باطناً ''وہ دو بزرگواروں میں دوتای نہیں'' یہ ایک ایسا مہمل فقرہ ہے جس سے بڑھ کر
مہمل نہیں ہو سکتا اگر دو بزرگوار ہیں تو حقیقتہً دوتائی ضرور ہے اگر دوتائی نہیں تو حقیقتہً
دو بزرگوار نہیں۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں اور فلاں دونوں ایک ہیں یا فلاں دو شخصوں
میں جدائی نہیں یہ قطعاً مجاز ہے اور ایسے مجازات بکثرت شایع ہیں پس اسکو حقیقتہ پر حمل کرنا
فاتر العقل کا فعل ہے نہ عاقل کا۔ دوسرے یہ کہ یہ کلام اس کلام سے معارض ہے جو ابھی
چند سطر پہلے اسکا ذکر ہوا یعنے ''حضرت علی باطن حضرت محمد ہیں'' اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت
ظاہر ہیں اور حضرت امیر باطن اور پھر کہتے ہیں کہ حضرت محمد و علی میں دوتائی نہیں الا بحسب ظاہر
اس سے ثابت ہے کہ ظاہرا دو ہیں باطناً ایک اور پہلے کلام سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کوئی چیز
نہیں جو کچھ ہیں علی ہیں معاذ اللہ **چھٹی بحث** یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا ''وہ دا زین
است کہ خدا علی را نفس آنحضرت فرمود۔ پس یہ دو حال سے خالی نہیں یا نفس سے مراد حقیقی ہے
یا مجازی۔ اگر حقیقی ہے تو دو نفوس میں اتحاد حقیقی محال ہے جسکی تصریح خود ان مولوی صاحب نے
کی ہے کما مر اور اگر مجازی ہے تو اس سے مراد بدلیل عرف شائع کثرت محبت ہے

یا تشبیہ مراد ہے جس سے بدلیل اجماع بنوت خارج ہے اور اسکو مانحن فیہ سے کوئی تعلق
نہیں۔ کیونکہ دعوے تو یہ ہے کہ حضرت امیر باطن آنحضرت ہیں اور دلیل یہ کہ حضرت امیر نظیر
آنحضرت ہیں۔ حالانکہ باطن اور شے ہے اور مثل اور شے۔ ایضاً جب جب ادعائے مولوی صاحب
موصوف حضرت امیر حقیقۃً نفس آنحضرت ہیں اس صورت میں یہ بات لازم آئیگی کہ آنحضرت
کے جسم کے ساتھ نفس نہ تھا اور حضرت امیر کے نفس کیساتھ جسم نہ تھا یعنے جسطرح ہر شخص
جسم و نفس رکھتا ہے اسطرح آنحضرت اور حضرت امیر کی خلقت نہ تھی۔ بلکہ ایک شخص کے
نفس کو خدا نے اس سے علیحدہ کر کے مجسم کیا اور اسکا نام علیؑ رکھا اور اس شخص کے جسم کا
نام محمد۔ پس یہ قول قابل مضحکہ بکلان ولایق خندہ طفلان ہے۔

قال ودر ہمین کتاب و ہمین باب و صـ ۱۵۵ از امام حسین علیہ السلام روایت کردہ کہ فرمود
رسول خدا علی را کہ من اولے بالمومنین از نفس شان ہستم باز تو یا علی اولے بالمومنین من انفسہم
ہستی ہمین طور فرمودہ تا آخر ائمہ۔

اقول نہایت صحیح و مسلم مگر اس سے کسی طرح ان مولوی صاحب کا دعوے ثابت نہین
ہو سکتا۔

قال در ہمین کتاب و ہمین باب صفحہ (۱۲۸) از کتاب اکمال الدین و کتاب خصال و کتاب
عیون اخبار رضا از سلیم بن قیس ہلالی روایت کردہ کہ گفت شنیدم از عبد اللہ بن جعفر
طیار کہ گفت ما بودیم نزد معاویہ و حسنؑ و حسینؑ و عبد اللہ بن عباس و عمر بن ابی سلمہ و اسامہ
بن زید کہ ذکر می کرد حدیثی را کہ گزشت درمیان او و درمیان او داد گفت معاویہ بن ابی سفیان
را کہ شنیدم از رسول خدا کہ می فرماید کہ بتحقیق کہ من اولے بالمومنین من انفسہم ہستم باز برادر
من علی ابن ابی طالب اولے بالمومنین من انفسہم ہست پس وقتیکہ او شہید بشود فرزند من حسنؑ
الخ این احادیث و مثل این دلالت می کند کہ ہمچنان کہ حضرت محمد اولے بالمومنین من انفسہم
در زمان خویش بود ہمین طور ہر امامی در زمان خودش اولے بالمومنین من انفسہم ہست و مثل

ثابت شد کہ اولے بالمومنین من انفسہم بمعنے اولے بالتصرف است و این ہم ثابت شد کہ حقیقۃً و بالذات ہیچکس اولے بالتصرف غیر از خدائے قادر مطلق نیست و بالتبع رسول او اولے بالتصرف ہست کہ مظہر صفات کمالیہ الہیہ است و بعد از رسول کہ محمد باشد علی اولے بالتصرف است و مظہر صفات کمالیہ الہیہ و ہمین شخص را رسول گویند پس حضرت علی نیز رسول آمد

اقول حدیث مذکور بہت درست اور مسلم۔ مگر اسکا ایک حرف بھی ان مولوی صاحب کے دعوے کا موئید نہیں نہ رسول کی تعریف میں مظہر صفات الہیہ او را اولے بالتصرف ہونا داخل ہے اور نہ مظہر صفات الہیہ اور اولے بالتصرف ہونیکو نبوۃ و رسالت لازم ہے پھر ساری تقریر لچر ہے۔

قال وہمین مطلب را حضرت محمد در خم غدیر ظاہر فرمودہ و تقریب استدلالش این بود کہ اول فرمود الست اولی بالمومنین من انفسہم یعنے آیا نیستم من کہ نبی ہستم اولی بالمومنین از نفس ہائے ایشان وقتے کہ ہمہ اقرار کردند تو اولے بالمومنین ہستی یعنے اولے بالتصرف ہستی بجہت اینکہ تو نبی ہستی کہ خدا از برائے تو فرمود النبی اولی بالمومنین من انفسہم پس حضرت فرمود من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ پس کسیکہ من مولائے او ہستم پس این علی ہم مولائے او ہست و علت مولائیت حضرت محمد نبی بودن است و معلولیت او اولے بالتصرف شدن است و وجود معلول بے وجود علت امکان ندارد و مسئلۂ عقلیۂ محضۃ لاریب فیہ پس ہر کجا کہ وجود معلول را ذکر کنند بے وجود علت صورت امکان نمی پذیرد پس وقتیکہ گفتند علی اولے بالتصرف است کہ معلول نبوۃ بود ثابت شد کہ علی صاحب نبوت است تا وقتیکہ در حضرت علی نبوت نباشد اولے بالتصرف دانستن او عقلا جائز نیست و اگر کسی قائل اولے بالتصرف بودن حضرت علی باشد و بہ نبوتش قائل نباشد سفسطہ است لا یعبا بہ و این دلیلے است عقلی و ہیچ عاقلی از دلیل عقلی سر نمی پیچد الا بہ تعصب ذاتی یا چیزے دیگر کہ بیان کردنش و واضح نمودنش خوب نیست کہ خبر از طینت ذاتیہ می دہد والعلم عند اللہ

اقول واللہ الموفق والمعین۔ اس مقام پر ان مولوی نے بیان حدیث غدیر میں تحریف معنوی کرکے اپنی دانست میں جو دلیل عقلی کہ فی الحقیقت مغالطہ ہے بیان کی ہے وہ اسکے منکر کو کنایۃً گالی دی ہے عین وقاحت پر دال ہے اور اسکے اغلاط لفظیہ و معنویہ کی تردید بعون اللہ تعالی چند مباحث میں کیجاتی ہے۔

اول یہ کہ اس کلام میں لفظ خم غدیر غلط ہے کیونکہ جس مقام پر آنحضرت نے یہ حدیث بیان کی وہاں ایک غدیر یعنے چھوٹا سا تالاب تھا جسکا نام خم تھا پس غدیر خم کہنا چاہیے نہ خم غدیر اور بعض شعرا نے جو خم غدیر نظم کیا ہے وہاں خم کے معنے اور ہیں **دوسرے** یہ کہ آپ نے جو کہا مسئلۃٌ عقلیۃٌ محضۃٌ لا ریبٌ فیہ اس میں فیہ غلط ہے فیہا کہنا لازم ہے کیونکہ مسئلہ مونث ہے اسکی طرف ضمیر مذکر کا ارجاع ناجائز ہے حیرت کا مقام ہے کہ جن صاحب کو صرف و نحو میں بھی مہارت نہیں وہ کیونکر عالم بنا دیے گئے **تیسرے** یہ کہ حدیث غدیر کے ترجمہ میں تحریف کی اور من کہ نبی ہستم اپنی طرف سے بڑھا دیا اسیطرح مسلمانونکے جواب میں بھی ایک لمبی چوڑی عبارت زیادہ کی **چوتھے** ان مولوی صاحب نے جو آنحضرت کی مولائیت کو معلول اور آپکی نبوت کو علت قرار دیا ہے پس اولاً غلط محض اور نافہمی پر دال ہے کیونکہ معلوم ہے کہ جملہ علتیں چار ہیں علت فاعلی علت غائی علت مادی علت صوری جیسے انسان کی علت فاعلی خلاق عالم ہے اور علت غائی عبادت خدا۔ علت مادی وہ چیز جس سے انسان بنا ہے اور علت صوری انسان۔ پس ما نحن فیہ میں اولے بالتصرف ہونیکی علت تامہ حقیقیہ فاعلیہ ہرگز نبوت نہیں ہے بلکہ نبوت بھی ایک صفت ہے اور مولائیۃ بھی ایک صفت ہے جو دونوں صفتیں خلاق عالم نے آنحضرت کی ذات مقدس میں جمع فرمائیں۔ پس حقیقت میں اولی بالتصرف ہونیکی علت تامہ فاعلیہ خلاق عالم ہے لا غیر اسی نے جسکو چاہا مومنین کا مولے قرار دیا پس آنحضرت بھی بحکم خدا مومنین کے مولے ہیں اور حضرت امیر بھی۔ اور اس مولائیت کی علت غائی ہدایت خلق ہے اس سے ظاہر ہوا کہ ان مولوی صاحب کی دلیل عقلی مظہر کم فہمی

و بے عقلی ہے ثانیاً علے التنزل ہمنے مانا کہ آنحضرت کی نبوت ملزوم یا علت ناقصہ ہے اور آپکی
مولائیت لازم یا معلول صورت اولے میں طرفین سے ملازمت نہیں ہے یعنے نبوت کو مولائیت
لازم ہے مگر مولائیت کو نبوت لازم نہیں اور صورت ثانیہ میں آنحضرت کی نبوت خاص آنحضرت
کی مولائیت کی علت ناقصہ ہے نہ مولائیت مطلقہ کی۔ پس مقید سے مطلق پر اور جزئیہ سے کل پر
استدلال ہرگز صحیح نہیں جیسے نبوت کو عصمت لازم ہے مگر عصمت کو نبوت لازم نہیں اور
جیسے زید کے گورے ہونیکی علت سکونت یورپ ہے۔ مگر یہ ضرور نہیں ہے جتنے گورے ہوں سب
یورپ کے رہنے والے ہوں۔ بلکہ ایرانی بھی گورے ہوتے ہیں۔ بہر حال ظاہر ہے کہ آنحضرت
کی مولائیت کی علت ناقصہ جس طرح آپکی نبوت ہے۔ اسیطرح حضرت امیر کی مولائیۃ کی علت
ناقصہ آپکی امامت ہے اور مولائیۃ مطلقہ کی علت نہ فقط نبوت ہے نہ فقط امامت ہیں یا ان
مولوی صاحب کا ایک مسئلہ باطلہ کی نسبت مسئلۂ عقلیۃ محضۃ لاریب فیہ کہنا اسقدر
غلط ہے جس سے زیادہ غلط ممکن نہیں **پانچویں** یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ در ہیچ
ہر کجا کہ وجود معلول راذکر کنند بے وجود علت بصورت امکان ندارد مگر پس یہ کلیہ علت تامہ
حقیقیہ کی نسبت ہے نہ علت ناقصہ کی نسبت جیسے فلاں عمارت معلول ہے اور معمار علت ناقصہ
حالانکہ ہزاروں عمارتیں ایسی ہیں جو اسوقت موجود ہیں اور انکے معمار فانی ہوگئے۔ ایضاً بمضمون
آخر زید کے سر میں درد ہے اور اسکی وجہ حرارۃ غیر طبعی ہے اور عمر کے سر میں بھی درد ہے مگر اسکی
وجہ حرارت نہیں بلکہ برودت ہے پس امثلہ بالا میں معمار اور حرارۃ و برودۃ عمارت و درد سر کے
لئے علت ناقصہ ہیں پس علل ناقصہ کا وجود۔ وجود معلول کے ساتھ ضرور نہیں ہے۔ **ایضاً**
بے وجود علت وجود معلول کا امتناع معلول مطلق کی علت مطلقہ کی نسبت ہے نہ مقید کی نسبت
ہم افادہ مومنین کے لئے پھر یہاں کسی قدر تفصیل سے بحث کرتے ہیں مخفی نہ ہے کہ ان مولوی
صاحب کا خلاصہ بیان اس مقام پر یہ ہے کہ آنحضرت کی مولائیت معلول اور آپکی نبوۃ علت
ہے یہ قضیہ صغریٰ ہے اور کبریٰ یہ کہ جہاں معلول پایا جائیگا وہاں علت پائی جائیگی نتیجہ

یہ کہ جہاں مولائیت پائی جائیگی وہاں نبوت پائی جائیگی یہ شکل اول ہے اشکال اربعہ منطقیہ سے حالانکہ اس پر کئی غلطیاں موجود ہیں۔ اول یہ کہ صغرے غیر مسلم بلکہ غلط محض ہے۔ پس آپ کو چاہئے کہ اولاً اسکو دلیل قطعی سے ثابت کریں حالانکہ ظاہر ہے کہ مولائیت اور نبوت دونوں صفتیں خلاق عالم نے آنحضرت کی ذات اقدس میں جمع فرمائی ہیں۔ دوسرے یہ کہ علی التنزل مانا کہ آنحضرت کی نبوت آپکی مولائیت کی علت ناقصہ ہے مگر کبرے لانسلم کیونکہ ممکن ہے کہ معلول موجود ہو اور علت ناقصہ معدوم جیسے عمارت موجود ہے اور معمار فانی تیسرے یہ کہ ظاہر ہے کہ صغرے مقیدہ ہے یعنی آنحضرت کی مولائیت معلول ہے اور آپکی نبوۃ علت ناقصہ مقیدہ نہ مطلقہ پس اس صورت میں اگر کبرے مسلم بھی ہو تو نتیجہ مقیدہ ہوگا نہ مطلقہ یعنی جہاں آنحضرت کی مولائیت پائی جائیگی وہاں آپکی نبوت پائی جائیگی اور یہ مانحن فیہ سے خارج ہے پس نہایت تعجب ہے کہ ایک غلط مضمون کو دلیل عقلی قرار دیکر اسکے منکر کی نسبت کہنا کردو ہیچ عاقلی از دلیل عقلی سر نمی پیچد الا بہ تعصب ذاتی یا چیزی دیگر کہ واضع نمودنش خوب نیست کہ خبر از طینۃ ذاتیہ می دہد کس قدر شرارت اور علماء اسلام کی نسبتہ سوء ادب اور اہانت ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

قال آیہ چہارم قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی۔ خدائے معبود دین آیہ محمود محبت قربی را بعوض اجرۃ تبلیغ رسالت برامت مرحومہ آنحضرت فرض و واجب قرار نمود۔ واحدے از اہل اسلام را دران شکی و ریبی نیست وازین آیہ قریب سی عقاید حقہ اثنا عشریہ ظاہر می شود کہ ہر یکے در اثبات مدعی دلیلی است قاطع و ہیچکس را مجال انکار دران نیست زیرا کہ این مطالب مستنبط از آیات قرآنی است بدلیل ان القران یفسر بعضہ بعضا۔

اقول صاحبان فہم پر بخوبی ظاہر ہے کہ جسطرح تینوں آیات مذکورہ سابقہ کو کوئی تعلق ان مولوی صاحب کے دعوے باطل سے نہیں اسیطرح آیہ مودۃ القربی کو بھی نہیں ہے اور

اور وہ جو کہا کہ "اس آیت سے قریب تیس عقاید حقہ کے ظاہر ہوتے ہیں جو ہر ایک اثبات مدعی میں دلیل قاطع ہے" پس اگر یہاں مدعی سے مراد نبوت ائمہ علیہم السلام ہے تو غلط محض ہے اور اگر اس سے مراد عصمت ائمہ اور انکی اطاعت ہے تو صحیح ہے۔

قال وازان چند مطلب را اینجا ذکر می کنم تا ہر کس بقدر قوت خویش یا کم یا بیشتر بمیزان عقلش سنجد۔ وقبل از دخول درین تمہید مقدمہ ضروری است و آن اینکہ حکم کنندہ بسوال خدا است وسوال کنندہ پیغمبر و مسؤل امت و مسؤل عنہ مودت لقربے ازین ثابت شد کہ مخاطب غیر قربی است پس مخاطبین قربی نیستند زیرا کہ محبت قربی را خدا فرض فرمودہ ہر کہ محبت او فرض باشد معصوم باشد و محبت غیر معصوم را خدا احرام فرمودہ چنانچہ می فرماید لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار و معلوم است کہ ظالم بر سہ قسم است یکے ظلم بر خدا کہ می فرماید ان الشرک لظلم عظیم و دیگر ظلم بر بندگان خدا و سوم ظلم بر نفس خود و ہر کس کہ بہ یکے ازین سہ تا ظلم متلبس شود از اول عمر تا آخر آن در وقتی از اوقات ان ظالم باشد معصوم نیست ہر چند این تلبس بسبب ظلم بہ نحو سہو ہم باشد صدق ظالم بر متلبس می شود پس از محبت ظالم بجمیع اقسام ظلمش خدا نہی فرمودہ است و محبت قربے را فرض نمود و انچہ نہی از محبت ظالم و اثم و امثال ایشان وارد شدہ است از حیث ظلم و غیرہ است و باعتبار اعتقاد و ایمان ایشان امر محبت ایشان است پس اگر مومن بودہ باشد۔ پس بقدر ظلم و گناہ ایشان را دشمن بدارند بدشمنی جزبی و ایشان را دوست بدارند بسبب ایمان بدوستی کلی۔ ازین ثابت شد کہ قربی ظالم نیست بہر سہ قسم ظلم زیرا کہ محبت قربے واجب است پس ثابت شد کہ قربی معصوم است و امت غیر معصوم و ہیچکس از افراد امت داخل در قربی نیست زیرا کہ امت معصوم نیست و این است فرق درمیان امت و قربی پس ہیچ کس از افراد امت را مجال نیست کہ ادعاے دخول را در قربے کند چہ جائے اثبات دخول در قربی۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ اس عبارت میں چند امور محل نظر ہیں جو بہ تفصیل یسیر

معرض تحریر میں آتے ہیں اول یہ کہ محبت غیر معصوم کا حرام ہونا بطور عموم صحیح نہیں ہے کیونکہ دو
حال سے خالی نہیں یا تو اس آیہ شریفہ میں قربیٰ سے مراد آنحضرت کے عام قرابت دار ہیں جو
لاکھوں سے بھی زیادہ ہیں یا خاص اہل بیت طاہرین صورت اولیٰ غلط ہے کیونکہ آنحضرت
کے کل قرابت دار معصوم نہیں ہیں بلکہ بعض کافر ہیں جیسے ابولہب وغیرہ۔ اور صورت ثانیہ
میں کیا بغیر عترت اطہار علیہم السلام آنحضرت کے جملہ اقرباء سے محبت حرام ہے ہرگز نہیں
عجب نہیں کہ یہ مولوی صاحب اپنی اعتقاد کی بنا پر حضرت حمزہ حضرت جعفر طیار حضرت
عباس حضرت علی اکبر حضرت قاسم علیہم السلام سے اور دوسرے بزرگان دین سے عداوت
رکھتے ہوں گے اگرچہ بدشمنی جبلی ہو العیاذ باللہ۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ نے مومنین سے محبت
رکھنے کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون
المومنین یعنے مومنوں کو منع ہے کہ بغیر مومنین کے کافروں سے محبت کریں یہاں
مومنین سے عام مومنین مراد ہیں نہ خاص معصومین۔ اور ایضاً فرمایا ہے والمومنون والمومنات
بعضھم اولیاء بعض یعنے مومنین و مومنات آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں
ایضاً ملائکہ کی زبانی ارشاد فرمایا ہے نحن اولیائکم فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرۃ یعنے
دنیا و آخرت میں ہم تمہارے دوست ہیں ایضاً علامہ مجلسی نے حق الیقین کے ص ۳۴۷ مطبوعہ
جعفری میں بسند معتبر امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا و واجب است محبت
آنہا کہ بر طریقہ پیغمبر رفتہ اند و تغیر و تبدیل دین خدا نکردہ اند مثل سلمان فارسی و ابوذر غفاری و مقداد
بن اسود و عمار بن یاسر و حذیفہ بن الیمان و ابو الہیثم بن التیہان و سہل بن حنیف و عبادہ بن الصامت
و ابو ایوب انصاری و خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین و ابو سعید خدری و امثال اینہا رضی اللہ عنہم
و ولایت اتباع ایشان و پیروان ایشان و آنہا کہ بہ ہدایت ایشان ہدایت یافتہ اند و بر طریقہ ایشان
رفتہ اند تمت دوسرے یہ کہ چونکہ نبوۃ و امامت کے لئے بدلیل عقلی عصمت شرط ہے لہذا آیہ لا
ینال عہدی الظالمین میں ظالمین سے مراد غیر معصوم ہیں نہ مطلقاً۔ اور محبت کیلئے ایمان

شرط ہے نہ عصمت۔ پس یہ شرط کہ ابتدائے عمر سے آخر عمر تک کسی سے عمداً و سہواً کوئی گناہ صادر نہ ہو معصوم کیلئے ضرور ہے نہ مومن متقی و عادل کیلئے۔ کیونکہ بلوغ سے پہلے کسی مومن کیلئے گناہ فی الحقیقت گناہ نہیں اور نہ سہو سے ارتکاب گناہ باعث عذاب ہوتا ہے اگر سہو سے گناہ باعث عذاب و دشمنی ہو تو خدائے تعالیٰ کا ظلم لازم آئیگا اور وہ محال ہے۔ چنانچہ حق الیقین مطبوعہ جعفری کے صفحہ ۳۳۲ میں مرقوم ہے ابن بابویہ و دیگران بسندہائے صحیح روایت کردہ اند از آنحضرت کہ رسول خدا صلعم فرمود کہ برداشتہ اند از امت من نہ چیز را خطا را و فراموشی را الخ تیسرے یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا پس اگر مومن باشند بقدر ظلم و گناہ ایشان۔ ایشان را دشمن بدارند بدشمنی جزئی و ایشان را دوست بدارند بسبب ایمان بدوستی کلی۔ پس یہ کلام کلام سابق سے یعنے محبت غیر معصوم را خدا حرام فرمودہ معارض ہے۔ ایضاً بہت سے مومنین کاملین ایسے ہیں جن سے عمداً کوئی گناہ صادر نہیں ہوا یا ہم پر ثابت نہیں اور وہ غیر معصوم ہیں کیونکہ آنحضرت کے زمانہ میں معصوم تو چودہ ہی بزرگوار ہیں۔ پس بربنائے قول ثانی مولوی صاحب موصوف انکی محبت واجب ہوگی اور بربنائے قول اول انکی محبت حرام۔ اور یہ عین تعارض ہے۔ المختصر خلاصہ کلام اس مقام پر یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک بالاصالتہ دوسرے بالتبع پس حضرات معصومین یعنے آنحضرت اور عترۃ طاہرین علیہم السلام کی محبت بالاصالت فرض ہے اور انکے دوستون اور تابعین کی محبت بالتبع چوتھے یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا و دیگر پس از افراد امتہ داخل در قربیٰ نیست الخ پس عین تدلیس ہے کیونکہ امتہ عام ہے جس میں ذوی القربیٰ بھی داخل ہیں۔ امت کے معنے لغتہً گردہ کے ہیں اور اصطلاح میں کسی پیغمبر کے تابعین کو امت کہتے ہیں پس آئمہ علیہم السلام کو آنحضرت کے تابعین سے خارج کرنا مغالطہ ہے آیہ و من اتبعک من المومنین خاص امیر المومنین ع کی شان میں نازل ہوا ہے اسکے علاوہ ہم نے سابق میں براہین قطعیہ سے ثابت کردیا ہے کہ حضرت امیر آنحضرت کی امتہ اور تبعین سے ہیں اگرچہ افضل الامت ہیں بھر حال امت و ذوی القربیٰ میں عام خاص مطلق کی نسبتہ ہے۔

قال وعلاوه براین در قرآن مجید چند جماعت را ذکر فرموده است که دشمن می دارد و معلوم است که کسانی را که دشمن می دارد امر بمحبت ایشان بخلق نخواهد فرمود زیراکه امر کردن خدا بمحبت کسی دلیل است براینکه خدا آن را دوست می دارد و همین که خدا کسی را دوست ندارد معنی اش این است که او را دشمن دارد زیراکه محبت و عداوت فرع معرفت است اگر کسی دانست که فلان کس خوب است دوستش می دارد و اگر دانست که بد است دشمنش می دارد و اگر ندانست که خوب است یا بد است نه دوست می دارد نه دشمن می دارد و ثابت است که خدا سعید و شقی هر دو را می داند پس سعید را دوست می دارد و شقی را دشمن می دارد و از برای خدا شق ثالثی که خدا نداند که خوب است یا بد است نیست پس هرگاه خدا کسی را دوست ندارد ثابت است که دشمن می دارد و از برای کسانیکه خدا گفته است که دوستش نمی دارم مثل ظالم و خائن و آثم و کاذب و غیر ذلک قربی از این جماعت نیستند و کسانیکه از این جماعت نیستند معصوم اند پس محبت معصومین واجب است چنانچه خدای معبود در قرآن مجید می فرماید ان الله لا یحب الخائنین و می فرماید والله لا یحب الظالمین و می فرماید ان الله لا یحب الفرحین. و می فرماید ان الله لا یحب الکافرین و می فرماید ان الله لا یحب المسرفین و می فرماید ان الله لا یحب المعتدین و می فرماید ان الله لا یحب المفسدین و می فرماید ان الله لا یحب کل خوان کفور و می فرماید والله لا یحب کل کفار اثیم و می فرماید ان الله لا یحب کل مختال فخور۔

اقول یہ کلام چند وجوہ سے محل کلام ہے اول یہ کہ اس امر پر اتفاق شیعہ ہے کہ آنحضرت کے تابعین میں فقط ائمہ اثنا عشر اور جناب سیدہ علیہم السلام معصوم ہیں انکے سوائے دوسرا کوئی معصوم نہیں پس ان مولوی صاحب کے بیان بالا سے صاف طور پر یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کے بعد دنیا میں دو ہی قسم کے لوگ ہیں۔ ایک معصوم کہ وہ جناب سیدہ اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ہیں دوسرے ظالم و خائن و آثم و کاذب و قباحۃ ھذا المعنی لا تخفی علی من لہ فہم سلیم نہیں معلوم یہ مولوی صاحب حضرت امیر حمزہ۔ جعفر طیار۔ سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری

وغیرہم من خیار الصحابہ اور حضرت ابو الفضل العباس حضرت علی اکبر وغیرہما من اہل بیت الحسینؑ
بلکہ جملہ شہدائے کربلا کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ شہدائے کربلا وہ ہیں جن پر ائمہؑ نے
ان الفاظ سے سلام کیا ہے السلام علیکم یا اولیاء اللہ واحبائہ پس ضرور ہے کہ ہم
کل امت کی اولاً دو تقسیمیں کریں ایک معصوم ایک غیر معصوم معصومین میں جناب سیدہ
اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام داخل ہیں۔ پھر غیر معصوم کی دو قسمیں ہیں ایک مومن عادل دوسرے
فاسق۔ پس علاوہ معصومین کے مومنین عادلین کو بھی خدائے تعالیٰ دوست رکھتا ہے
ہاں یہ صحیح ہے کہ خلاق عالم کی محبت کے مدارج ہیں جس شخص کا جیسا مرتبہ ہوتا ہے اسکو ایسیقدر
دوست رکھتا ہے اور ہم کو بھی یہی لازم ہے کہ سب سے بڑھکر خلاق عالم سے محبت رکھیں
اسکے بعد آنحضرت اور آپکی عترۃ اطہار کی محبت فرض سمجھیں۔ اسکے بعد انکے اقربا اور دوستوں
اور تابعین کی محبت اپنے اوپر لازم گردانیں کہ فی الحقیقت یہ انہیں کی محبت کی فرع ہے دوسرے
یہ کہ ان مولوی صاحب نے جس قدر آیتیں یہاں پیش کی ہیں۔ ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ
خدائے تعالیٰ کی عدم محبت دوامی پر دال ہیں یہ انکی نسبت ہے جو تا دم مرگ کافر و ظالم رہے
اور بعض ایسے ہیں جن سے ثابت ہے کہ بسبب ایک فعل خاص کے خدائے تعالیٰ کسی کو دشمن
رکھتا ہے جب کسی مومن نے اس فعل سے توبہ کی وہ عداوۃ مبدل بمحبت ہو گئی تیسرے
یہ کہ قرآن شریف میں بہت سی آیتیں ایسی موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ خلاق عالم عام
مومنین سے محبت رکھتا ہے جیسا کہ اسنے فرمایا ہے واللہ یحب المحسنین اور نیز
ارشاد کیا ہے ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین اور نیز فرمایا ہے قل ان کنتم
تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یہ آیتیں عام مومنین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان
میں تخصیص حضرات چاردہ معصومین علیہم السلام کی نہیں ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ جسکو خدائے تعالیٰ
دوست رکھتا ہے وہ معصوم ہے تو ثابت ہوگا کہ جس قدر مومنین محسنین ہیں اور جسقدر آنحضرتؐ
کے متبعین ہیں اور جتنے توابین ہیں اور جتنے متطہرین ہیں سب معصوم ہیں اور یہ خلاف اصل اور مخالف عقل و

نقل ہے۔

قال و چونکہ محبت قربیٰ فرع معرفت قربیٰ است پس ہر قدر معرفت قربیٰ زیاد شود محبت قربیٰ زیاد شود و کوتاہی و تقصیر در معرفت قربیٰ کوتاہی و تقصیر در محبت قربیٰ خواہد بود۔

اقول اگر معرفت قربیٰ بمعنے لغوی ہے تو اوسکو نہ محبت لازم ہے نہ ایمان۔ بہت سے لوگ ایسے تھے کہ آنحضرت کی حقیت اور آپکی رسالتہ کا انکو علم تھا اگر تعصب سے ایمان نہیں لائے حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل سے واقف ہوکر آپکی حقیت کو جانکر آپکی محبت کا دعوے کرکے آپ کو شہید کیا۔ المختصر مانحن فیہ میں ضرور ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جاے کہ آنحضرت کے وہ قرابدار جن کی محبت ہمپر فرض ہے وہ آپکی عترۃ اطہار ہیں۔ اور وہی خاصان خدا اور ہمارے پیشوا اور ہادی اور ہمارے شفیع ہیں اور انسے محبت اپنی جان و مال اور والدین اور اولاد سے بڑھکر رکھیں یہی درجہ ایمان کامل کا ہے۔ اگر معرفت کے یہ معنے ہیں کہ جو منصب انکو خدائے تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا یعنے امامتہ و ولایت اسکا اعتقاد رکھا جاے تو اسکا ذکر ابھی ہمنے کردیا۔ مگر معرفت کے یہ معنے نہیں کہ انکی ذات و صفات میں غلو کیا جائے۔ اور خلاف عقل و نقل و خلاف ضروری دین اسلام اعتقاد رکھا جاے اور انکو ایسے درجہ پر پہونچایا جاے جسکا انہوں نے خود انکار کیا ہے اور ایسے معتقدین پر لعنت فرمائی ہے اور انسے تبرا کرنیکا حکم دیا ہے پس ایسی معرفت خارج از دین اسلام اور عین کفر ہے۔

قال و قدر معرفت ایشان ہمان است کہ از اصحاب اطہار و عصمت بما رسیدہ کہ موافق و مطابق قرآن بودہ باشد مثل قولوا فینا ماشئتم الا ان تقولوا ارباب ربنا و لن تبلغوا کنہ فضلنا ازین قدر معرفت معلوم شد کہ بعد قول بربوبیتہ خدا ایشان را۔ در باب ایشان ہرچہ بگوئیم جائز است و ہنوز باقی است کہ فہم ما تا بانجا نمی رسد پس جمیع مراتب از قسم اصطفا و طہارت و عصمت و نبوۃ و رسالت و امامت و ولایت و مظہریتہ صفات کمالیہ الہیہ وغیر ذلک از برائے ایشان ثابت است زیرا کہ این صفات از قسم ربوبیتہ نیست و ہیچکس قائل نیست

کہ نبوت و رسالت ربوبیتہ است۔

اقول اس بیان میں ان مولوی صاحب نے سخت دھوکے دیے ہیں جنکی تردید استیعاباً چند بحثوں میں کی جاتی ہے۔

پہلی بحث یہ کہ بیشک معرفت حضرات معصومینؑ ہمکو اسیقدر چاہیئے جو ہم کو دلیل عقلی و نصوص قطعی سے پہونچی ہے۔ پس نبوت و رسالت ائمہ علیہم السلام کی معرفت اصحاب عصمۃ وطہارۃ سے پہونچنا کیسا اسکا خلاف ہمکو براہین قطعیہ واحادیث متواترہ سے پہونچا ہے پس نبوۃ و رسالت ائمہ کا اعتقاد رکھنا اصحاب عصمت وطہارت کو جھٹلانا اور انکی تکذیب کرنا ہے بعونہ تعالی احقر نے احادیث متواترہ سے ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو گئی آپکے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور آپ بہترین مخلوقات اور حضرت امیر اور باقی ائمہ اطہار سے بھی افضل ہیں اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ امور ضروری دین اسلام سے ہیں جسکا منکر خارج از دین اسلام ہے دوسری بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو روایت قولوا فینا ما شئتم الخ پیش کی ہے وہ ان کی بے فہمی پر دال ہے کیونکہ روایت مذکور باوجود احاد و بسبب تعارض ادلہ قطعیہ ماول یا مخصص ہے چنانچہ سید العلماء جناب السید حسین اعلی اللہ مقامہ نے حدیقہ سلطانیہ کے باب اول صـ۸۷ میں لکھا ہے ہمچنین تمسک بروایت نزلونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا ما شئتم سراسر بیجا است اما اولا فلکونہا من اخبار الاحاد وہی لا تصلح للاستناد فی اصول الاعتقاد وثانیاً مراد از نسبت مالک وخالق ورازق است چنانچہ در روایت تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام وارد است پس نسبت خلق ورزق بآنحضرت منافی تنزیل عن الربوبیت است۔ وثالثاً بعد از تنزل می گوئیم کہ استدلال باین روایت تمسک بعموم است وقاعدہ ما من عام الا وقد خص۔ دلالت بر تخصیص دارد چنانکہ عموم من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ مستند نجات سائر فرق اسلامیہ نمی تواند بود عموم این روایتہ نیز مستند نمی تواند شد وکیف لا تکون مخصصۃ والحال انہ یجب تنزیہ

لهم عن الصفات المختصة بالربوبية كالقدم وعن درجة النبوة پس مراد از غلو ما شئتم مدح وثنائی است کہ بر وفق اصول شرعیہ باشد نہ این کہ ہر چہ خواستہ باشند از امور واقعیہ وغیر واقعیہ کہ از طرف خود تراشیدہ منسوب بحضرات نمایند گفتن آن روا باشد الخ۔

تیسری بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے اپنے اسی رسالہ کے ص۳۱ میں اس حدیث کی نسبت دعوے تواتر کیا ہے پس اس غلط بیانی کے ثبوت کے لئے یہی ایک امر کافی ہے کہ اگر وہ مدعی تحقیق ہیں تو کم سے کم دس سندیں اسکی پیش کریں وانی لہ ذلک پس محض ایک دو آحاد پر جو بسبب مخالفہ ادلہ قطعیہ ماول ومخصص ہو اپنے اعتقاد کی بنا رکھنا اور اسکے لئے قرآن ونصوص متواترہ کثیرہ وضرورت دین اسلام کا انکار کرنا جس شخص کا کام ہے صاحبان فہم بخوبی سمجھہ سکتے ہیں۔

چوتھی بحث یہ کہ بعض نے روایت قولوا فینا ما شئتم سے متمسک ہوکر دو امور فاسدہ کے اعتقاد کی شہرت دی ہے ایک نبوت ائمہ علیہم السلام دوسری تفویض اور معنے تفویض یہ ہے کہ خالق عالم نے سب سے پہلے آنحضرت اور حضرت امیر کو پیدا کرکے جملہ مخلوقات کی خلقت وتربیت ان کے سپرد کی پس انہیں نے سکو پیدا کیا یہی رازق ہیں اور یہی سکو مارتے ہیں معاذ اللہ۔ حالانکہ یہ دونوں اعتقاد عین کفر وشرک ہیں جسکا ثبوت گزرا۔ ایضاً برہان عقلی ونصوص قرانی واحادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ جمیع اشیائ کا خالق اور سب کا رازق اللہ تعالی ہے یہ مسئلہ بھی ضروری دین اسلام سے ہے جسکا منکر خارج از دین اسلام ہے اور اس کی تفصیلی بحث کتاب ہذا کے حصہ ثانیہ میں آئیگی انشاء اللہ تعالے

قال و باید کہ ہر حدیثی کہ در فضائل ایشان وارد بشود ومخالف قرآن نباشد انکارش نکنند بجہت آنکہ آن حدیث از دو حال خالی نیست یا بما خوش می آید یا خوش نیاید اگر خوش آید قبول بکنیم واگر خوش نیاید علم او را بخدا ورسولش بسپاریم وما در رست بر دشش نکنیم کہ ممکن است

کہ روش موجب تکذیب خدا و رسول و ائمہ بشود و شخص رد کنندہ ہالک شود چنانچہ در جلد ہفتم بحار باب غرائب افعالہم و احوالہم صت ۳۷۲ از امام محمد باقر علیہ السلام مرویست کہ فرمود رسولخدا بہ تحقیق کہ حدیث آل محمد عظیم است و دشوار است و یافتہ شدہ است دشوار کہ ایمان نمی آرد باو مگر ملک مقرب یا نبی مرسل یا بندۂ کہ امتحان کردہ است خدا دل او را از برائے ایمان پس انچہ کہ وارد بشود از حدیث آل محمد پس نرم بشود از برائے او قلوب شما و بفہمید او را پس قبول بکنید و انچہ کہ منقبض بشود از برائے او دلہائے شما و نفہمید او را پس رد بکنید او را بسوئے خدا و بسوئے رسول و بسوئے عالم کہ آل محمد است و خرابی نیست کہ ہالک انست کہ بیان کند احدے شما احدیثی یا چیزے کہ متحمل نشود او را پس بگوید کہ قسم بخدا این نیست و انکار از فضائل ایشان ہمان کفر است پس ازین حدیث انکار فضائل اہل بیت علیہم السلام نہی عنہ است۔

اقول کئی وجوہ سے محل کلام ہے **اول** یہ کہ معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم پر اور ائمہ طاہرین پر ہزاروں جھوٹی حدیثین بنائی گئی ہیں منافقین و دشمنان اہل بیت طاہرین اور خطابیہ و غلاۃ اور مفوضہ اور واقفیہ وغیرہم نے وضع احادیث میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی۔ روایا اہل سنت کی نسبت موضوعات ابن جوزی۔ موضوعات صغیر اور موضوعات کبیر وغیرہا قابل ملاحظہ ہیں۔ اور علمائے موثقین شیعہ سے شیخ ابن بابویہ رح نے کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں بذکر اذان تحریر فرمایا ہے والمفوضۃ لعنہم اللہ قد وضعوا اخبارا الخ اسیطرح کئی علمانے وضع احادیث کی تصریح کی ہے اسکے علاوہ خود ائمہ ؑ نے مقامات متعددہ پر ارشاد فرمایا ہے کہ فلان اور فلان اشخاص ہم پر افترا کرتے ہیں اور جھوٹی حدیثین بناتے ہیں۔ چنانچہ عنقریب اسکی نسبت بعض حدیثیں نقل کیجائیں گی انشاء اللہ تعالی اور اسی لئے علمائے کو کتب رجال کی تدوین کی ضرورۃ ہوئی تا رواۃ عدول و فساق کا حال ظاہر ہو اور حدیث صحیح و سقیم میں تمیز کیجائے۔ اور اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ان جاء کم

فاسق بنباء فتبینوا یعنے اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اسکی تحقیق کرو یہ آیہ شریفہ
اس امر پر دال ہے کہ ہر خبر لایق اعتماد نہیں اور اس امر پر نص ہے کہ فاسق کی روایت غیر معتبر
ہے سید العلماء مولانا مولوی السید حسین اعلی اللہ مقامہ نے حدیقہ سلطانیہ کے باب اول ص ۸۰
میں لکھا ہے کشی علیہ الرحمۃ باسناد خود از یونس از ہشام بن الحکم روایت کردہ کہ او شنید حضرت
صادق را کہ می فرمود کہ مغیرہ بن سعید دیدہ و دانستہ کذب و دروغ بر پدر من می بست و اصحاب
او در اصحاب پدر بزرگوار من مختفی و پوشیدہ بودند کتابہا را از اصحاب پدر من می گرفتند پس می دادند
آنرا بمغیرہ پس مختفی داخل می کرد در آن کفر و زندقہ خود را و نسبت می داد آنرا بسوے پدر بزرگوار من
بعد از آن کتابہا را باصحاب خود می داد و حکم می کرد انہارا کہ در میان شیعہ آن کتابہا را انتشار سازند
پس ہر انچہ در کتب اصحاب پدر بزرگوار من از مضامین غلو یافتہ شود - از انجملہ است کہ مغیرہ
بن سعید در ان کتب داخل ساختہ - واز این حدیث دو فائدہ لائح گردید یکے تدلیس و تلبیس این
طائفہ پس تدقیق نظر در امور این جماعت لازم است تا در کید ایشان نیفتند - و دیگر آنکہ ہر روایت
منسوب بحضرات لایق اعتماد نیست و چنان نیست کہ این جماعۃ متسدۃ قریبۃ العہد گمان کردہ
اند در خصوص فضائل ہر روایت کہ منسوب بانحضرات باشد انکار ان کفر است چہ این توسیع
دائرہ گویا تمہیدی است برائے عدم انکار مردم از روایات غلو - و غلو و افراط است در قبول

ہر روایت خدا فالقولہ تعالی -
ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا و للخبر فمن صدقہم فقد کذبنا انتہے اور فقرہ
اخیر کے معنے یہ ہیں کہ معصوم نے فرمایا کہ جس شخص نے فساق کی تصدیق کی بے تحقیق کہ اس نے
ہماری تکذیب کی سید العلماء نے جو حدیث کشی علیہ الرحمہ مغیرہ بن سعید کی نسبت نقل کی ہے
مثل اسکے متعدد حدیثیں باسناد مشہورہ کتاب رجال کشی میں موجود ہیں - ایضاً رجال کشی کے
ص ۱۴۶ میں مرقوم ہے جسکا خلاصہ یہ ہے - یونس کہتے ہیں کہ میں نے عراق میں امام جعفر
صادق علیہ السلام کے اصحاب سے بعض کتابیں لیں اور امام رضا کی خدمت میں وہ کتابیں

پیش کین آپ نے ان مین سے بہت سی حدیثون کا انکار فرمایا اور کہا کہ ہرگز یہ میری یہ بزرگون کی حدیثین نہیں ہیں خدا ے تعالی ابو الخطاب اور اسکے اصحاب پر لعنت کرے کہ وہ جھوٹی حدیثیں بناتے ہیں اور کتب اصحاب صادقؑ میں داخل کرتے ہیں الخ۔ الحتصر حدیث کی تصدیق کے لئے ضرور ہے کہ اسکے راوی عادل وثقہ ہون وہ حدیث خلاف اصول عقاید۔ خلاف نصوص قرآن واحادیث متواترہ اور خلاف ضروری دین اسلام نہو **دوسرے** یہ کہ جو روایت ان مولوی صاحب نے سابع بحار سے پیش کی ہے وہ خود ضعیف ہے اور اسکے رواۃ میں غلات وفساق موجود ہیں چنانچہ سابع بحار کے باب غرائب افعالہم واحوالہم میں یہ روایت باین الفاظ منقول ہے علی ابن عبد الصمد عن ابیہ عن السید ابی البرکات علی بن الحسین الجوزی عن الصدوق عن ابیہ عن سعد عن ابن ابی الخطاب عن محمد بن سنان عن عمار بن مروان عن المنخل عن جابر قال قال ابو جعفرؑ الخ پس اسکا پہلا راوی جابر جعفی ہے خلاصۃ الاقوال اور رجال نجاشی میں منقول ہے کہ وہ روایتیں جن کو منخل وغیرہ نے جابر سے روایت کیا ہے کل ضعیف ہیں دوسرا راوی منخل ہے جسکی نسبت خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعفا میں مرقوم ہے کان کوفیا ضعیفا فی مذھبہ غلو یعنے یہ شخص ناستودہ اور غالی ہے اور رجال نجاشی کے صفحہ ۲۹۸ میں اسکی نسبت لکھا ہے ضعیف فاسد الروایۃ اور ایک راوی اسکا محمد بن سنان ہے جسکی نسبت رجال نجاشی کے صفحہ ۲۳۰ میں مرقوم ہے وھو رجل ضعیف جدا لا یتول علیہ ولا یلتفت الی ما تفرد بہ یعنے یہ شخص بہت ضعیف الروایت ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اسکے متفردات لائق التفات نہیں اور خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعفا میں اسکی نسبت لکھا ہے وابن الغضائری قال انہ ضعیف غال لا یلتفت الیہ پس ایسی روایت جس کے راوی ضعیف اور فاسق اور غالی ہون کیونکر لائق استناد ہو سکتی ہے **تیسرے** یہ کہ علے التنزل وفرض صحت روایت یہ حدیث ہرگز ان روایات کی نسبت نہیں ہے جو فساق اور غلاۃ سے مروی ہون اور خلاف نصوص متواترہ اور خلاف اصول عقاید ہوں بلکہ ان روایات کی نسبت ہے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئیں یعنے آنحضرت فرماتے ہیں۔

کہ تم محض اپنے عدم فہم کی وجہ سے کسی حدیث فضیلت کا انکار نہ کیا کروگے اور ہمنے جو امور بیان کئے ہیں وہ یقینی اور اصول عقاید سے ہیں اور اس حدیث کو انسے کیطرح کا تعلق نہیں ہے

قال و معلوم است کہ اجرۃ تبلیغ رسالت را باید کہ بخود حضرت محمد دادہ بشود زیرا کہ ہر کس کہ خدمت بکند اجرت مال اوست و اجرۃ تبلیغ رسالت کہ محبت باشد محبت حضرت محمد واجب بشود نہ محبتہ قربیٰ و افراد قربیٰ بحسب روایات مرویہ فریقین علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اند و باجماع مرکب و احادیث دیگر ائمہ تسعہ نیز درین داخل باندپس محبتہ قربیٰ را در مقابل خدمت تبلیغ رسالت اجرۃ قرار دادن بہیچ وجہ من الوجوہ موافق عدل نیست و این در صورتی است کہ حضرت محمد و حضرات ائمہ مغائر باشند و اگر با قائل وحدۃ باطنیہ محمد و آل محمد باشیم موافق عدل است و آن دادن اجرۃ خدمت تبلیغ رسالت حضرت محمد با آل محمد است کہ محبتہ ایشان است زیرا کہ در باطن محمد و آل محمد علیہم السلام یکے ہستند ہر چند در ظاہر دوتائی دارند و نتیجہ وحدۃ باطنی سادات ظاہر نیست۔

اقول واللہ الموفق والمعین جاننا چاہئے کہ ہر چند یہ امر ہرگز بعید نہیں کہ آدمی کوئی خدمت بجالائے اور اسکی اجرت اپنے بچوں کے لئے ٹھہرائے اکثر انسان ایسے ہیں کہ اپنی جان سے زیادہ اپنے بچوں کو عزیز رکھتے ہیں۔ تاریخ اسکی شاہد ہے اور تجربہ اسکا گواہ ہے کہ بے شمار آدمیوں نے شاقہ محنتیں برداشت کی ہیں اپنے نفوس کو معرض تلف میں ڈالدیا ہے اور بادشاہ اور حاکم سے اسکے عوض میں اپنے بچوں کے لئے کوئی وظیفہ ٹھہرالیا ہے اور کسی عاقل کے نزدیک ہرگز یہ امر خلاف عدل نہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ حقیقتہ میں آنحضرت نے اپنی رسالت کی کوئی ایسی اجرۃ اپنی امت سے نہیں چاہی جو مال دنیا سے تعلق ہو یا اس میں آنحضرت اور آپکے ذوی القربیٰ کا کوئی ذاتی فائدہ ہو اور نہ ایسی اجرۃ کے سوال کا خدا سے تعالیٰ نے حکم دیا ہے کیونکہ آنحضرت کی شان مبارک ایسی اجرت کے سوال سے ارفع ہے حالانکہ قرآن مجید میں حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا فما سالتکم من اجر ان اجری الا علی اللہ یعنی

میں نے کوئی مزدوری تم سے نہیں مانگی میری مزدوری تو خدائے تعالی پر ہے پارہ (۱۱) سورہ یونس ایضاً ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا یا قوم لا اسئلکم علیہ اجرا ان اجری الا علی الذی فطرنی پارہ (۱۲) سورہ ہود اور لوط علیہ السلام نے فرمایا وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین پارہ ۱۹ سورہ شعرا اور یہی الفاظ بعینہ حضرت شعیب نے فرمائے ہیں پارہ ایضاً سورہ ایضاً۔ ایضاً خدائے تعالی فرماتا ہے اتبعوا من لا یسئلکم اجرا وھم مھتدون الجزء ۲۲۔ سورہ یس یعنے ایھا الناس تم ان پیغمبروں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ایضاً آنحضرت کی طرف خطاب فرمایا ہے ام تسئلھم اجرا فھم من مغرم مثقلون یعنے اے نبی کیا تم ان سے کوئی اجرۃ مانگتے ہو جو وہ (اس) تاوان کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں پارہ (۲۹) سورہ نون پس یہ نصوص ہیں اس امر پر کہ کسی پیغمبر نے اپنی رسالت کی مزدوری اپنی قوم سے نہیں مانگی اور خدائے تعالی نے بھی انہیں بزرگواروں کی پیروی کا حکم دیا جو اجرت نہیں مانگتے اور آیۃ مودت القربے سے ثابت ہے کہ آنحضرت نے بحکم خدا اجرت رسالت میں مودۃ قربیٰ کا سوال فرمایا اور یہ بظاہر تعارض ہے اور اسکا جواب حق وصحیح یہ ہے کہ اجرت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو متعلق مال دنیا سے ہو اور جس میں پیغمبر کا کوئی ذاتی فائدہ ہو اور قرآن مجید سے بھی یہ امر ثابت ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت نوحؑ نے اسطرح فرمایا یا قوم لا اسئلکم علیہ مالا ان اجری الا علی اللّٰہ الجزء (۱۲) سورہ ہود یعنے اے قوم میں رسالت کے عوض میں تم سے کوئی مال نہیں طلب کرتا میری اجرت خاص خدائے تعالی پر ہے۔ پس ایسی اجرۃ نہ انبیاء نے اپنی قوم سے طلب کی اور نہ آنحضرت نے دوسری اجرت وہ ہے جو مال دنیا سے متعلق نہ ہو اور پیغمبر کا اسمیں کوئی ذاتی نفع نہ ہو بلکہ وہ ایک ایسا امر ہو جسکا فائدہ بھی امت ہی کیطرف راجع ہو اور وہ مودۃ قربیٰ ہے اور باتفاق فریقین ثابت ہے کہ یہاں قربے سے مراد حضرت امیر المومنین اور جناب سیدہ اور حسن وحسین علیہم السلام ہیں اور معلوم ہے کہ ایسی مودت کو اطاعت

لازم ہے جب امت ان بزرگواروں سے مودت رکھیگی تو ان کی اطاعت کریگی۔ اور جب
اطاعت کریگی تو راہ راست پائیگی اور بہشت میں جائیگی پس اس مودت کا فائدہ بھی امت ہی
کی طرف راجع ہوگا نہ آنحضرت اور آپ کے ذوی القربیٰ کی طرف اور یہ امر قرآن شریف سے
بھی منصوص ہے چنانچہ خدائے تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے قل ما سالتکم من اجر فھو لکم
الخ پ ۲۲ سورہ سبا یعنے اے پیغمبر تم (اپنی امت سے) کہو کہ جو اجرت میں نے تم سے مانگی ہے
اسکا نفع بھی تمہارے ہی واسطے ہے اس آیہ شریفہ سے دو امور یقینی طور پر ثابت ہیں ایک یہ کہ
آنحضرت نے ضرور اپنی امت سے بحکم خدا کسی اجرت کا سوال کیا تھا اور وہ سوال نہ تھا مگر مودۃ
قربیٰ کا دوسرے یہ کہ اس اجرت میں آنحضرت کا یا ذوی القربیٰ کا کوئی ذاتی فائدہ نہ تھا بلکہ اس
میں امت ہی کا فائدہ تھا۔ مخفی نرہے کہ گروہ قادیانی کے بعض اشخاص نے حقیر سے آیہ مودت
قربیٰ کی نسبت ایک روز بحث کی تھی اور اپنے کچھ شبہات بیان کئے تھے اس لئے احقر نے
اس مقام پر کسی قدر بسط سے کام لیا پس بضمن جواب مولوی صاحب موصوف اس قادیانی
کی بھی تردید ہوگئی۔ اور ان مولوی صاحب نے آنحضرت کے عدم محبت کے بارے میں جو تعریض
کی ہے عین جہل یا تجاہل ہے۔ کیونکہ آنحضرت کی محبت باتفاق امت عین ایمان ہے یہ حدیث
متفق علیہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص مجھے اپنی جان و مال و اولاد سے زیادہ
محبت نہ رکھے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اور ان مولوی صاحب نے جو کہا ہے واگر ما قائل وحدت
باطنیہ محمد و آل محمد با ہاشیم موافق عدل است الخ پس اگر وحدت سے مراد وحدت حقیقیہ ہے تو
وہ محال عقلی ہے خواہ ظاہری ہو یا باطنی اور اگر وحدت مجازیہ ہے تو مسلم مگر اس سے دعوے
مذکور ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے مجازات محاورہ عرب و عجم میں بکثرت شایع ہیں جنکے
فہم کے لئے ذرا سی عقل بھی کافی ہے مگر جنون سے مجبوری ہے۔ اور ان مولوی صاحب نے جو کہا
ہے فنتیجہ وحدت باطنی مساوات ظاہر یست الخ پس اگر وحدت سے مراد وحدت مجازی ہے تو آپکے
[illegible] مساوات ظاہری لازم نہیں [illegible] اور اگر حقیقیہ ہے تو وہ محال [illegible] اگر ایک نور از یک

طینت سے خلق ہونے کو وہ لزوم ساداۃ ظاہری کے قائل ہیں تو یہ بھی غلط ہے ایک نطفہ سے دو لڑکے توام پیدا ہوتے ہیں اور انکے مدارج میں بین فرق ہوتا ہے حضرت آدم و حوا ایک طینہ سے مخلوق ہوے۔ حالانکہ حضرت آدم حضرت حوا سے قطعاً افضل ہیں جناب سیدہ یقیناً ذوی القربی میں داخل ہیں حالانکہ آنحضرت بلکہ حضرت امیر بھی آپ سے افضل ہیں اور مجھے گمان ہے کہ یہ مولوی صاحب بھی آنحضرت کیساتھ جناب سیدہ کی ساواۃ ظاہری کے قائل نہونگے پس اگر میرا گمان صحیح ہے تو آپکی دلیل باطل ہے اور بصورت خلاف آپ کے عاقل ہونے میں صاحبان عقل کو شک ہوگا۔

قال وعلاوہ برآن اگر قربے غیر پیغمبری بودند از ایشان ہم سوال مودۃ بعوض اجرت تبلیغ رسالت حضرت محمد می شد و معنے ندارد کہ پیغمبر خدمت تبلیغ رسالت بکند و از امت اجرت بگیرد و از قربی اجرت نگیرد حالانکہ تبلیغ بقربی ہم از ہر دو شدہ باشد پس ماموربودن حضرت محمد بسوال اجرت از امت و ماموربودن آنحضرت بسوال اجرت از قربی دلیل وحدت محمد و آل محمد است پس قربی بسبب وحدت باینہ و دخول در حقیقۃ محمدیہ رسول اند۔

اقول ہزار حیف کہ یہ مولوی صاحب چند شبہات رکیکہ کو دلیل قرار دیکر چاہتے ہیں کہ ایک امر محال عقلی اور ایک امر ممتنع نقلی کو ثابت کریں اور بنا سے فاسد علی الفاسد رکھیں۔ یہ بات علماء پر ظاہر ہے کہ آیہ مودت میں جو استثناء واقع ہوا ہے اسکے متصل اور منقطع ہونے میں اختلاف ہے کما فی البحار اگر استثناء منقطع ہو تو تعریض مولوی صاحب مذکور سرے سے باطل ہے اور اگر متصل ہو جب بھی شبہہ مذکور مدفوع ہے کیونکہ یہ اجرت از قسم مال و دولت نہیں جس سے اجیر فائدہ اٹھاے بلکہ بسبب چند مصالح و ہدایت خاص ہ مودت قربی ہی اجرت قرار دیگئی ہے پس انہیں قربی کی مودت کا سوال انہیں قربی سے دلیل حمق اور فعل عبث ہے جس سے قطعاً خدا و رسول بری ہیں۔ حالانکہ وہ اجرت اگر از قسم مال و دولت بھی ہوتی جب بھی یہ اعتراض فضول ہوتا کیونکہ ہم نے سابق میں بیان کر دیا ہے کہ اکثر لوگ محنت شاقہ کرتے ہیں اور

اپنی جانون کو معرض تلف میں ڈالدیتے ہیں اور اسکا عوض خاص اہل وعیال کے لئے مقرر کرجاتے ہیں۔ بہرحال وحدت ذاتیہ محال عقلی ہے جو کسی طرح وقوع پذیر نہیں۔ اور نبوت احدی بعد آنحضرت ممتنع نقلی جو تا قیامت کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی۔

قال واز احادیث کثیرہ ثابت است کہ حضرت علی صاحب تاویل بود نہ چنانچہ در جلد نہم بحار صفحہ ۴۹ باب جوامع مناقبہ از کتاب بشارت المصطفی از حضرت علی مرتضی مرویست کہ فرمود محمد مصطفی اے علی تو برادر منی ومن برادر توام منم برگزیدہ از برائے نبوۃ وتوئی برگزیدہ از برائے امامت من صاحب تنزیلم وتو صاحب تاویلی ومن وتو دو پدران این امت ہستیم یا علی تو وصی من وخلیفہ من ووزیر منی الخ پس ازین حدیث ثابت شد کہ حضرت علی صاحب تاویل وحضرت محمد صاحب تنزیل است ومعلوم است کہ نسبت درمیان تنزیل وتاویل تباین است کہ ہیچ تنزیل بتاویل صادق نمی آید ونہ ہیچ تاویل بر تنزیل صادق می آید واین معلوم است کہ تاویل افضل است از تنزیل وتنزیل مفضول است از تاویل وعلم تاویل مخصوص خدا ورا سخان در علم ہمچنانچہ خدا می فرماید وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم وراسخان در علم محمد وآل محمد ہستند پس از قرآن ثابت شد کہ محمد وآل محمد صاحبان تاویل اند وہم معلوم است کہ اثبات شئے نفی ما عداہ نمی کند۔ پس فرمودن آنحضرت کہ من صاحب تنزیل وتو صاحب تاویل موجب نفی علم تاویل از آنحضرت نیست ونہ موجب نفی علم تنزیل از حضرت علی است ووجہ تخصیص ذکر تنزیل بحضرت محمد کثرت وظہور امور تنزیلیہ در زمن حضرت محمد است ہمچنانکہ وجہ تخصیص ذکر تاویل بحضرت علی کثرۃ وظہور امور تاویلیہ در زمن حضرت علیست۔ وتنزیل بیان معنے ظاہر قرآن رامی گویند وتاویل بیان معنے باطنی قرآن رامی گویند ودر اوائل اسلام مردم قابل اخذ معانی تاویلیہ نبودند کہ زمان حضرت محمد بود ودر زمان حضرت علی بعضی از اہل اسلام قابل اخذ معانی تاویلیہ شدند۔

اقول کئی وجوہ سے منقوض ہے اول یہ کہ اس حدیث کا یہ فقرہ کہ من صاحب تنزیلم

توصاحب تاویل کا صحیح یاحسن بھی نہیں بلکہ ضعیف ہے کہ مسئلہ فرعیہ میں بھی لایق استناد نہیں کیونکہ علامہ مجلسی نے نہم بحار کے باب جوامع مناقبہ میں اسکو بدین الفاظ نقل کیا ہے۔ عن الصدوق عن محمد بن احمد الشیبانی عن الاسدی عن البرمکی عن عبداللہ بن احمد عن القاسم بن سلیمان عن سالم بن ابی حفصہ عن سعید بن علاقہ عن ابی سعید عقیصا عن سید الشہداء الحسین بن علی الحدیث پس اس حدیث کے اکثر راوی مجاہیل ہیں ملاحظہ ہون کتب رجال اور ایک راوی سالم بن ابی حفصہ ہے۔ جسکی نسبت علامہ حلی نے خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعفا میں لکھا ہے سالم بن ابی حفصہ لعنہ الصادق وکذبہ وکفرہ یعنے حضرت صادق علیہ السلام نے اسپر لعنت کی ہے اور اسے کاذب وکافر فرمایا ہے پس ایسی روایت جسکے روات مجاہیل وملعون وکاذب وکافر ہون۔ کس طرح قابل استناد ہوسکتی ہے۔ ہان اس روایت کے وہ مضامین جو دوسرے احادیث متواترہ یا صحیحہ ومشہورہ سے موید ہیں بیشک صحیح ودرست ہیں چنانچہ اس حدیث کا وہ فقرہ جو آنحضرت نے فرمایا انا المصطفے للنبوۃ وانت المجتبیٰ للامامۃ روایات کثیرہ متضافرہ سے پایہ ثبوت کو پہونچا ہے۔ اور تقسیم دو چیزونکی دو شخصوں کے لئے بالتقابل علے الخصوص لام اختصاص کیساتھ اس امر پر دال ہے کہ ہر چیز ہر شخص کے لئے خاص ہے۔ دوسرا اسمیں شریک نہیں چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎ رضینا قسمۃ الجبار فینا + لنا علمٌ وللاعداء مال۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علم ان حضرات کے لئے خاص ہے اعداء اس میں شریک نہیں اور مال آپ کے اعداء کے واسطے مخصوص ہے ان حضرات کا اسمیں حصہ نہیں اسیطرح حدیث بالا سے ثابت ہے کہ نبوت آنحضرت کے لئے خاص ہے حضرت امیر اسمیں شریک نہیں اور امامت یعنے نیابت رسول حضرت امیرؑ کے لئے مخصوص ہے آنحضرت اسمیں شریک نہیں اور ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ دو اثبات شئے نفی ماعداہ نمی کند الخ اسکا یہ محل نہیں ہے بلکہ یہان تقسیم الشیئین للذاتین بالتقابل ہے جس سے متبادر الی الذہن تخصیص

ہے دوسرے یہ کہ علے التنزل و تسلیم صحت روایت وہ من صاحب تنزیلم تو صاحب تاویلی گے کوئی دعوے اِن مولوی صاحب کا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں تخصیص تو ضرور ہے جو متبادر الی الذہن ہے ورنہ تقابل بے جا ہوگا مگر مراد تاویل سے یقیناً علم تاویل نہیں بلکہ عمل بالتاویل ہے اور وہ بھی عام نہیں بلکہ خاص جہاد کے بارے میں ہے چونکہ بعض احادیث معتبرہ میں وارد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یا علی تم تاویل قرآن پر جہاد کروگے جس طرح سے میں نے تنزیل قرآن پر جہاد کیا ہے اسی لئے دوسری حدیث میں فرمایا میں صاحب تنزیل ہوں اور تم صاحب تاویل ہو اگر اس سے علم تاویل مراد ہو تو تقسیم بالتقابل بیجا ہوگی اور تخصیص غلط۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ اور آنحضرت افضل الراسخین فی العلم ہیں چنانچہ جلد ثانی حیواۃ القلوب کے باب (۱۳) ص ۱۴۲ مطبوعہ نولکشور میں مرقوم ہے۔ در حدیث معتبر از حضرت امام محمد باقرؑ منقول است کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ نمی داند تاویلات متشابہات قرآن را مگر خدا و راسخان در علم پس رسولخدا بہترین راسخان در علم بود ایضاً احادیث متواترہ سے منصوص ہے کہ اکثر علوم حضرت امیرؑ کو آنحضرت کی تعلیم و توریثؐ سے حاصل ہوئے دیباچہ تفسیر صافی کے مقدمہ ثانیہ میں مرقوم ہے جسکا خلاصہ یہ ہے حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کی جملہ آیتیں آنحضرت نے مجھے پڑھا دیں آنحضرت بیان فرماتے تھے اور میں انہیں لکھ لیتا تھا اور آنحضرت نے مجھے انکی تاویل و تفسیر و ناسخ و منسوخ و محکم و متشابہ کی تعلیم دی اور دعا فرمائی کہ خلاق عالم انکا فہم اور حفظ مجھے عطا فرمائے الی اخر الحدیث۔ اور وہ جو ان مولوی صاحب نے کہا ہے کہ وہ تاویل افضل است از تنزیل پس ادعائے بے دلیل ہے اور تاویل کے مشکل ہونے سے یہ بات لازم نہیں کہ وہ تنزیل سے افضل ہو نظم مشکل ہے اور نثر آسان پس اگر نظم افضل ہوتی تو قرآن شریف نظم میں ہوتا۔ اور سلمنا کہ تاویل افضل ہے مگر ما نحن فیہ سے اسکو کچھ تعلق نہیں اور وہ جو کہا ہے کہ وہ آنحضرت کے زمانہ میں لوگ قابل اخذ معانی تاویلیہ نہ تھے اور حضرت امیر کے زمانے میں کچھ لوگ

اس قابل ہوئے ۔ پس غلط محض ہے حضرت سلمانؓ ایک ایسے شخص تھے جن کا ثانی علم وفہم میں ائمہ علیہم السلام کے بعد کوئی نہ تھا پھر ابوذر غفاری ۔ اور مقداد اسود وغیرہما جس زمانہ میں تھے معلوم ہے ۔

قال وچون این امر ثابت شد (الی ان قال) اصطفاے حضرت محمد از براے نبوت مانع اجتباے آنحضرت براے امامت نیست ہمچنانکہ اجتباے حضرت علی از براے امامت مانع اصطفاے حضرت علی از براے نبوت نیست ۔

اقول ہمنے اوپر اس کلام کو رد کردیا ہے فارجع الیہ

قال وہم ازین حدیث ثابت است کہ حضرت محمد وحضرت علی دو پدران این امت اند و این باواز بلند ثابت می کند کہ ہر دو بزرگوار مساواۃ در مرتبہ دارند والا ہر کسیکہ افضل بود او باید کہ پدر امت وہم پدر شخص بزرگوار دیگر بودہ باشد وثابت کردن آنحضرت پدر بودن خود وحضرت علی دلیلی است واضح بر مساوات ۔

اقول واللہ الموفق والمعین جاننا چاہیے کہ اب حقیقۃ اس شخص کو کہتے ہیں جس کے نطفہ سے کوئی پیدا ہو ۔ پس شخص مولود کی نسبت وہ شخص یعنی اسکا والد اب کہلائیگا ۔ اور حدیث شریف انا وعلی ابوا ھذہ الامۃ میں معنے حقیقی ہرگز مراد نہیں بلکہ قطعاً معنے مجازی مراد ہیں یعنے آنحضرت نے اپنے کو اور حضرت امیر کو امت کے آبا سے تشبیہ دی ہے اور ہی معلوم ہے کہ ہر شخص کے باپ میں بہ نسبت فرزند صفت عمدہ مشہورہ شفقت ہے اور وہی یہان وجہ تشبیہ واقع ہوئی ہے پس حدیث موصوف سے صاف طور پر یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت اور امیر المومنین کی شفقت اس امت پر ایسی ہے جیسے باپ کی اولاد پر پس یہان بے شک ان دونون بزرگوارون میں بہ نسبت امت مساوات فی الشفقۃ والرافت ثابت ہوتی ہے یعنے امت مرحومہ پر جیسی شفقت آنحضرت رکھتے ہیں ویسی ہی شفقت حضرت امیر رکھتے ہیں مگر یہ امر ہرگز اس پر دال نہیں کہ آنحضرت اور حضرت امیر آپس میں مطلقاً مساوی ہیں ۔ ایضاً اجابت

کثیرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت جمیع امت کے باپ ہیں چنانچہ تفسیر صافی میں بذیل آیہ
النبی اولے بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم مرقوم ہے عن الباقرؑ
والصادقؑ انھما قرءا وازواجہ امھاتھم وھو اب لھم یعنے امام محمد باقر
و امام جعفر صادق علیہما السلام نے اس آیہ کو اسطرح پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پیغمبر کی بی بیاں
تمام مومنین کی مائیں ہیں اور خود پیغمبر مومنین کے باپ ہیں پس معلوم ہوا کہ آنحضرت حضرت امیر کے
بھی باپ ہیں کیونکہ قطعاً امیرالمومنین مومنین میں شریک ہیں۔ پھر مساوات کیسی ایضاً سابق میں
تفسیر صافی اور حیواۃ القلوب سے ایک حدیث احقر نے نقل کی ہے جسکا بعض یہ ہے امام نے
فرمایا اما علمت ان رسول اللہ اب لجمیع امتہ وعلیؑ منھم یعنے کیا تو نہیں جانتا
کہ آنحضرت اپنی تمام امت کے باپ ہیں اور امیرالمومنین بھی اس امت میں داخل ہیں راوی نے
عرض کی جانتا ہوں امام نے فرمایا کیا نہیں جانتا کہ امیرالمومنین قاسم بہشت و دوزخ ہیں۔ عرض کی
جانتا ہوں امام نے فرمایا پس پیغمبر قاسم فردوس و جہنم کے باپ ہیں اسی لئے خدائے تعالیٰ نے
آنحضرت کی کنیت ابوالقاسم مقرر فرمائی ہے۔ راوی نے عرض کی یہاں باپ کے کیا معنے ہیں
فرمایا کہ آنحضرت کی شفقت جمیع امت کی نسبت ایسی ہے جیسے باپ اولاد پر شفقت رکھتے
ہیں ملخصاً پس یہ حدیث شریف حقیر کے ہر بیان پر بطور نص واقع ہوئی ہے اور گویا امام رضا
علیہ السلام نے ان مولوی صاحب کے دعوے کو خود رد فرمایا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

قال پس حضرت محمد صاحب امامت است و صاحب تاویل و حضرت علی صاحب نبوۃ است
و صاحب تنزیل والا چگونہ صحیح بشود قول حضرت احمد کہ فرمود منزلۃ علی عند اللہ کمنزلتی
چنانچہ ذکر کردہ است صاحب بحار در جلد نہم باب محبۃ و بغضہ ص ۴۰۸ الی ان قال
واین بنا بظاہر دلالت بر مساوات دارد۔

اقول اگر امامت سے مراد امامت مفیدہ ہے تو آنحضرت صاحب امامت نہیں چنانچہ
صاحب مجمع البحرین امامت کی تعریف میں فرماتے ہیں واذا اخذت بشرط شئی

لا تجامعہما (ای لا تجامع النبوۃ) ایضاً آنحضرت صاحب العلم بالتاویل ہیں صاحب العمل بالتاویل نہیں اسیطرح حضرت امیرؑ نہ صاحب النبوۃ ہیں نہ صاحب التنزیل حضرت امیرؑ کو صاحب النبوت کہنا عین کفر ہے۔ اب رہی حدیث بحار۔ پس اولاً وہ باوجود احاد ضعیف السند ہے کیونکہ بحار میں بمقام مذکور بطریق عامہ ان الفاظ سے مرقوم ہے عن نافع عن ابن عمر ثانیاً علی التنزل و تسلیم صحت روایت اپنے عموم پر باقی نہیں وہ بدلیل ما من عام الا وقد خص مخصص ہے یعنے حضرت امیر کا مرتبہ اطاعت میں عصمت میں محبت میں مثل آنحضرت کے ہے الا النبوۃ والرسالۃ ومختصاتہما۔ ثالثاً آنحضرت نے حضرت امیر کے مرتبہ کو اپنی منزلت سے تشبیہ دی ہے اور فن بلاغت سے ثابت ہے کہ مشبہ سے مشبہ بہ افضل ہوتا ہے کما مر۔

قال بلکہ بعض از احادیث دلالت دارند بر وحدۃ محمد و علی علیہما السلام در احکام ظاہریہ بجہت انتباہ غافلین مراتب حقیقت محمدیہ و علویہ چنانچہ در کتاب بحار جلد نہم باب جوامع مناقبہ صـ۳۲۲ کہ فرمود آنحضرت کہ نمی بیند عورت مرا اگر علی و دشمن نمی دارد مرا اگر کافر این صریح است در اثبات وحدت۔

اقول یہ دعوے صریح ہے اس امر کے ثبوت میں کہ یہ مولوی صاحب منکر بدیہیات ہیں بفرض محال اگر کوئی شخص جو احمق سا احمق ہو وہ دو ذاتوں میں وحدت باطنی کا قائل ہوگا مگر وحدت ظاہری کا دعویٰ تو اس سے بھی ممکن نہیں کسی کی شرمگاہ کو کہ یقیناً جسم ہے ایک شخص محترم کا دیکھنا بیشک اسکے خصوصیات پر دلالت کریگا نہ وحدت ظاہری پر چونکہ آنحضرت کی نفس اسپر موجود ہے لہذا نظر الی عورۃ النبیؐ امیر المومنینؑ کے خصائص سے ہے مگر یہ امر ہرگز اسپر دال نہیں کہ آنحضرت اور امیر المومنین وحدت حقیقیہ ظاہریہ رکھتے تھے اور قطعاً کوئی متنفس جس کے حواس درست ہوں ایسے ممتنعات کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

قال و بعض از اشخاص بر استدلال عالم موصوف بر ثبوت نبوت ائمہ بآیات کثیرہ کہ

بعضے از انہا مذکور شد بہ بعضی از کلمات اعتراض نمودند کہ آیہ وما کان محمد ابا احد
من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین بسبب ختم نبوت بآنحضرت بر عدم
نبوت ائمہ دلالت می کند پس درجواب ان بزرگوار فرمودہ اند کہ این آیہ شریفہ دلالت ندارد
بر عدم نبوت ائمہ زیرا کہ لفظ خاتم بنا بر خلاصہ انچہ در لغت قاموس وشرحش تاج العروس نوشتہ
است کہ بر سہ معنے اطلاق می شود اول مہر دوم بمعنے انگشتر سوم بمعنے آخر اما اول کہ خاتم بمعنی
مہر باشد پس بنا بر تفسیر جناب اثیر ہمچنانکہ در جلد ہفتم بحار در باب ما بین من مناقب نفسہ
القدسیہ مذکور است اینست کہ فرمودند ولم یجد للنبی نبوۃ حتے یاخذ خاتما من
محمد فلذلک سمی خاتم النبیین وازین ثابت شد کہ آنحضرت مہر انبیا است و
معلوم است کہ لفظ مہر انبیا دلالت نمی کند بر عدم نبوت ہیچکس بعد از ان حضرت
مطلقا چہ امام چہ غیر امام خصوصا وقتیکہ از آیات کثیرہ واحادیث متواترہ نبوت ائمہ ثابت
باشد ہمچنانکہ بالا مذکور شد اما دوم کہ خاتم بمعنے انگشتر باشد پس مرجعش بسوے مہر است باعتبار
اطلاق مظروف بظرف مجازا و بودن غالب مہرہا منصوب در انگشتر اما سوم کہ خاتم ہمچنانکہ
در قرآن است خواہ بکسر تا باشد یا بفتح تا بمعنے آخر باشد۔ پس بسبب بودن خاتم النبیین
صفت وبودن ہر صفت کلی ونکرہ کہ جزئی ومعرفہ نیست وفرض صدق مفہومش بر کثیرین
ممتنع نیست تا وقتیکہ دلیل خارجی بر حصر نیست او دلالت نکند استدلال بان بر عدم نبوت ائمہ
کافی نیست ہر چند لفظ خاتم بمعنے آخر گرفتن در تفسیر این آیہ شریفہ خلاف تفسیر معصوم است کہ
خاتم را بمعنے مہر گرفتہ کہ مذکور شد وخلاف این تفسیر تفسیر دیگر داخل در تفسیر بالرای است
قطعا وحکمش معلوم است۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ جاننا چاہئے کہ جملہ اہل لغت اور کل مفسرین فریقین
کا اسپر اتفاق ہے کہ آیہ شریفہ موصوفہ میں خاتم النبیین کے معنے آخر پیغمبران کے ہیں چنانچہ
جوہری کہتے ہیں والخاتم بفتح التاء وکسرھا وخاتمۃ الشئی آخرہ ومحمد

خاتم نبیاء یعنے خاتم خواہ (ت) کے فتحہ سے ہو یا کسرے سے اور خاتمت الشئے ان سب کے معنے آخر کے ہیں اور حضرت محمد آخر انبیا ہیں ملاحظہ ہو صحاح جوہری اور لغت قاموس اور اسکی شرح تاج العروس کی یہ عبارت ہے والخاتم من کل شئی اٰخرہ وعاقبتہ کخاتمتہ والخاتم اٰخر القوم کالخاتم ومنہ قولہ تعالیٰ وخاتم النبین ای اٰخرھم یعنے خاتم ہر شئے بمعنے اٰخر شئے ہے جیسے خاتمہ اور خاتم اور خاتم دونوں بمعنے آخر قوم کے ہیں تو اور قول خدا خاتم النبین بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ اور مجمع البحرین میں جو شیعہ کی ایک مستند اور معتمد لغتہ کی کتاب ہے مرقوم ہے قولہ تعالیٰ خاتم النبیین ای اٰخرھم لیس بعدہ نبی یعنے خاتم النبین کے معنے اٰخر انبیا کے ہیں کہ انکے بعد کوئی پیغمبر نہو۔ اور تفسیر صافی میں مرقوم ہے خاتم النبین اٰخرھم الذی ختمھم او ختموا بہ علی اختلاف القرائتین یعنے خاتم النبین کے معنے دونوں قرائتوں کی بنا پر اٰخر انبیا کے ہیں کیونکہ اگر خاتم بالکسر ہو تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ آنحضرت نے تمام انبیا کو ختم فرمادیا اور اگر بالفتح ہو تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ آنحضرت کے سبب جملہ پیغمبر مہر کردے گئے یعنے ختم کئے گئے محصلاً اور تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے ختم اللہ بہ النبوۃ وقرء عاصم بفتح التاء علی الاسم ای اٰخرھم وقرء الاٰخرون بکسر التاء علی الفاعل لانہ ختم النبین فھو خاتمھم۔ یعنے خاتم النبین کے یہ معنے ہیں کہ خلاق عالم نے آنحضرت کے سبب نبوت کو ختم فرمادیا اور عاصم نے خاتم کو بفتح تا پڑھا ہے کہ وہ اسم ہے جسکے معنے آخر کے ہیں اور دوسرے قاریوں نے بکسر تا پڑھا ہے اس صورت میں وہ اسم فاعل ہے کیونکہ آنحضرت نے تمام پیغمبروں کو ختم کیا پس آپ خاتم ہوے۔ اور تفسیر طبری میں ہے خاتم النبین بفتح التاء بمعنے آخر النبین۔ اسیطرح تفسیر کبیر فخر رازی تفسیر کشاف زمخشری تفسیر مجمع البیان علامہ طبرسی تفسیر منہج الصادقین اور تمام تفاسیر فریقین میں مرقوم ہے پس معلوم ہوا کہ اس معنے پر تمام مفسرین و لغوئین فریقین کا اتفاق و اجماع ہے جسکا خلاف جائز نہیں اور عمدۃ المفسرین زبدۃ المتکلمین

جناب آقا سید علی صاحب حائری دام ظلہ العالی نے اپنی بعض مصنفات میں خاتم النبیین کے متعلق ایک عمدہ بحث کی ہے جس کا اقتباس افادہ مومنین کے لئے یہاں لکھا جاتا ہے۔ و هو هذا دنیا میں بعثت انبیا کی ضرورت یہ ہے کہ وہ منجانب اللہ ہدایت پا کر بندگان خدا کو پہونچائیں اور یہ ہدایت جیسا کہ دنیا کے مختلف اقوام کی ضرورت تقاضا کرتی تھی ہر قوم کی حالت اور ہر زمانے کی ضرورت کے موافق نازل ہوتی رہی مگر جامع طور پر کسی پیغمبر پر اس کا نزول نہوا۔ اور معلوم ہے کہ جب تک ہدایت جامع کا مل نہوا انبیا کی آمد کا سلسلہ جاری رہنا ضروری اور بعد تکمیل ہدایت عبث اور بے فائدہ۔ پس خاتم النبیین یعنے آخری نبی ہونے کا دعوی اسی کو سزاوار ہے جو تکمیل ہدایت کر دے اور شریعۃ کے ایسے جامع اصول بیان فرما دے کہ ان کے بعد اور اصول کی ضرورت نہو اور دنیا کی ہر قوم ہمیشہ کے لئے اس سے فائدہ اٹھا سکے جناب مسیح مقر ہیں کہ ان سے ہدایت جامع کی تکمیل نہیں ہوئی اس کے ساتھ آپ نے اس عظیم الشان ضرورت کو بھی بیان فرما دیا کہ جب روح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی۔ اور پھر ارشاد کیا کہ ابھی ایک اور کی ضرورت ہے جو سچائی اور ہدایت کی مکمل راہیں بتائے۔ اب دیکھلو کہ جب وہ روح حق آئی تو اس نے پکار کر کہدیا جاء الحق یعنے وہ روح حق آگئی جس کی دنیا کو ضرورت تھی جس کے بغیر انسان کی پیدائش عبث ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ انسان اپنے اعلی سے اعلی کمال کو نہ پا سکتا۔ اور اس روح حق نے جیسا کہ چاہیئے تھا اپنا پیغام پورے طور پر دنیا کو پہونچا دیا اور ایسے شرائع جامعہ اور احکام کاملہ کی تبلیغ کی کہ تمام قوموں کے حالات اور تمام زمانوں کے لحاظ سے وہ حقیقی طور پر کمل اور کافی ہیں اب قیامت تک نہ اُن کی تنسیخ ہو سکتی ہے نہ ترمیم پس ایسے پیغمبر کے بعد کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت کہاں باقی ہے باوجود حضرات ائمہ طاہرین کو شریک فی النبوۃ قرار دینا ہے ان معنی کے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی خستمہ نبوت کو توڑ دیا جائے یاد رہے کہ ایک پیغمبر جب تک اپنے حقیقی کمال کو نہ پہونچے

وہ من جمیع الوجوہ کامل نہیں۔ اور ایک چیز جب کمال کو پہونچے مگر اس میں پھر نقص پیدا ہونیکا خطرہ ہو تو پھر وہ کمال کی محتاج ہوگی۔ اس لئے جب تک یہ دونوں صورتیں جمع نہوں ختم نبوت کا منشا پورا نہیں ہو سکتا مگر وہ خدا جس نے شروع سے حضور ختمی مرتبت کے ذریعہ سے نبوت کو اس کے کمال تک پہونچانے کا ارادہ فرمایا تھا اور ہمیشہ اس کمال کو قائم رکھنا چاہا تھا تاکہ اس کامل انسان کے بعد سب اسی کی شاگردی میں زانو تہہ کریں اس نے نچاہا کہ ایک پہلو سے ختم نبوت کرکے دوسرے پہلو کو یوں ہی چھوڑ دے اور نبوت کی ضرورت جیسی کی ویسی باقی رہے بلکہ اس نے ختم نبوت کو خوب پختہ کیا اور اس میں کسی قسم کے نقصان کا احتمال باقی نہ چھوڑا جب ہر طرح سے اس کی تکمیل فرمادی تو پھر اس کے سلسلہ کو بند کر دیا۔ اس امر سے کسی کو انکار نہیں کہ قرآن مجید نے جملہ ضروریات کے اصول کو پورا کر دیا۔ اس کا ایک ایک لفظ ہدایت ہے ذلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین اس نے ہر پہلو سے تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تکمیل روح فرمادی ہے اس لئے نہ ضرورت کسی نبی کی ہے نہ کسی کتاب کی۔ یہ سچ ہے کہ لفظ خاتم کے معنے مہر کے بھی ہیں۔ اور خاتمہ کے بھی۔ اس لئے اس کی دوسری قرائت خاتم بھی آئی ہے جس سے غرض یہی ہے کہ تمام انبیا اور ان کے کام بند کر دیے گئے اور معلوم ہے کہ مہر ہر چیز کے آخر میں ہوتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چیز موثق بھی ہے اور آخر بھی ہو گئی ہے ایسا ہی انبیا کے کام آپ ہی کے افاضہ کمال سے ہوا کریں گے اس لئے خدائے تعالی کے پر حکمت کلام نے ایک ایسا عجیب اور جامع لفظ اختیار کیا جس میں دونوں امر مضمر ہیں۔ آپ تمام نبیوں کے خاتم ہیں یعنے اُن کی تصدیق کرنے والے اور اُن کی تعداد کی زیادتی اور اُن کے کاموں کو بند کرنے والے یعنے اب جو کار ہدایت ہوگا وہ ہمیشہ آپ کے افاضہ کمال سے ہوگا اور آپ انبیا کے خاتم ہیں یعنے آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ آئیگا اسی بنا پر حضور ختمی مرتبت نے ارشاد فرمایا یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا

انہ لا نبی بعدی۔ اس جملہ لا نبی بعدی کے کہنے کی اس لئے ضرورت ہوئی کہ موسیٰؑ وہارون میں نسبت۔ اور نسبتوں کے سوائے ایک یہ بھی تھی کہ نبی تو دونوں تھے مگر موسیٰ صاحب شریعت تھے اور ہارون غیر صاحب شریعت اور تابع موسیٰ۔ اب غور کا مقام ہے کہ آنحضرتؐ جناب امیرؑ کا اپنی نسبت وہی مرتبہ قائم کرتے ہیں جو ہارونؑ کا موسیٰ کے ساتھ تھا مگر ایک استثنار فرماتے ہیں اگر یہ استثنا نہ ہوتا تو جسطرح حضرت موسیٰ کے ساتھ حضرت ہارون غیر صاحب شریعت پیغمبر تھے اسی طرح آنحضرت کے ساتھ حضرت امیر غیر صاحب شریعت پیغمبر ہوتے نتیجہ یہ ہوتا کہ حضرت امیر بھی ایک غیر تشریعی نبی ہوں۔ مگر جملہ الا انہ لا نبی بعدی نے آنحضرت کے زمانے میں اور آپ کے بعد نبوت غیر تشریعی کے بھی امکان کو دور کر دیا۔ کیونکہ اگر یہ نہ مانیں تو حدیث بے معنے ٹھہرتی ہے پس اس استثنا نے قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ حضور خاتم الانبیا کے بعد تشریعی اور غیر تشریعی کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا اسی لئے خود حضور لامع النور نے قطعی طور پر فرمایا ہے وانہ سیکون فی امتی ثلثون کذابا کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ یعنے میری امت میں تیس کذاب ہونگے جن میں سے ہر ایک کا دعوے ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں تمام پیغمبروں کا ختم کرنے والا ہوں کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں انتہیٰ۔

اب ان مولوی صاحب کے اقوال کے جواب دیے جاتے ہیں۔ پس جو لفظ خاتم بمعنے مہر ہونے پر حضرت امیرؑ کے قول سے استدلال کیا گیا ہے وہ کئی وجوہ سے محل نظر ہے اول یہ کہ یہ حدیث مجہول الصحت ہونے کے علاوہ دوسرے اخبار کثیرہ کی معارض ہے جن سے ثابت ہے کہ خاتم النبیین کے معنے آخر انبیا کے ہیں اور چونکہ وہ باسناد کثیرہ مروی ہیں اور نیز الفاظ قرآن کے ہوا فق ہیں لہذا وہی صحیح ہیں اور یہ روایت ماول ہے اور ان احادیث کا ذکر عنقریب آتا ہے انشاء اللہ تعالےٰ دوسری یہ کہ یہ حدیث متشابہات سے ہے جسکے معنے ظاہری درست نہیں ہو سکتے کیونکہ اسکے معنے یہ ہیں کہ کسی پیغمبر کی نبوت جاری نہیں ہوئی جب تک کہ انکے آنحضرتؐ نے

مہر نہیں لی اور یہ خلاف واقع ہے اسلئے کہ ہر پیغمبر کا آنحضرت سے مہر لینا اس امر کا مستلزم ہے کہ ہر پیغمبر کے عصر میں بطور ظاہر آنحضرت موجود ہوں اور یہ خلاف بدیہیات ہے اور اگر اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ جب تک آنحضرت نے اپنے زمانے میں ہر ہر پیغمبر کی توثیق نہیں کی اہل اسلام انکی نبوت کے معتقد نہیں ہوے تو یہ معنے خلاف ظاہر الفاظ ہیں۔ اسکے علاوہ ہر پیغمبر کے زمانے میں اسکی امت نے اس پیغمبر کی نبوت کو مانلیا تھا اور یہ امر لفظ حدیث لم یجبر کو باطل کرتا ہے تیسرے یہ کہ اگر خاتم النبیین منحصر بمعنے مہر پیغمبران ہو تو جب بھی یہ بات ثابت ہوگی کہ آنحضرت آخر پیغمبران ہیں کیونکہ مہر ہر کتاب اور ہر کاغذ کے آخر میں ہوتی ہے تاکہ معلوم ہو عبارت اسکی ختم ہوگئی اور مہر تک اسکا مضمون موثق ہے چوتھے یہ کہ جب آنحضرت کا یہ مرتبہ ہو کہ آپکی توثیق کے بغیر کسی پیغمبر کی نبوت جاری نہیں ہو سکتی تو آپ سب سے افضل ہوے اور حقیقتہً حال بھی یہی ہے پس اس صورت میں ان مولوی صاحب کا دعوے مساوات آنحضرت و عترۃ آنحضرت باطل ہوا۔ حالانکہ اصل مدعا یہی ہے اور جو ان مولوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنے آخر پیغمبران فرض کرکے کہا ہے کہ وہ خاتم النبیین صفت ہے اور صفت کلی اور نکرہ ہوتی ہے جس کے مفہوم کا صدق اکثیرین پر ممتنع نہیں ہے پس یہ عین جہل یا تجاہل ہے کیونکہ خاتم کے معنے آخر کے مان لئے گئے ہیں اور آخر قطعاً اس کو کہتے ہیں جسکے بعد کوئی نہو پس خود لفظ آخر انبیاء اسپر نص ہے کہ آنحضرت سب انبیاء کے آخر ہیں آپکے بعد کوئی پیغمبر نہیں جیسے کوئی کہے جاءنی القوم واٰخرھم فی المجی زید یعنے فلان قوم میرے پاس آئی اور ان میں سب سے آخر زید آیا پس اس کلام سے ہر وہ آدمی جو مجنوط الحواس نہو یہی سمجھیگا کہ زید کے بعد کوئی نہیں آیا دبعبارۃ اخری خاتم النبیین میں خواہ اضافت معنوی ہو یا لفظی مگر اسکے معنے ایسے ہیں جنکا صدق کثیرین پر ممتنع ہے کیونکہ خاتم صیغہ واحد ہے اور النبیین میں لام استغراق کا ہے جسکے معنے یہ ہوے وہ ایک ایسا پیغمبر ہے جو کل پیغمبروں کے آخر میں ہے اور بنص قرآن یہ صفت خاص آنحضرت کی ہے

جس سے معلوم ہوا کہ آپ سب پیغمبروں کے آخر میں ہیں آپکے بعد کوئی پیغمبر نہین اگر آپ کے بعد کوئی پیغمبر ہو تو آپ آخر پیغمبران نہو سکے اور اس سے صریحا تکذیب قرآن لازم آتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ خاتم النبیین مقام والیں بمعنے معرفہ ہے۔ ایضاً اگر وہ معرفہ نہوتا تو معرفہ کی صفت واقع نہوتا جیسا کہ نہم بحار الانوار کے باب المعجزات میں مرقوم ہے کہ ایک راہب نے حضرت امیر سے ایک معجزہ عظیمہ معاینہ کرکے عرض کی کیا آپ نبی مرسل ہیں فرمایا نہیں پوچھا کیا ملک مقرب ہیں ارشاد کیا نہیں عرض کی پھر آپ کون ہیں فرمایا انا وصی رسول اللہ محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین الخ پس اس حدیث میں رسول اللہ مبدل منہ ہے اور محمد بن عبد اللہ بدل اور موصوف اور خاتم النبیین صفت محمد بن عبد اللہ قطعاً معرفہ ہے اور علم نحو سے ثابت ہے کہ معرفہ کی صفت بھی معرفہ ہونی چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ خاتم النبیین بھی معرفہ ہے مثل رب العالمین کہ بظاہر الفاظ یہ نکرہ ہے کیونکہ اس میں اضافہ لفظیہ ہے جو فائدہ تعریف نہیں دیتی مگر چونکہ اسکے معنے ایسے ہیں کہ بغیر ذات خلاق عالم اسکا اطلاق دوسرے پر ممتنع ہے لہذا وہ معنے معرفہ ہے اسی لئے الحمد للہ رب العالمین میں رب العالمین اللہ کی صفت ہے اور جو ان مولوی صاحب نے کہا ہے کہ وہ خاتم بمعنے آخر خلافِ تفسیر معصوم ہے جو تفسیر بالرای میں داخل ہے پس کئی وجوہ سے منقوض ہے۔ اول یہ کہ اسکے خلاف میں تفسیر معصوم ثابت نہیں اور جو روایت پیش کی تھی اسکا جواب گزرا دوسری یہ کہ ہر لفظ کو اسکے معنے حقیقی پر حمل کرنا خواہ وہ حقیقت شرعیہ ہو یا لغویہ واجب ہے پس تمام اہل لغت و مفسرین و اہل دین اسپر متفق ہیں کہ خاتم النبیین بمعنے آخر پیغمبران ہے پھر اسکو تفسیر بالرای نہیں کہسکتے تیسری یہ کہ یہ تفسیر ہرگز خلاف تفسیر معصوم نہیں بلکہ موافق تفسیر معصوم ہے جس کی نسبت کئی حدیثیں پیش کیجاتی ہیں اول یہ کہ جلد نہم بحار الانوار کے باب نصوص النبی علی الائمہ ص ۱۸۵ مطبوعہ کارخانہ آقا ابراہیم تبریزی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ کے بعد کوئی پیغمبر ہوگا حضرت نے فرمایا لا انا خاتم النبیین ولکن یکون

بعدی ائمۃ من ذریتی الخ یعنے میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہیں تو خاتم الانبیاء ہوں مگر میرے بعد میری ذریت سے امام ہوں گے یہ حدیث صاف طور پر دال ہے کہ آنحضرت نے خاتم کے معنے آخر کے لئے ہیں کیونکہ آپ نے اپنے بعد وجود پیغمبر کا انکار فرما کر ارشاد کیا انا خاتم النبیین اس سے قطعاً ثابت ہے کہ آپ نے اس فقرے کو اپنے بعد عدم نبوۃ پر دلیل گردانا ہے ورنہ آنحضرت کا اس مقام پر یہ لفظ ارشاد کرنا لغو ہوتا۔ دوسری حدیث خلاصہ کلام جناب آقا سے حائری میں ابھی ایک حدیث گزری کہ آنحضرت نے فرمایا میری امت میں ایسے تیس کذاب ہونگے جو ہر ایک مدعی نبوت ہوگا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں تیسری حدیث جلد ششم بحار الانوار باب حدیث المنزلت میں مرقوم ہے عمر اور سلمہ ابنائے حضرت ام سلمہؓ کہتے ہیں ہمنے ایک حج میں آنحضرت کو علیؑ کی نسبت یہ فرماتے ہوئے سنا ھو منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا ان اللہ تعالیٰ ختم النبوۃ فلا نبوۃ بعدی یعنے علیؑ میری نسبت ایسے ہیں جیسے ہارونؑ موسےؑ کی نسبت تھے مگر خدائے تعالیٰ نے میری سبب سے نبوت ختم فرمادی پس میرے بعد نبوت نہیں ہے چوتھی حدیث اصول کافی باب فی ان الائمۃ بمن یشبھون ممن مضے میں مروی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ان اللہ عز ذکرہ ختم بنبیکم النبیین فلا نبی بعدہ ابدا وختم بکتابکم الکتب فلا کتاب بعدہ ابدا یعنے خدائے تعالے نے تمہارے پیغمبر کے سبب کل انبیاء کو ختم فرمادیا پس آنحضرت کے بعد ابدا کوئی پیغمبر نہیں اور تمہاری کتاب یعنے قرآن سے تمام کتابوں کو ختم فرمادیا پس قرآن کے بعد قیامت تک کوئی کتاب نہیں اور معلوم ہے کہ خاتم ختم سے ماخوذ ہے اور ان احادیث میں ختم کے معنے قطعاً (آخر کیا) کے ہیں پس خاتم کے معنے آخر کرنے والے کے ہوئے۔

قال ومتبادر از اقوال بعضے از علماء در نفی نبوت بعد از پیغمبر نبوت تازہ است و نبوت ائمہ کہ مراد از ان نبوت تازہ نیست خارج از نبوۃ تازہ منفیہ است بلکہ نبوت ائمہ بمعنے حفظ شریعت

آنحضرت است چنانچہ انبیاء سابقین کہ حافظین شریعت پیغمبران اولو العزم بودہ اند واطلاق انبیاء بر ذوات ایشان شدہ است پس حافظان شریعت را انبیا گفتہ اند پس ائمہ ما ہم کہ حافظان شریعت آنحضرت بودند اطلاق نبی بر ہر فردی از افراد ایشان جائز است۔

اقول اس کلام مختل انتظام میں کئی اسقام ہیں اول یہ کہ جملہ علمائے اعلام کے کلام سے مصرح بعد آنحضرت نفی نبوت مطلقہ ہے نہ نفی نبوت مقیدہ۔ اور جس طرح حدیث متواتر میں لا نبی بعدی وارد ہے اسیطرح علماء نے کہا ہے لا نبی بعدہ کہ جسکا ترجمہ علامہ مجلسی نے حق الیقین میں اسطرح کیا ہے ''بعد آنحضرت پیغمبری نیست'' اور جملہ فقہا نے کتب فقہیہ میں بالاتفاق لکھا ہے ویقتل مدعی النبوۃ بعد نبینا کما مر پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت کے بعد نہ کوئی نبی تازہ ہے نہ غیر تازہ نہ کوئی اولو العزم ہے نہ غیر اولو العزم دوسرے یہ کہ اس مقام پر ان مولوی صاحب کے کلام سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت نبی اولو العزم صاحب شریعت تازہ تھے اور ائمہ ع غیر اولو العزم اور حافظ شریعت آنحضرت۔ پس آنحضرت کی نبوت اور ائمہ کی نبوت مفروضہ میں فرق بین ہوا۔ حالانکہ ان مولوی صاحب نے اسی رسالہ اثبات النبوۃ والرسالہ کے صـ ۱۲ میں لکھا ہے ''وبہر معنے کہ حضرت محمد را نبی می گویند بہمان معنے این بزرگواران را نبی می توانیم گفت'' پس ان دونوں کلاموں میں قطعاً تعارض ہے تیسرے یہ کہ جب آنحضرت نبی اولو العزم صاحب شریعت اور متبوع تھے اور ائمہ علیہم السلام غیر اولو العزم۔ حافظ شریعت آنحضرت اور تابع تو قطعاً آنحضرت ائمہ سے افضل ہوئے اور خود ان مولوی صاحب کے بیان سے دعوئے مساواۃ آنحضرت وائمہ باطل ہوا۔ چوتھے یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا ''پس ائمہ ما ہم کہ حافظان شریعت آنحضرت بودہ اند اطلاق نبی بر ہر فردی از افراد ایشان جائز است'' پس کئی وجوہ سے منقوض ہے اول یہ کہ ان مولوی صاحب کا یہ فتوے خلاف نصوص متواترہ ہے جب تواتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو گئی آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں تو پھر کسی شخص پر لفظ نبی

کا اطلاق جائز کیا۔ حرام اور باعث خروج از اسلام ہوگا۔ دوسرے یہ کہ یہ قسمے محض قیاسی ہے جو مذہب شیعہ میں ناجائز ہے اگر شرائع سابقہ میں حافظان شریعت الوالعزم پر انبیا کا اطلاق ہوا ہے تو یہ ضرور نہیں کہ ہمارے دین میں بھی آنحضرت کی شریعت کے حافظ و مروج پر لفظ نبی کا اطلاق جائز ہو تیسرے یہ کہ شرائع سابقہ میں بھی محض حافظ شریعت ہونے سے کسی کو نبی نہیں کہا گیا ہے اور نہ اسکو نبی کہنا جائز ہے بلکہ تمام انبیاء کی نبوت نصوص قرآن یا احادیث سے ثابت ہوئی ہے اور جس کی نبوت پر نص نہیں اور وہ حافظ شریعت ہے تو اسکو وصی کہا گیا ہے نہ نبی۔ چوتھے یہ کہ ہر چند ائمہ علیہم السلام حافظان شریعت آنحضرت ہیں اور انبیائے غیر اولوالعزم بھی حافظان شرائع انبیائے اولوالعزم۔ مگر فرق ائمہ اور انبیائے غیر اولوالعزم میں یہ ہے جو اکثر احادیث سے ثابت ہے کہ امام کوئی حکم شرعی خواب میں نہیں دیکھتے بلکہ جتنے احکام شرعیہ ہیں سب انہیں آنحضرت کے ذریعہ سے ملے ہیں بخلاف انبیائے غیر اولوالعزم کہ کبھی ان کو کوئی حکم خواب میں بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے سابع بحار الانوار کے باب انہم محدثون مفہمون والفرق بینہم وبین الانبیاء میں احادیث کثیرہ نقل کرکے فرمایا ہے۔ والذی یظہر من اکثرہا ہو ان الامام لا یری الحکم الشرعی فی المنام والنبی قد یراہ یعنی جو فرق کہ اکثر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ امام کوئی حکم شرعی خواب میں نہیں دیکھتا اور نبی حکم شرعی کبھی خواب میں دیکھتا ہے ایضاً علامہ مجلسی نے اسی باب میں بیان کیا ہے جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے ہو سکتا ہے کہ فرق امام اور انبیائے غیر اولوالعزم میں یہ ہو کہ ائمہ آنحضرت کے نائب ہیں کوئی حکم بغیر نیابت نہیں پہونچاتے اور انبیا اگرچہ اپنے غیر کی شریعت کے تابع ہیں مگر وہ بالاصالت مبعوث ہوتے ہیں ہر چند وہ نیابت اس اصالت سے افضل ہے اور بہرحال ہم کو یہ اعتقاد ضرور ہے کہ ائمہ علیہم السلام انبیاء نہیں ہیں الخ پانچویں یہ کہ یہ مولوی صاحب دعوے کرتے ہیں کہ ہمارے ائمہ پر اطلاق لفظ انبیاء جائز ہے۔ اور علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ہمکو یہ اعتقاد ضرور ہے کہ ائمہ انبیاء نہیں ہیں اور

ئے معنے بھی وصیت کے تمام ہونے اور آخر کو پہونچنے کے ہیں نہ کامل ہونے کے مگر جس طرح سے کہ ہمنے سابق میں بیان کیا وصی اور وصیت کے دو اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار کی بنا پر حضرت امیر کے سبب وصیت ختم ہوگئی یعنے انبیائے سلف کی وصیت ختم ہوگئی اور اوصیائے انبیائے سلف بھی ختم ہوگئے۔ تیسری حدیث وہ ہے جو مجلد تاسع بحار باب ان فیہ خصال الانبیاء میں مروی ہے انس کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو یہ کہتے ہوئے سنا انا خاتم الانبیاء وانت یا علی خاتم الاولیاء ہیں اولا یہ حدیث بالکل ضعیف ہے جو قابل استناد نہیں کیونکہ اسکے اکثر رواۃ مجاہیل اور غیر ثقہ ہیں۔ ثانیاً خاتم الاولیا بمعنے خاتم الاوصیاء ہے اور ختم اوصیاء کی وجہ سابق میں بیان ہوچکی چوتھی حدیث جو ان مولوی صاحب نے پیش کی ہے وہ ہے جو بحار میں حضرت امیر سے مروی ہے کہ آنحضرت نے ہزار انبیاء کو ختم فرمایا اور میں نے ہزار اوصیاء کو ختم کیا پس یہ حدیث غریب ہے کیونکہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ جملہ انبیاء ایک لاک چوبیس ہزار گزرے ہیں جنکے آخر میں آنحضرت ہیں لہذا صحیح حدیث وہ ہے جو بحار کی نویں جلد کے باب ما بین من مناقب نفسہ میں بصائر الدرجات سے منقول ہے کہ حضرت امیر نے فرمایا ان رسول اللہ صلعم ختم مائۃ الف نبی واربعۃ وعشرین الف نبی وختمت انا مائۃ الف وصی واربعۃ وعشرین الف وصی الخ پس خود اس حدیث سے دو امور صاف طور پر ثابت ہوتے ہیں جو ان مولوی صاحب کے دعوے کے خلاف ہیں۔ اول یہ کہ آنحضرت ایک لاک چوبیس ہزار پیغمبروں کے آخر میں ہیں پھر اگر آپکے بعد کوئی پیغمبر ہو تو تعداد بڑھ جائے گی جو احادیث کثیرہ مستفیضہ کے خلاف ہے دوسرے یہ کہ اوصیاء انبیائے سلف کو حضرت امیر نے ختم فرمایا ہے اور آپکے بعد جو اوصیاء ہیں وہ آنحضرت ہی کے ہیں نہ دوسرے انبیا کے۔ اسی طرح ان مولوی صاحب نے اور پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جن میں حضرت امیر کی شان میں لفظ خاتم الوصیین وارد ہے جس کی وجہ ہمنے بیان کردی۔

حدیثوں کا بیان

قال وہم عالم موصوف استدلال فرمودند باحادیث کثیرہ کہ دلالت دارند بر ثبوت نبوت ائمہ علیہم السلام۔

حدیث اول مروی از اصول کافی باب ان الائمۃ محدثون مفہمون صہ ۶۷ چاپ ہند و ہفتم بحار باب الارواح التی فیہم صہ ۲۶۸ و جلد اول باب اول فصل دوم صہ ۱۲ چاپ ہند حیوٰۃ القلوب کہ ملخصش آنست کہ آنحضرت پنج روحی داشت۔ روح قوۃ و روح شہوۃ و روح حیوٰۃ و روح ایمان و روح قدس کہ باو متحمل نبوت بود و بعد از ارتحال آنحضرت غیر از چہار ارواح فقط روح قدس کہ متحمل نبوت بود بجناب امام منتقل شد۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ ہر چند ان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہے مگر ائمہ علیہم السلام کیساتھ روح قدس کا ہونا۔ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور اسکو نبوت ائمہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ روح قدس محض مفیض علم ہے ابداس سے نبی و امام کی طرف بعض علم پہونچتا ہے چنانچہ سابع بحار کے باب الارواح التی فیہم وانہم مویدون بروح القدس میں ہے عن حمران بن اعین قال قلت لابی عبد اللہ أ انبیاء انتم قال لا قلت لقد حدثنی من لا اتہم انک قلت انا انبیاء قال من ہو۔ ابوالخطاب قال قلت نعم قال کنت اذا اہجر قال قلت فبما تحکمون قال بحکم آل داؤد فاذا ورد علینا شئ لیس عندنا تلقانا بہ روح القدس۔ حمران بن اعین کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق ؑ سے عرض کی کیا آپ حضرات انبیا ہیں فرمایا نہیں۔ میں نے کہا کہ ایک شخص نے جو میرے نزدیک غیر متہم ہے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم پیغمبر ہیں حضرت نے فرمایا وہ شخص ابوالخطاب ہوگا۔ میں نے عرض کی ہاں حضرت نے فرمایا کہ اگر میں یہ کلمہ کہوں تو ہذیان گو ہونگا۔ میں نے عرض کی پھر آپ کس ذریعہ سے احکام بیان فرماتے ہیں

معنوں کے رو سے ثابت ہے کہ آنحضرت آخر پیغمبران ہیں آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں اگر ان دونوں
معنوں کے سوائے کسی اور معنے میں لفظ ختم مستعمل ہو تو وہ مجاز ہوگا اور معلوم ہے کہ بغیر ضرورت
معنے حقیقی کو ترک کر کے معنے مجازی مراد لینا جائز نہیں ہے علی الخصوص ایسی صورت میں جب کہ
اور نصوص متواتر اس معنے حقیقی کے معاون ہوں دوسری یہ کہ خاتم بمعنے کامل قرآن وحدیث میں
مستعمل نہیں من ادعی فعلیہ البیان پس خاتم الذاکرین وخاتم المحدثین پر خاتم النبیین کا قیاس
کرنا قیاس مع الفارق ہے تیسرے یہ کہ ان مولوی صاحب کی تمام تر کوشش اس بارے میں ہے
کہ آنحضرت اور ائمہ میں مساوات مطلقہ ثابت کریں پس اس مقام پر جو خاتم النبیین کے معنے کامل
النبیین کے بیان کئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ جس پیغمبر پر خاتم النبیین کا اطلاق ہوا ہے وہ کمال انبیا
میں کامل ہے اس سے یہ نتیجہ متیقن ہے کہ آنحضرت جملہ انبیا سے افضل ہیں کیونکہ آنحضرت بنص
قرآن خاتم النبیین ہیں اور دوسرے انبیا خواہ باعتقاد فاسد مولوی صاحب موصوف ائمہ علیہم السلام
ہوں یا انبیائے سلف سب غیر خاتم النبیین ہیں پس بہرصورت آپ کا دعوے مساوات خود
آپ کے قول سے باطل ہوا۔

قال وانچہ گفتہ شد کہ در اخبار معتبرہ بسیار اطلاق لفظ خاتم الوصیین بر امیر المومنین شدہ است
منجملہ ان چند حدیث این است جلد ہشتم بحار (الیٰ اخرہ)

اقول ہرچند احقر نے خاتم الوصیین کے معنے بیان کر دے اور خاتم النبیین اور خاتم الوصیین
کا فرق بتا دیا ہے مگر افادہ مومنین کیلئے ان مولوی صاحب کی پیش کردہ حدیثوں کی نسبت کسی
قدر تفصیل سے بحث کیجاتی ہے جاننا چاہئے کہ پہلی حدیث جو مجلد تاسع بحار باب جوامع مناقبہ
میں روضہ وفضائل ابن شاذان سے مروی ہے اسکے آخر کا محصل یہ ہے کہ ایک درخت خرما سے
آنحضرت اور امیر المومنینؑ کی نسبت یہ آواز بلند ہوئی کہ یہ خاتم النبیین ہیں اور وہ خاتم الوصیینؑ ہیں
پس یہ روایت غریب اور مخالف روایات کثیرہ معتبرہ ہے کیونکہ اسی مجلد کے باب المعجزاتہ
میں جابر بن عبداللہ انصاری حذیفہ بن الیمان عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عثمان امیر المومنینؑ

امام موسیٰ کاظمؑ اور امام رضاؑ سے مروی ہے جسکا محصل یہ ہے اصحاب متذکرۃ الصدر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم آنحضرت کے ہمراہ تھے اور آپکا دست مبارک امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں تھا پس نخلستان مدینہ میں ایک نخل کے قریب سے ہمارا گزر ہوا ناگاہ اس درخت سے یہ صدا بلند ہوئی ھذا محمد المصطفےٰ وھذا علی المرتضیٰ (الیٰ ان قال) پھر ہمارا گزر ایک اور درخت کے قریب سے ہوا یکایک اس درخت سے یہ آواز آئی ھذا محمد سید النبیین وھذا علی سید الوصیین یعنے یہ محمد تمام پیغمبروں کے سردار ہیں اور وہ علیؑ تمام اوصیاء کے سردار ہیں اور قریب اسکے کتب معتبرۂ اہل سنت میں بھی مرقوم ہے پس یہ حدیث جو باسناد کثیرہ مشہورہ بل متظافرہ مروی ہے بہ نسبت روایت سابقہ اصح ہے اور اس میں حضرت امیر کی نسبت لفظ سید الوصیین وارد ہے جو روایت پیش کردہ مولوی صاحب موصوف میں قطعاً سہو راوی سے خاتم الوصیین ہوگیا ہے۔ دوسری حدیث وہ ہے جو مجلد تاسع بحار الانوار باب ولادت امیر المومنین علیہ السلام میں ایک طولانی مضمون پر مشتمل ہے جسکا بعض یہ ہے کہ شرم نے (جو ایک نیک بندہ تھا) حضرت ابوطالب سے کہا کہ جب علیؑ پیدا ہوں تو میری طرف سے انہیں سلام پہونچانا اور کہنا کہ شرم خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اور آپ گواہی دیتا ہے کہ آپ آنحضرت کے وصی ہیں بمحمد یتم النبوۃ وبک یتم الوصیۃ (الیٰ ان قال) پھر ابوطالب نے اہل مکہ کو امیر المومنینؑ کی ولادۃ کی خبر دی اور کہا یختم بہ الوصیین۔ الحدیث اور اسی حدیث میں ایک دوسرے مقام پر مروی ہے کہ خود حضرت امیرؑ نے فرمایا بمحمد یختم اللہ النبوۃ وبی یتم الوصیۃ پس یہ حدیث فی الحقیقہ ختم نبوت آنحضرت پر نص ہے اور ان مولوی صاحب کے اعتقاد کی مخالف کئی وجوہ سے اول یہ کہ لفظ بمحمد یتم النبوۃ وبمحمد یختم اللہ النبوۃ اس امر پر نص ہے کہ آنحضرت پر نبوۃ ختم ہوگئی آپ کے بعد مطلق کوئی پیغمبر نہیں۔ دوسرے یہ کہ جو تاویل ان مولوی صاحب نے لفظ خاتم میں کی تھی یہاں اسکی مطلق گنجایش نہیں ہے تیسرے یہ کہ یختم بہ الوصیین اور یتم الوصیۃ

مجھے امید ہے کہ کوئی مسلمان علامہ مجلسی کے اس قول متفق علیہ پر جو ضروری دین اسلام سے ہے ان مولوی صاحب کے قول کو جو عین کفر ہے ترجیح نہ دیگا چاہئے یہ کہ ان مولوی صاحب کا دعوےٰ اس رسالہ میں مقامات کثیرہ پر یہ تھا کہ ائمہ علیہم السلام نبی بھی ہیں اور رسول بھی اور رسول وہ ہے جو شریعت تازہ لائے جیسا کہ سید العلماء مولانا السید حسین مرحوم مجتہد لکھنوی نے حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم صفحہ ۲ میں اور دوسرے علمانے تحریر فرمایا ہے پھر یہ تعریف ہمارے ائمہ پر کیونکر صادق آسکتی ہے حالانکہ خود ان مولوی صاحب نے اس رسالہ میں کئی مقامات پر لکھا ہے کہ ائمہ نبی و رسول تازہ نہ تھے چنانچہ اس مقام پر بھی اسکا ذکر کیا ہے اور اسی بنا پر مقام ہذا میں ائمہ پر انبیاء کے اطلاق کے جواز کا دعوےٰ کیا ہے نہ لفظ رسول کے اطلاق کا بہرحال ان مولوی صاحب کے بیانات آپس میں معارض ہیں۔

قال و بدانید کہ لفظ خاتم النبیین مانع وجود نبی دیگر نیست مثل لفظ خاتم الوصیین کہ مانع وجود وصی دیگر نیست زیرا کہ اطلاق لفظ خاتم الوصیین بر ذات امیر المومنین در اخبار معتبرہ بسیار وارد است و حالانکہ باجماع جمیع شیعہ اثنا عشریہ وصیت با امیر المومنین انحصار ندارد و بلکہ یازدہ فرزندان او علیہم السلام ہم وصی ہستند و گفتن آنحضرت حضرت علی را خاتم الوصیین دلیل نیست بہ عدم وصی دیگر نیست و چون ثابت شد کہ لفظ خاتم الوصیین مانع وجود وصی دیگر نیست ہمچنین ثابت شد کہ لفظ خاتم النبیین مانع وجود نبی دیگر نیست۔

اقول وباللہ التوفیق۔ یہ شبہ عاطل کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا نص قرآن سے ثابت ہے جو قطعی الصدور ہے اور امیر المومنینؑ کا خاتم الوصیین ہونا روایات احاد سے ہے جو مظنونات سے ہے پس قیاس یقینیات کا مظنونات پر قیاس مع الفارق ہے دوسرے یہ کہ معنے خاتم النبیین کے خلاف میں کوئی نص قطعی موجود نہیں جسکے سبب خاتم النبیین کی تاویل کی ضرورت ہو حالانکہ اور نصوص قطعیہ آنحضرت کے آخر انبیاء ہونے

پر اور اس امر پر وارد ہیں کہ آپکے بعد کوئی پیغمبر نہیں اسی لئے یہ مسئلہ ضروری دین اسلام
سے ہوگیا ہے بخلاف خاتم الاوصیاء کے کہ جسکے خلاف میں نصوص قطعی وارد ہیں یعنی یہ امر بل
احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت کے اوصیاء بارہ ہیں لہذا خاتم الوصیین کی تاویل
ضرور ہوگی تیسری یہ کہ حضرت امیر کا خاتم الاوصیاء ہونا باین معنے صحیح ہے کہ آپ پر وصیت
بلا فصل ختم ہوئی اب رہی وصیت مع الفصل تو وصیت بلا فصل اس کی مانع نہیں ہے
ایضاً باین معنے حضرت امیر کا خاتم الاوصیاء ہونا صحیح ہے کہ جب نبوۃ ختم ہوئی تو ختم وصیت
بھی لازم ہے یعنی آنحضرت کے بعد جب کوئی پیغمبر نہیں تو اسکا وصی بھی نہیں بعبارۃ اخریٰ
جب انبیاء ختم ہوے تو انکے اوصیاء بھی ختم ہوے پس آنحضرت آخر انبیاء ہیں تو امیر المومنین
آخر اوصیاء ہیں یعنی اب کسی دوسرے پیغمبر کا کوئی وصی نہیں۔ اب رہی آنحضرت کی وصایت
تو چونکہ نصوص متواترہ سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ کے بارہ اوصیاء ہیں اس صورت میں حضرت
امیر اول اوصیاء اور صاحب الامر آخر اوصیا ہونگے۔ الحاصل وصیت کے دو اعتبار ہیں ایک اعتبار
سے امیر المومنین خاتم الاوصیا ہیں اور دوسرے اعتبار سے آپ اول اوصیاء ہیں بخلاف نبوت کے
کہ اس کے دو اعتبار نہیں پس آپکے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں ہے۔ فافہم ولا تکن من
الغافلین۔

قال واستعمال لفظ خاتم بر شخص کامل می شود زیرا کہ معنے ختم بنا بر آنچہ در لغت قاموس آمدہ بلغ
آخرہ است یعنی بکمال رسید پس بسوے ہر لفظیکہ لفظ خاتم مضاف شود کامل آن مضاف الیہم
خواہد بود مثل خاتم الذاکرین کہ ہر شخص کہ در ذاکری و روضہ خوانی کامل باشد اطلاق کردہ میشود
و این در عرف خاص مستعمل است و منحصر در ذات شخص واحد نیست بلکہ ہر کامل در روضہ خوانی را
خاتم الذاکرین می گویند پس معلوم شد کہ لفظ خاتم الذاکرین مانع وجود ذاکر دیگر نیست۔

اقول کئی وجوہ سے منقوض ہے اول یہ کہ لفظ ختم کے معنے حقیقی دو ہیں۔ اول آخر کو
پہونچانا یعنی تمام کرنا۔ دوسرے مہر کرنا۔ اسکے تمام کتب لغت شاہد ہیں۔ اور ان دونوں

حضرت نے فرمایا جس طرح آل داؤد نے حکم کیا تھا۔ پس جب کوئی امر ہمارے روبرو پیش ہو جسکا علم ہمکو نہو تو روح قدس کے ذریعہ سے ہمکو اسکا علم ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث شریف اس امر پر نص ہے کہ باوجود روح القدس ائمہ علیہم السلام پیغمبر نہیں اور یہ علم بھی احکام شرع یا شریعۃ تازہ سے متعلق نہیں بلکہ وہ اخبار گذشتہ و آیندہ وغیرہا سے متعلق ہے۔ اور علامہ مجلسی ور کنت اذا اہجبا کی اسطرح شرح فرماتے ہیں۔ یعنے میں نے یہ بات نہیں کہی اور ادعاے نبوت نہیں کیا ابو الخطاب نے مجھ پر افترا کیا ہے اگر میں ایسا کہتا تو میرا قول ہذیان ہوتا اور مجھ سے ایسے ہذیانات صادر نہیں ہو سکتے" اور اخبار کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے کہ ابو الخطاب غالی ملعون تھا حضرات ائمہ علیہم السلام نے اسکی تکفیر کی ہے اور اسپر لعنت فرمائی ہے۔ پس الحمد للہ کہ ان مولوی صاحب کا جواب خود صادق علیہ السلام نے ادا فرمایا ہے اور قول بہ نبوت ائمہ علیہم السلام کو حضرت نے ہذیان فرمایا ہے۔ ایضاً احادیث کثیرہ سے جو وہ بھی اسی باب میں مروی ہیں ثابت ہے کہ روح القدس پیغمبروں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ انبیاء و اوصیاء دونوں کے ساتھ یہ روح رہتی ہے چنانچہ حضرت صادق سے مروی ہے کہ فرمایا ان فی الانبیاء والاوصیاء خمسۃ ارواح روح القدس و روح الایمان الخ پس روح القدس کی معیت سے ائمہ کی نبوۃ پر استدلال دلیل بے فہمی ہے۔

قال حدیث دوم۔ مرویست در جلد سابع بحار باب انہ جری لھم من الفضل والطاعۃ ماجری لرسول اللہ وانھم فی الفضل سواء ص ۳۷۱ (کہ ترجمہ اش اینست) روایت کرد شیخ حسن بن سلیمان در کتاب مختصر از کتاب سید حسن بن کبش باسناد او تا مفید کہ مرفوع کردہ است او تا ابو بصیر کہ روایت می کند از امام جعفر صادق از پدرانش کہ فرمود فرمود رسول خدا کہ بہ تحقیق کہ خدا برگزید از روزہا روز جمعہ را و از ماہا ماہ رمضان را و از شبہا شب قدر را و برگزید از مردم انبیا و رسل را و برگزید مرا از انبیا و رسل و برگزید از من علی را و برگزید از علی حسن و حسین را و برگزید از حسین اوصیاء را کہ منع می کنند از تنزیل تحریف ضالین را و انتحال مبطلین را و تاویل

جاہلین انہم ہم ایشان باطن ایشان ظاہر ایشان قائم ایشان وآن افضل ایشان است وازین حدیث ثابت شد کہ حضرت علی و اولاد طاہرین او دارائے مراتب اربعہ نبوت و رسالت و امامت و ولایت بودند ورنہ ترجیح مفضول لازم می آید وآن قبیح است۔

اقول ناظرین باتمکین بہ نظر تعمق ملاحظہ فرمائیں کہ کوئی لفظ اس حدیث میں ایسا نہیں جو نبوت ائمہ پر دلالت کرے اور کوئی کلمہ اسمیں ایسا نہیں جس سے معلوم ہو کہ ائمہ دارائے نبوۃ و رسالت وغیرہا تھے اور چونکہ ان مولوی صاحب نے اس حدیث کو دسویں آیت کے بیان میں پیش کیا ہے اور اسی مقام پر ہم نے اسکا تفصیلی اور مدلل جواب دیدیا ہے لہذا اسکی تکرار کی یہاں ضرورت نہیں۔ ناظرین چند ورق الٹکر وہ مقام ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

قال حدیث سوم کہ مرویست در کتاب غایۃ المرام در باب بست و دوم حدیث شاسی و سوم و نیز در کتاب ارشاد شیخ مفید رہ در اوائل کتاب از امام محمد باقر روایت کردہ و حدیث طویلی است و اسمائے ائمہ اثنا عشر در آن مذکور است و در ذکر امام ہشتم بقول خدا عبارۃ این نوشتہ است ہر کہ تکذیب امام ہشتمین کند ہمہ اولیائے مرا تکذیب کردہ و علی ولی و ناصر دین من است و بارہائے گران نبوت را بر دوش او بار کنم و قوت کشیدن انرا با و عطا کنم الخ۔

اقول یہ روایت بھی باوجود اس کے کہ قطعاً احاد سے ہے مقطوع السند و مجہول الصحت ہے جو اصول عقاید میں اصلا بکار آمد نہیں اور معلوم ہے کہ مسئلہ نبوت یقیناً اصول عقاید سے ہے۔ ایضاً ایسی روایتیں نص قرآن اور اخبار متواترہ سے تعارض کی صلاحیت نہیں رکھتیں چنانچہ خود ان مولوی صاحب نے اسی رسالہ یعنی اثبات النبوت کے صفحہ ۲۴ میں ایک حدیث کی نسبت کہا ہے دوم آنکہ این روایت (عیسیٰ الخ) از احاد است باعث وجوب اعتقاد نمی شود و سوم آنکہ مخالف احادیث کثیرہ متواترہ آمدہ شاذ است و واجب الترک است و معمول الاعتماد نیست لطف مزید یہ ہے کہ مسئلہ فرعیہ میں بھی اختلاف روایات کی صورت میں شہرت اصحاب پر عمل کرنے کے لئے ہم مامور ہیں معصومین علیہم السلام نے فرمایا ہے خذ ما اشتہر بین اصحابک

یعنے اس حدیث پر عمل کر جو بین العلما مشہور رہے چنانچہ ان مولوی صاحب نے اسی رسالہ کے صفحہ ۴۲ میں اس امر کا بھی اعتراف کیا ہے پس ہزار افسوس ہے کہ باوجود ان اعترافات کے معتقدات میں خود ایسی روایات پیش کرتے ہیں جو یقیناً احاد سے ہونیکے علاوہ مشہور بھی نہیں بلکہ صحیح بھی نہیں اور وہ قطعیاً ادلہ قطعیہ کی مخالف ہیں الحاصل یہ حدیث بھی جو یہاں پیش کی گئی ہے بسبب مخالفت نص قرآن و احادیث متواترہ و اجماع اہل قبلہ مطروح یا ماول ہے اور بار ہے گر ان نبوت سے مراد وہ احکام شرعیہ ہیں جو آنحضرت نے بلا واسطہ بشر خدائے عالم سے اخذ کئے ہیں اور اُن کی حفاظت و ترویج حضرت امیر المومنین کے سپرد فرمائی ہے۔

قال حدیث چہارم مرویست از جلد سابع بحار درباب جوامع مناقبہم و فضائلہم (الی ان قال) روایت شدہ است از ابو سعید خدری کہ گفت کہ خطبہ خواند جناب امیرؑ پس گفت اے مردم (الی ان قال) بہ تحقیق کہ ما اہل بیت ہستیم کہ خاص کردہ است خدا ما را برحمت و حکمت و نبوت و عصمت از ماست خاتم انبیاء (الخ) و درین حدیث بتصریح تمام جناب امیری فرماید بہ تحقیق کہ ما اہل بیت ہستیم کہ خاص کردہ است ما را خدا برحمۃ و حکمت و نبوۃ و عصمت پس در قول امیر علیہ السلام انکار و شک کردن از درجہ ایمان ساقط می کند۔

اقول جاننا چاہئے کہ اصل اس حدیث کی شیخ رجب برسی سے ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے بحار کے باب جوامع مناقبہم میں شیخ رجب برسی کی کتاب مشارق الانوار سے مسلسل تین حدیثیں نقل کی ہیں اور انکی ابتدا اس طرح فرمائی ہے "اقول روی البرسی فی مشارق الانوار عن جابر بن عبد اللہ الخ" یہ پہلی حدیث ہے اسکے ختم کے بعد پھر مجلسی فرماتے ہیں "وروی عن عمار بن سنان الخ" یہ دوسری حدیث ہے اسکے تمام ہونیکے بعد لکھا ہے "وروی عن ابی سعید الخدری الخ" یہ تیسری حدیث ہے جسکو ان مولوی صاحب نے اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کیا ہے۔ اور معلوم ہے کہ شیخ رجب برسی ہرگز علمائے موثقین شیعہ سے نہیں ہیں بلکہ وہ ایک صوفی اور غالی ہیں اور انکی کتاب

مشارق الانوار بالکل غیر معتبر۔ اگر یہاں یہ کہا جاوے کہ جب شیخ برسی غیر موثق اور انکی کتاب مشارق الانوار غیر معتبر ہے تو پھر علامہ مجلسی نے انکی روایت بحار الانوار میں کیوں نقل کی اسکا جواب یہ ہے کہ علامہ مجلسی کبھی بعض وہ اخبار غیر معتبرہ بھی جن کے بعض مضامین اخبار معتبرہ سے موید ہوں نقل کرتے ہیں۔ پھر اسکے قبل یا بعد حدیث معتبر نقل فرماتے ہیں پس جس مضمون کی تائید حدیث معتبر سے ہو وہ اعتبار کے لائق ہے لا غیر اور یہ طریقہ علماء فریقین میں مستمر اور جائز ہے مگر روایت غیر معتبر منفرداً ہرگز لائق استناد نہیں۔ چنانچہ خود علامہ مجلسی نے جلد دوم حیوات القلوب کے باب سوم میں بعض روایات اسی مشارق الانوار سے نقل کرکے آخر باب میں فرماتے ہیں وہر چند اخبار کتاب انوار وکتاب شاذان در درجہ اعتبار سائر کتب اخبار نیستند ولکن چون مشتمل بر معجزات و موئد باخبار معتبرہ دیگر بوند ایراد شد۔ او قصص العلماء کے صہ۵ میں بذکر شیخ احمد احسائی مرقوم ہے زخامسًا در باب انا خالق السموات والارض می گویم کہ این خبر مجعول وکذب محض وافترا است واین خبر در خطبۃ البیان مجموعی دہرا است کہ از موضوعات است وشیخ رجب برسی صوفی نیز آنرا در کتب خود نقل کردہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ رجب برسی صوفی تھے۔ اور اپنی کتابوں میں جعلی حدیثیں درج کیا کرتے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث قطعاً غیر معتبر ہے جس سے فروعات میں بھی استدلال صحیح نہیں۔ حالانکہ مانحن فیہ اصول عقائد سے ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس روایت میں جو کلمہ محل اشتباہ ہے وہ یہ ہے انا اھل بیت خصنا اللہ بالرحمۃ والحکمۃ والنبوۃ والعصمۃ حالانکہ اس بیان میں ضمیر جمع متکلم کا استعمال کیا گیا ہے جسمیں آنحضرت بھی شریک ہیں اور لفظ نبوت آنحضرت سے مختص ہے اور یہ امر بعید نہیں کہ اگر کسی خاندان میں ایک شخص عالم ہو اور دوسرا حکیم اور تیسرا فصیح تو اس خاندان کے لوگ کہیں کہ ہم وہ ہیں کہ ہمکو خدا نے علم وحکمت وفصاحت سے سرفراز فرمایا ہے چنانچہ بعد شہادت سید الشہداؑ جب آپکے اہل بیت دربار یزید میں پیش کئے گئے اُس وقت حضرت زینب بنت امیر المومنینؑ نے یزید کے

کے روبرو ایک خطبہ فصیحہ وبلیغہ پڑھا جس کا ایک فقرہ یہ ہے۔ نحو الذی شرفنا بالوحی والکتاب۔ والنبوۃ والانتجاب الخ یعنے اس خدا کی قسم جس نے ہم کو وحی اور قرآن اور نبوت اور نجابت سے مشرف فرمایا الے اخرہ ہیں باوجود اس کے کہ حضرت زینب قطعاً پیغمبر نہیں اور غالباً یہ مولوی صاحب بھی آپ کو پیغمبر نجانتے ہونگے آپ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو نبوت وکتاب سے مشرف فرمایا جس کے معنے یقیناً یہ ہیں کہ ہمارے جد بزرگوار کو خدا نے نبوت وکتاب دی ہے چونکہ حضرت زینب آنحضرت کی نواسی ہیں لہذا آپ نے نبوت وکتاب کو اپنی طرف نسبت دی۔ اور یہ خطبہ شریفہ دہم بحار میں کئی علما سے مروی ہے۔ اور یہ بیان حقیر پر دلیل راسخ ہے اسکے علاوہ خاص اسی حدیث میں ہے کہ حضرت امیر نے فرمایا منا خاتم الانبیاء اور خاتم الانبیاء کے معنے قطعاً آخر انبیاء کے ہیں جسکا ثبوت گزرا۔ اور وہ جو ان مولوی صاحب نے کہا کہ جناب امیر علیہ السلام کے قول میں شک کرنا درجہ ایمان سے ساقط کرتا ہے پس بے شک صحیح ہے مگر ان مولوی صاحب کو لازم تھا کہ اولاً قول حضرت امیر علیہ السلام کو تواتر سے ثابت کرتے پھر اس کے صحیح معنے کو دلیل قوی سے رد فرماتے ثبت العرش ثم النقش۔

قال حدیث پنجم مرویست از جلد سابع بحار در باب جوامع مناقبہم وفضائلہم عن الباقر علیہ السلام (الے ان قال) فرمود ما اہل بیت رحمت وشجرہ نبوت ومعدن حکمت وموضع ملائکہ ومحل نزول وحی ہستیم۔ وازین حدیث ثابت کہ ائمہ شجرہ نبوت ہستند ومحل نزول وحی ہستند ومعلوم است کہ درخت نبوت بے نبوت نمی شود والا ذکر درختی کہ نبوت ندا شتہ باشد بے ثمر است وایضاً معلوم است کہ نزول وحی اگر دلیل نبوت نباشد لا اقل اشعار بر نبوت دارد وبانضمام باحادیث دیگر وآیات قرآنی در حکم دلیل می شود۔

اقول واللہ المعین جاننا چاہیئے کہ اس حدیث میں دو لفظ محل اشتباہ ہیں اول شجرۃ النبوۃ دوسرے مہبط الوحی حالانکہ ان میں سے کوئی لفظ نبوت ائمہ پر دال نہیں کیونکہ شجرۃ النبوۃ سے مراد اقربا ہی ہیں۔ یعنے آں حضرت کے وہ قرابتدار جو آپکے ساتھ

ہر طرح کی خصوصیت رکھتے ہوں۔ شجرہ سے اقرباء کا استعارہ کیا گیا اور نبوت سے مراد مبالغہ نبی۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ معصومین نے خود اس شجر کا بیان اس طرح فرمایا ہو۔ نحن شجرۃ اصلہا رسول اللہ وفرعہا امیر المومنین۔ واغصانہا فاطمۃ بنت محمد صلعم وثمرتہا الحسن والحسین فانہا شجرۃ النبوۃ۔ یعنی ہم ایسے درخت ہیں جسکی جڑ رسول ہیں۔ جبکا تنہ امیر المومنینؑ جسکی ڈالی سیدہ ہیں۔ اور جسکے پھل حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ پس وہ سب شاخ شجرۃ النبوۃ ہے۔ ملاحظہ ہو سابع بحار باب جوامع مناقبہم پس اگر لفظ شجرۃ النبوۃ انکی نبوت پر دال ہو تو لازم ہوتا کہ جناب فاطمہؑ بھی نبی و امام ہوں واللازم باطل فالملزوم مثل ذلک اور یہ درخت وہ ہے کہ اخبار کثیرہ مشہورہ میں اسکی تعبیر شجرہ طیبہ سے ہوئی ہے۔ چنانچہ سابع بحار کے باب انہم الشجرۃ الطیبۃ فی القرآن میں اس مضمون کی تقریباً اٹھارہ حدیثیں منقول ہیں جن میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ اما الشجرۃ (ای اصلہا) فرسول اللہ وفرعہا علیؑ وغصن الشجرۃ فاطمۃ بنت رسول اللہ وثمرہا اولادہا وورقہا شیعتنا پس وہی شجرۃ النبوۃ شجرۃ طیبہ ہے جس سے مراد آنحضرت اور آپکی آل طاہرین ہیں اور چونکہ اس درخت کی اصل آنحضرت ہیں اس لئے اسے شجرت النبوت کہا گیا اور ان احادیث مشہورہ متظافرہ سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرتؐ امیر المومنینؑ سے افضل ہیں کیونکہ آنحضرت اصل ہیں اور امیر المومنینؑ فرع۔ اور معلوم ہے کہ اصل فرع سے افضل ہے۔ اور یہ احادیث متظافرہ دوسرے اخبار متواترہ کے علاوہ ہیں جو آنحضرت کی افضلیت مطلقہ پر نص ہیں۔ اور جو ان مولوی صاحب نے کہا کہ درخت نبوت تا بے نبوت نمی شود والا ذکر درختی کہ نبوت نداشتہ باشد بے ثمر است" پس بے اصل ہے کیونکہ اس درخت میں اصل آنحضرت ہیں لہذا یہ درخت بے نبوت نہ ہوا مگر یہ ضرور نہیں کہ جو بزرگوار اس درخت میں شریک ہوں وہ سب پیغمبر ہوں اگر ایسا ہوتا تو لازم آتا کہ جناب سیدہؑ بھی پیغمبر ہوں بلکہ تمام شیعہ بھی پیغمبر ہوں۔ کیونکہ اس درخت میں یہ بھی شریک ہیں۔ اور شرح اصول کافی باب

سی وکیم عنا ۱۲۱ میں شجرۃ النبوۃ کی تفسیر اسطرح بیان کی ہے کہ ائمہ ہدی مناط احکام شرع ہیں اور لفظ مہبط الوحی باوجود احاد معنائے صحیح رکھتا ہے کیونکہ وحی کے معنے لغتہً الہام کے ہیں۔ اور ائمہ کو خدا کی طرف سے الہام ہونا ثابت ہے مگر اس سے مراد نزول احکام شرع ہرگز نہیں کیونکہ بضرورت دین اسلام آنحضرت کے بعد وہ منقطع ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی نے سابع بحار کے باب الخمس محدثون مفہمون میں شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ کا جو کلام نقل کیا ہے۔ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ پر وحی کا نازل ہونا عقلاً ممتنع نہیں اگرچہ وہ غیر انبیا ہیں بلکہ انکی طرف نزول وحی اور وحی احکام باجماع اہل اسلام ممنوع ہے اور اس امر پر اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ ہمارے پیغمبر کے بعد اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ فلان انسان پر وحی آتی ہے تو وہ بیشک خاطی اور کافر ہے اور اس مسئلہ کا علم دین اسلام سے ہے اسیطرح ہمارے پیغمبر کے بعد کسی کی نبوت عقلاً محال نہیں ہے بلکہ یہ امر بھی اجماع اہل اسلام سے ممتنع ہے اور قطع و یقین حاصل ہے کہ آنحضرت کے بعد کسیکی نبوت کا اعتقاد خلاف دین اسلام ہے اور میں نے جو یہ باتیں بیان کی ہیں اسمیں کسی شیعہ کو **اختلاف** نہیں انتہے کلام الشیخ المفید اور لطف یہ ہے کہ خود یہ مولوی صاحب مقر ہیں کہ نزول وحی دلیل نبوت نہیں پھر اس کو دلائل میں پیش کرنا بے فہمی ہے۔

قال حدیث ششم مرویست از جلد سابع بحار در باب جوامع مناقبهم و فضائلهم ص ۴۶۶ (لسان الزوال) از امام محمد باقر ع که فرمود اے مردم بتحقیق که خدا شرف داد اہل بیت نبی شمارا بکرامت او تا اینکه گفت که در ایشان نازل شد رسالت و بر ایشان فرود آمدند ملائکه و بسوے ایشان مبعوث شد روح الامین و دادایشان را خدا چیزیکه نداده است احدی را از عالمیان پس ایشان فروع طیبه ہستند و معدن علم ہستند و موضع رسالت و محل پے در پے آمدن ملائکه تا آخر ازین حدیث ثابت است نزول رسالت در اہل بیت و این دلالت دارد بر اینکه ایشان رسول باشند و نیز ثابت است که ہبوط ملائکه در خدمت ایشان بالدوام است که بلا وجه نمی آیند و البتہ حکمی

از خاتم می باشد ومی رسانند وهم ثابت است که ایشان محل وضع رسالت اند ومعلوم است که ...
ایں محله مدارج بیت وعترا عادل است والبته رسالت را درایشان نهاده است پس ایشان رسول اند

اقول واللہ الموفق والمعین ۔ یہ حدیث بھی معانی صحیحہ رکھتی ہے چنانچہ اس میں

اولاً فیھم نزلت الرسالۃ محل شبہ مخالف ہے حالانکہ اسکے صاف معنے یہ ہیں کہ

ان کے بارے میں رسالت نازل ہوئی کیونکہ اہل بیت کی شان میں آنحضرت پر بکثرت آیتیں

نازل ہوئی ہیں ۔ لہذا فیھم نزلت الرسالۃ کہا گیا اور یہ معلوم ہے کہ اگر کسی شخص کے بارے

میں کوئی آیت نازل ہو تو فیہ نزلت الآیۃ کہا جاتا ہے پس اس لفظ سے اس شخص کی نبوت

کا دعوے خبط دماغ ہے ۔

ثانیاً علیھم ھبطت الملائکۃ اور ایضاً وھم مختلف الملائکۃ محل شبہ مخالف ہے

حالانکہ معلوم ہے کہ اہل بیت کے بیت الشرف میں دوا ما ملائکہ نازل ہوتے تھے ۔ اور باتیں

کرتے تھے ۔ فرشتوں نے جناب سیدہ کی چکی پیسی ہے حضرت سید الشہداؑ کا جھولا جھلایا ہے

اور یہ اشعار پڑھے ہیں ؎

ان فی الجنۃ نہراً بلبن ۔ لعلی وحسین وحسن ۔ کل من کان محبا لھمو یدخل الجنۃ من غیر فتن

اور یہ حدیث متفق علیہ بین الفریقین ہے الحاصل عترت اطہار کی خدمت میں فرشتوں کا

حاضر ہونا اور باتیں کرنا مسلم اور آنحضرت کی وفات سے جو چیز منقطع ہوئی وہ وحی تشریعی ہے و

علیہ الاجماع **ثالثاً** محل شبہ لفظ موضع الرسالت ہے حالانکہ الرسالۃ میں لام عہد ہے

جس سے مراد وہ احکام ہیں جو خدا کی طرف سے بلا واسطہ بشر آنحضرت پر نازل ہوئے جن کا علم

آنحضرتؐ نے حضرت امیرؑ کو عطا فرمایا اور حضرت امیرؑ حافظ الشریعہ و موضع الرسالت ہو گئے

کما صرح بہ المجلسی پس بہ سبب موافقت با احادیث متواترہ و دلائل قطعیہ و اجماع اہل اسلام

الرسالۃ کے معنے قطعاً علوم الرسالت ہیں لا غیر ۔

مخفی نہ ہے ۔ کہ اس حدیث میں امام نے ائمہ کی تعریف ان الفاظ سے شروع کی ان اہل بیت

نبئکم شیعتہم اللہ الخ پس خود اس کلام سے بھی ظاہر ہے کہ ائمہ انبیا نہیں کیونکہ وہ اگر انبیا ہوتے تو امام فرماتے ان انبیائکم شیعتہم اللہ یا یوں فرماتے ان اھل البیت انبیائکم شیعتہم اللہ پس آپ کا اہل بیت نبیکم فرمانا صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ اہل بیت انبیا نہیں بلکہ ہمارے نبی کے اہل بیت ہیں اور جسطرح آنحضرت ہمارے نبی ہیں ائمہؑ کی بھی نبی ہیں جس پر علاوہ تواتر کے یہ حدیث دال ہے جو امام جعفر صادقؑ نے فرمائی ہے۔ واما الحادث فقذف فی القلوب ونقر فی الاسماع وھو افضل علمنا ولا نبی بعد نبینا یعنے دل میں الہام ہونا اور کانوں میں (فرشتوں کی) آواز پہونچنا حادث ہے اور وہ ہمارا بہترین علم ہے اور ہمارے پیغمبر کے بعد کوئی پیغمبر نہیں اسکی شرح میں علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ روؔ چونکہ الہام اور حدیث ملائکہ سے یہ وہم ہوتا تھا کہ ائمہ انبیاء ہیں۔ اسلئے معصوم نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے ملاحظہ ہو مجلد سابع بحار باب جہات علومہم۔ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں اول یہ کہ آنحضرت جسطرح ہمارے نبی ہیں اسیطرح ائمہؑ کے بھی نبی ہیں اور یہ متواتر ہے۔ دوسرے یہ کہ ائمہؑ باوجود الہام وحدیث ملائکہ انبیاء نہیں اور یہ بھی متواتر ہے اور وہ جو حقیر نے کہا کہ آنحضرتؐ کے انتقال سے نزول احکام شرع اور وحی منقطع ہوگئی یہ مسئلہ ضروری دین اسلام ہے جسکا منکر خارج از دین اسلام ہے کما صرح بہ الشیخ المفید ومر ذکرہ فی جواب الحدیث الخامس۔ اور جلد دوم حیواۃ القلوب کے باب (۲۴) میں بسند ہائے معتبر ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ بعد وفات آنحضرتؐ جناب امیرؑ نے آپ کی تغسیل وتکفین کرکے فرمایا پدرم ومادرم فدائے تو باد طیب ونیکو وپاکیزہ بودی در حیات وبعد از موت ومنقطع شد بوفات تو آنچہ منقطع نشدہ بود بوفات احدے از خلق از پیغمبری ونازل شدن وحیہائے آسمانی الخ۔

قال حدیث ہفتم مرویست در جلد سابع بحار در باب جوامع مناقبہم وفضائلہم از کتاب مختصر (الے ان قال) وشان انیست کہ یافتہ شد بخط امام حسن عسکریؑ۔ بخدا پناہ می برم

کیا ہے اور نور کا حاصل کرنا دو قسم پر ہے اول یہ کہ انبیاء کی خلقت انکے نور سے ہوئی ہے
کمافی الخبر المعتبر، دوسرے یہ کہ انبیاء نے انکے انوار سے اقتباس علوم کیا ہے اور احادیث
معتبرہ میں مرقوم ہے کہ جب ارواح کی طرف خدائے تعالیٰ کا خطاب ہوا الست بربکم
تو سب سے پہلے آنحضرت اور آپکی عترت نے عرض کی بلےٰ پھر آپکی تبعیت سے اور انبیاء
نے بھی یہی لفظ کہا۔ پھر الانبیاء کانوا یقتبسون من انوارنا ویقتفون آثارنا
کہنا بہت صحیح ہوا مگر اس سے نبوت کا اثبات ایسا ہے جیسے مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ
تیسرے یہ کہ خود یہ حدیث دال ہے کہ ائمہ انبیاء نہیں کیونکہ اسکے شروع میں امام نے فرمایا
کہ لوگوں نے خدا کو اور نبی کو اور ساقی کوثر وصیؐ نبی کو بھلا دیا پس اگر ائمہ انبیاء ہوتے تو امام فرماتے
کہ لوگوں نے انبیاء کو بھلا دیا۔

قال حدیث ہشتم و مروی در مجلد سابع بحار در باب جوامع مناقبہم و فضائلہم انہ وجد
بخطہ علیہ السلام (الی ان قال) شان انیست کہ یافتہ شد بخط او علیہ السلام
صورتش این است بہ تحقیق صعود کردیم ذروہائے حقایق بقدمہائے نبوت و ولایت تا اینکہ
فرمود پس موسیٰ کلیم حلہ او را پوشانید لباس اصطفا را و قتیکہ عہد نمودیم از و وفا را و روح القدس
در جنان صاغورہ او ذائقہ کردہ است از حدائق باکورہ ما۔ و ازین حدیث ثابت است کہ
ائمہ باقدام نبوت و ولایت بر ذروہائے حقایق صعود می کنند پس نبوت و ولایت ائمہ
دارند ہمچنین حلہ اصطفائے موسیٰ کلیم پوشانیدہ شد وقتیکہ ائمہ از کلیم عہد گرفتند وفا را۔ و معلوم
است کہ اصطفائے کلیم نبوت است بتصریح امام رضاؑ معنے اصطفا را بہ نبوت در حدیث مروی
سابع بحار در باب معنے آل محمد علیہم السلام در آیہ ... آل ابراہیم و ...
ازین حدیث ... است کہ از حدائق باکورہ ائمہ روح القدس در جنان صاغورہ او ذائقہ
نمودہ ... غیر از معنے تحصیل روح القدس ... نبوت ... نیست۔

اقول کئی وجوہ سے منقوض ہے۔ اول یہ کہ یہ حدیث بھی مثل حدیث ہفتم مرسل

وغریب وضعیف ہے کہ فروعات میں بھی اس سے احتجاج ناجائز ہے نہ حالانکہ ما نحن فیہ
اصول عقاید سے ہے۔ اگر اخبار تنہائی پر اعتقاد کی بنا رکھی جائے تو اصولاً و فروعاً بالکل ایک جدید
ورالوکھا مذہب قائم ہو جو بیت عنکبوت سے بھی ناپائدار تر اور تنزلزل میں پر کاہ سے بھی
بڑھکر ہو۔ دوسرے یہ کہ علے التنزل چونکہ اس روایت میں معصومین کے اوصاف بصیغہ
جمع متکلم مع الغیر بیان کئے گئے ہیں لہذا قطعاً اسمیں آنحضرت شریک ہیں لیکن اوج حقایق
پر اقدام نبوت سے ترقی کرنا آنحضرت سے متعلق ہے اور اسی بلندی پر اقدام ولایت سے عروج
کرنا ائمہ سے متعلق ہے۔ اور ایسے اصطلاحات ہر زبان میں شایع ہیں چنانچہ اسی روایت میں یہ
فقرہ بھی ہے وفینا السیف والقلم جسکو ان مولوی صاحب نے اپنے مطلب کے خلاف
سمجھکر نقل نہیں کیا یعنے ہم میں تلوار بھی ہے اور قلم بھی۔ تلوار سے مراد مامور بجہاد ہونا ہے اور
قلم سے مراد تحریری ہدایتیں۔ حالانکہ کل ائمہ ع مامور بجہاد نہ تھے۔ بلکہ فقط امیر المومنین ع
و سید الشہدا ع مامور بجہاد تھے۔ اور آخر میں امام مہدی علیہ السلام باشمشیر ظہور فرمائیں گے۔ باقی ائمہ
علیہم السلام کو جہاد کا حکم نہ تھا اور وہ خانہ نشین تھے باوجود اسکے امام نے فرمایا وفینا
السیف والقلم۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ الفاظ فالکلیم البس حلۃ الاصطفا لما عہدنا منہ الوفا
متشابہات سے ہیں یا انمیں راوی کی غلطی ہے کیونکہ لما عہدنا منہ الوفا کے معنے یہ ہیں
کہ جب کہ ہمنے کلیم سے وفا کا عہد کیا حالانکہ ائمہ علیہم السلام نے کلیم سے کوئی عہد نہیں کیا تھا
بلکہ احادیث کثیرہ سے یہ امر ثابت ہے کہ بروز الست خود انبیاء ع نے خلائق عالم سے محمد و آل محمد ع
علیہم السلام کی ولایت و محبۃ کا عہد کیا تھا اسکے علاوہ یہ امر بعید ہے کہ ائمہ ع کلیم ع سے وفا کا عہد
کریں کیونکہ اس سے ثابت ہوگا کہ ائمہ سے کلیم کا مرتبہ بڑھکر ہے حالانکہ اکثر علماء شیعہ کا اعتقاد
ہے کہ ائمہ علیہم السلام کلیم سے افضل ہیں اور یہ بھی بعید ہے کہ ائمہ کلیم سے وفا کا عہد کریں اور
اسکی وجہ سے کلیم کو لباس اصطفا پہنایا جائے۔ مقام تعجب ہے کہ ان مولوی صاحب نے اس

فقرے کا ترجمہ اولاً یہ لکھا کر "وقتیکہ عہد نمودیم از و وفا را" پھر اسکی تین سطرون کے بعد لکھتے
ہیں وقتیکہ ائمہ از کلیم عہد گرفتند وفا را حالانکہ عہد کرنے اور لینے میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور عہدنا
کا ترجمہ عہد کرنا صحیح ہے اور عہد لینا غلط الحاصل ضرور ہے کہ وہ عبارت اسطرح ہو لما عہد
لنا الوفا یعنے کلیم خدا اسوقت لباس اصطفا پہنلے گئے جب کہ انہوں نے ہماری ولایۃ
و محبت کے پورا کرنے کا عہد کیا اور یہ بہت درست ہے۔ بہر حال اس فقرے کو ائمہ کی نبوت
سے کوئی تعلق نہیں ہے ایضاً فقو روح القدس فی جنانہ الصاغورہ ذاق من حدائقنا الباکورہ کے صاف اور صحیح معنے یہ ہیں کہ روح القدس نے ہماری محبت و ولایت کے
باغون کا مزہ چکھا ہے اور وہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ "اسکے معنے بغیر اسکے نہیں کہ
روح القدس نے ائمہ سے وحی نبوت تحصیل کی ہے" پس یہ عین ضلالت ہے کیونکہ نبی کے معنے
یہ ہیں کہ بے واسطہ بشر خدائے تعالیٰ سے اخذ احکام کر کے اسکے بندوں کو پہونچائے اور یہ مولوی
صاحب لکھتے ہیں کہ روح القدس نے ائمہ سے وحی نبوت تحصیل کی ہے اور اس سے لازم
آتا ہے۔ کہ معاذاللہ ائمہ خدا ہوں یا شریک خدا ہوں ایضاً اس سے ائمہ علیہم السلام
کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ احادیث صحیحہ کثیرہ سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ ہر امام کے
ساتھ روح القدس ہے جس سے اخذ علم کیا جاتا ہے اور یہ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ خود روح
القدس نے ائمہ سے اخذ علم کیا ہے۔ یہ عین تعارض اور حقیقت میں تکذیب ائمہؑ ہے

قال حدیث نہم مرویست در جلد سابع بحار در باب جوامع مناقبہم و فضائلہم از نہج البلاغۃ
نحن شجرۃ النبوۃ و محط الرسالۃ و مختلف الملائکۃ الخ۔

اقول اس روایت میں جسقدر الفاظ ہیں ان سب کا بیان سابق میں ہو چکا فارجع الیہ

قال حدیث دہم در کتاب جلد ہفتم بحار باب جوامع مناقبہم از کتاب خصال باسناد او
از عبداللہ بن عباس روایت کردہ قال قام رسول اللہ فینا خطیباً فقال فی اٰخر خطبتہ
جمع اللہ عزوجل لنا عشر خصال لم یجمعہا لاحد قبلنا ولا تکون فی احد غیرنا فینا

الحکم والحلم والعلم والنبوة والسماحة والشجاعة والقصد والصدق والطهور والعفاف الخ۔ کہ دلالت صریح دارد برین کہ در ایشان خدا نبوت را ہم قرار دادہ و معلوم است کہ صیغۂ جمع فرمودن آنحضرت باعتبار دخول ائمہؑ است و تصریح این مطلب را در جائے دیگر فرمودہ چنانچہ در کتاب سراج المبین فی تاریخ امیرالمومنین صـ۱۵۳ چاپ ہند در بیان خم غدیر خطبہ آنحضرت را ذکر کردہ و آن بطول است و محل حاجت ازان اینست جمعت فیہ الخلال العشر الخ۔

اقول ومن اللہ التوفیق یہ دلیل باطل دو وجہون سے باطل ہے اول یہ کہ یہ روایت بالکل ضعیف السند ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی نے سابع بحار کے۔ باب جوامع مناقبہم میں اس روایت کو باین الفاظ نقل کیا ہے۔ ابن مردویہ عن العلوی عن محمد بن العباس عن ابن بسام عن محمد بن خالد بن ابراہیم عن الحسن بن عبد اللہ الیمانی عن علی بن العباس عن حماد بن عمر عن جعفر بن یرقان عن میمون بن مہران عن عبد اللہ بن عباس قال قام رسول اللہ الخ۔ ان رواۃ میں سے میمون بن مہران اور جعفر بن یرقان اور حماد بن عمرو یہ تینون راوی مجہول ہیں ملاحظہ ہو کتاب رجال علامہ مجلسی۔ اور ایک راوی علی بن العباس ہے جسکی نسبت علامہ حلی نے خلاصۃ الاقوال کی قسم ضعفا میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ علی بن عباس رازی مطعون بغلو ہے اور اسپر چشمک کی گئی ہے وہ بہت ضعیف ہے اسنے ممدوحین و مذمومین کے بیان میں ایک کتاب لکھی ہے جو اسکی خباثت اور فساد مذہب پر دال ہے نہ اسکی طرف توجہ کرنی چاہئے نہ اسکی روایت کا اعتبار کیجئے پس ایسی روایت احاد سے جسکے اکثر راوی مجاہیل اور ایک راوی فاسق اور غالی اور خبیث ہو معتقدات میں استدلال کرنا انہیں مولوی صاحب کا کام ہے دوسرے یہ کہ علے التنزل اس حدیث میں جو لفظ النبوة وارد ہوا ہے وہ آنحضرت کی ذات والاصفات سے مخصوص ہے اور باقی اور صفات میں ائمہؑ شریک ہیں اور ایسے مجازات شائع ہیں کما مر۔ اور سراج المبین کوئی ایسی کتاب نہین

جس سے امر دین میں سند لیجائے۔

قال حدیث یاز دہم در کتاب کافی حدیث مشہور و متواتر قولوا فینا ماشئتم الا ان تقولوا ان
ای بی ربنا و لن تبلغوا ان نفضلنا ۔ و در روایت دیگر بہ تغیر بعض الفاظ این حدیث را چنان
روایت کردہ اند نزہونا عن الربوبیۃ و قولوا فینا ماشئتم و لن تبلغوا کنہ فضلنا ۔ و ازین
حدیث صریحا ثابت است کہ غیر از ربوبیتہ ہر چہ بخواہیم درباب ائمہ توانیم قائل بشویم
پس ربوبیت و رسالت کہ قطعاً ربوبیت نیست درباب ائمہ می توانیم قائل بشویم و مانعی نیست
اگر کسی ہمین رہ نگوید ماہین عام الا و تد نحص ۔ زیر ۔ ۔ یث ماشئتم عام است و نبوۃ
و رسالت از مخصوصات اوست زیرا کہ خود معصوم از عموم ربوبیتہ را خارج کردہ و اگر نبوۃ
و رسالت ہم واجب الاخراج بود البتہ امام او راہم خارج می نمود و خارج نکردن امام نبوت
و رسالت را دلیل قطعی است در اثبات نبوت و رسالت از برائے ائمہ و ترک استفصال
دلیل است قاطع بر عموم پس خرج ماخرج و بقی الباقی تحت عمومہ غیر نکیر و کسے را این ہم
نمیرسد کہ بگوید کہ مراد از ماشئتم اینست کہ ہر چہ از فضائل از شرع بشما برسد ازان ہر چہ
بخواہید بگوئید زیرا کہ این ہمان ایراد اول است کہ بہ تغیر عبارت مذکور شدہ و جوابش این
است کہ اگر مراد از ماشئتم فضائلی باشد کہ از شرع رسیدہ پس ربوبیت را معصوم از برائے
چہ ازین حدیث خارج کردہ و بائست کہ ربوبیت را ہم خارج نکند زیرا کہ او ہم از شرع نرسیدہ
بود و اخراج ربوبیت غیر از مرتبہ نبوت و رسالت اثبات رسالت و نبوت از برائے
ائمہ می کند انتہی۔

اقول واللہ الموفق والمعین ۔ ہر چند اس حدیث کی نسبت بیان اجمالی گزر چکا مگر
پھر ہم افادہ مومنین کے لئے چند بحثوں میں اسکا تفصیلی جواب دیتے ہیں پہلی بحث یہ ہے
کہ قطعاً یہ حدیث احاد سے ہے اور ان مولوی صاحب نے جو دعوے تواتر کیا ہے غلط ہی
نہیں ان پر لازم ہے کہ اسکا تواتر ثابت کریں ۔ حالانکہ سید العلماء مولانا السید حسین اعلی اللہ مقامہ

نے حدیقہ سلطانیہ کے باب اول صفحہ ۸ میں اس حدیث کی نسبت لکھا ہے اما اولا فلکونہا من اخبار الاحاد وھی لا تصلح للاستناد فی اصول الاعتقاد۔

دوسری بحث یہ ہے کہ چونکہ یہ حدیث ادلہ قطعیہ کی معارض ہے لہذا مطروح یا ماول ہے اور ان ادلہ قطعیہ اور احادیث متواترہ کا ذکر سابق میں ہوا منجملہ ان احادیث کے ایک حدیث جو باسناد کثیرہ مشہورہ مروی ہے اور انکی سندیں حدیث قوبوا فینا ما شئتم سے بڑھکر ہیں یہاں نقل کیجاتی ہے سابع بحار کے باب انھم علیہم السلام محدثون مفھمون وانھم یشبھون ممن مضے والفرق بینھم وبین الانبیاء میں منقول ہے جسکا بعض یہ ہے کہ حمران نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی کیا آپ نے نہیں فرمایا کہ حضرت امیر محدث تھے فرمایا ہاں کہا ہے عرض کی کون شخص حضرت سے باتیں کرتا تھا فرمایا فرشتہ۔ حمران نے عرض کی پھر میں کہہ سکتا ہوں کہ امیر المومنین علیہ السلام نبی یا رسول تھے امام نے فرمایا امیر المومنین نبی ورسول نہ تھے بلکہ آپ کی مثال مثل آصف بن برخیا وزیر سلیمان اور مثل صاحب موسیٰ علیہ السلام ومثل ذی القرنین ہے انکی شرح میں علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ صاحب موسیٰ سے مراد یوشع علیہ السلام یا خضر علیہ السلام ہیں اور یہ حدیث ان دونوں میں سے ایک کی عدم نبوت پے دال ہے۔ حقیر کہتا ہے کہ صاحب موسیٰ سے مراد حضرت خضر ہیں کیونکہ دوسری حدیث میں اسکی صراحت موجود ہے اور یہ بھی بعض دوسری احادیث معتبرہ میں وارد ہے کہ خضر پیغمبر نہ تھے بلکہ ولی حق تھے ایضاً اسی باب میں ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے حضرت امیر علیہ السلام کی نسبت عرض کی کہ کیا امیر المومنین علیہ السلام نبی تھے امام نے فرمایا نہیں آپ مثل خضر اور مثل ذوالقرنین تھے الخ ایضاً اسی باب میں بطریق دیگر حمران بن اعین سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی کیا امیر المومنین علیہ السلام پیغمبر تھے آپ نے فرمایا نہیں پھر بعض کلام کے بعد آپ نے فرمایا آپ کی مثال مثل ذی القرنین کے ہے بعض نے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کیا ذوالقرنین پیغمبر تھے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ ایک بندہ

خدا تھے انہوں نے خدا سے محبتہ کی پس خدا نے انسے محبتہ کی اور انہوں نے خدا کی راہ میں خیر خواہی کی پس خدا نے انکی خیر خواہی کی پس امیر المومنین بھی شامل انکے ہیں ایضاً یہ حدیث تاسع بحار کے باب اشتراکہ ؑ مع نبینا ؐ فی جمیع الفضائل سوے النبوت میں بروایت ابن بنانہ خود حضرت امیرؑ سے مروی ہے۔ ایضاً۔ سابع بحار کے باب انھم محدثون مفھمون الخ میں برید بن معاویہ سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادق ؑ سے عرض کی ما منزلتکم و بمن تشبھون ممن مضے نقال کصاحب موسے وذی القرنین کانا عالمین ولم یکونا نبیین۔ ایضاً اسی باب میں عمار سے منقول ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کی کہ ائمہؑ کا کیا مرتبہ ہے کیا وہ انبیا ہیں امام نے فرمایا کہ ائمہ پیغمبر نہیں بلکہ وہ علما ہیں جیسے ذالقرنین تھے۔

تیسری بحث یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ قولوا فینا میں جو ضمیر جمع متکلم مع الغیر ہے اس میں آنحضرت شریک ہیں یا نہیں صورت اولے میں عدم استثناے نبوت کی وجہ ظاہر ہے یعنے چونکہ آنحضرت بھی اس میں شریک ہیں اس لئے امام نے نزلونا عن النبوۃ نہیں فرمایا اگر آپ یہ لفظ فرماتے تو ضمیر جمع متکلم میں آنحضرت کا شمول نہیں ہو سکتا حالانکہ امام کو آنحضرت کا شامل کرنا ملحوظ تھا اور صورت ثانیہ یعنے اس صورت میں کہ آنحضرت نزلونا کی ضمیر جمع متکلم میں شریک نہیں تو کیا کہسکتے ہیں کہ ائمہ آنحضرت سے افضل ہیں ہرگز نہیں کیونکہ یہ اعتقاد باتفاق عین کفر و الحاد ہے۔ اور یہ مولوی صاحب بھی اسکے معترف ہیں اگر نہیں کہ سکتے تو جو وجہ اسکی بیان کی جائیگی وہی وجہ ہم بھی پیش کریں گے۔

چوتھی بحث یہ ہے کہ علی التنزل و تسلیم صحت یہ حدیث بیشک مخصص ہے اور تخصیص بعد تخصیص اس میں ہونا ضرور ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ قولوا فینا ما شئتم عام ہے اس میں خود امام نے حالت اور وقت کی ضرورت سے بلفظ نزلونا عن الربوبیۃ تخصیص فرمائی اور پھر اسمیں ایک طرح کا عموم باقی رہا یعنے نبوت و رسالت اس میں شریک رہی جسکو ادلہ

قطعیہ نے خارج کرکے نبوت سے بھی تخصیص کردی۔ تتبع اخبار سے یہ امر آشکار ہے کہ
جس زمانے میں امام نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے اسوقت بعض جہال ائمہ کو صفات
الوہیت سے متصف کرتے تھے اور بعض صاف طور پر خدا کہتے تھے لہذا ضرورت اور وقت
کے لحاظ سے معصوم نے اس اعتقاد کا ابطال فرمایا۔ ہم ان مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ
اگر سوائے ربوبیت کے کل صفات سے ائمہ متصف ہیں تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ امیرالمومنین
پیغمبر اولوالعزم صاحب شریعت تازہ ناسخ شریعت آنحضرت تھے اور آپکے بعد امام حسن مجتبے
بھی پیغمبر اولوالعزم صاحب شریعت تازہ اور ناسخ شریعت امیرالمومنین تھے وھلم جرا یا نہیں
کہہ سکتے۔ صورت اولےٰ میں علاوہ اسکے کہ اسکا قائل منکر بدیہیات یا دیوانہ ہو خود ان مولوی
صاحب کے کلام سے یہ عقیدہ باطل ہوگا کیونکہ ان مولوی صاحب نے کہا ہے کہ ائمہ اطہار نبی
ورسول تازہ نہ تھے بلکہ حافظ شریعت آنحضرت تھے اور صورت ثانیہ میں لازم ہوگا کہ اس حدیث
سے نبوت ورسالت تازہ یعنے اولوالعزمی ونسخ شریعت کی بھی تخصیص کیجائے کیونکہ یہ امر ربوبیت
میں داخل نہیں اور اس سے قطعاً علیحدہ ہے۔ پس جس دلیل سے صفت نبوت ورسالت
تازہ کو خارج اور حدیث کی تخصیص کیجائے گی اسی دلیل سے ہم عام نبوت ورسالت کو خارج کریں
گے اور ان مولوی صاحب نے جو کہا کہ خارج نکردن امام نبوت ورسالت را دلیل قطعی است
در اثبات نبوت ورسالت۔ اسکے جواب میں معترض کہہ سکتا ہے کہ خارج نکرنا امام کا نبوت
ورسالت تازہ کو یعنے اولوالعزمی کو دلیل قطعی ہے اثبات نبوت ورسالت تازہ یعنے اثبات
اولوالعزمی میں حالانکہ ائمہ میں رسالت اولوالعزمی کو ثابت کرنا عین سفسطہ ہے اور حقیقت امر
یہ ہے کہ بہت سی ایسی حدیثیں موجود ہیں کہ باوجود اخراج امرے واستثنائے صفتی پھر بھی
وہ حدیثیں اپنے عموم پر باقی نہیں بلکہ پھر ان میں ضرورت تخصیص کی ہے جیسے حدیث میں سائے
کل عین باکیۃ یوم القیامۃ الا عین بکت علے الحسین ملاحظہ ہو عاشر سجاک
پس باوجود استثنائے عین باکیہ علے الحسین یہ حدیث اپنے عموم پر باقی نہیں کیونکہ وہ اطفال کہ

مومنین جو قبل از بلوغ فوت ہوئے ہوں اور نیز وہ اولیاء اور شہداء جنہوں نے قبل از شہادت سید الشہداؑ انتقال کیا ہو اور جن کو آپ کی شہادت کی خبر نہ ملی ہو کیا انکی آنکھیں بروز قیامت روتی رہیں گی ہر گز نہیں کیا آنحضرت کے فرزند حضرت ابراہیم اور حضرت علی اصغر کی بھی آنکھیں گریاں ہونگی ہر گز نہیں پس ایسے اخبار میں تخصیص تخصیص ضرور ہے اور یہ امر بالکل صاف ہے جس میں بالکل شک کی گنجایش نہیں ہے۔

قال حدیث دوازدہم در غایت المرام صفحہ ۴۷۸ باب صد و شصت وہشت از صاحب المناقب الفاخرہ فی العترۃ الطاہرہ واز نجم بجار بسند خود از عبداللہ بن مسعود روایت کردہ است کہ روزی بخدمت رسول خدا رفتم و عرض کردم یا رسول اللہ حق را بمن بنما تا نظر نمایم فرمود یا ابن مسعود ہرگاہ حق را خواہی پس برو این خانہ داخل شو پس چون داخل بسی بر خانہ شدم حضرت امیر المومنین را در رکوع و سجود دیدم و پس از نماز می گفت اللھم بحرمۃ محمد عبدک و رسولک اغفر للخاطئین من شیعتی یعنی خداوندا بحرمت محمد کہ بندہ و فرستادہ تست گناہگاران شیعہ را بیامرز ابن مسعود گوید از آنجا آمدم تا بر سول خدا خبر دہم آنحضرت را در رکوع و سجود دیدم و میگفت اللھم بحرمۃ عبدک و ولیک علی اغفر للعاصین من امتی ابن مسعود گوید من از ترس و بیم بے ہوش شدم رسول خدا سر بالا کرد و فرمود یا ابن مسعود ایا کفر پس از ایمان عرض کردم معاذ اللہ از ان کہ کافر شوم لکن چون علی را دیدم کہ از خدا سوال می کرد بحق تو و ترا دیدم از خدا سوال می کنی بحق علی و مرا از مشاہدہ این حالت حیرت دست داد و ندانستم کہ کدام یک از شما را افضل دانم۔ فرمود یا ابن مسعود حق تعالیٰ من و علی و حسن و حسین را از نور عظمت خود آفرید پیش از آفریدگان بدو ہزار سال در وقتیکہ نہ تسبیح بود و نہ تقدیسی بعد از ان نور مرا شگافت و آسمان و زمین را از ان آفرید و من از ہمہ آسمان ہا و زمین ہا افضل ام و نور علی را شگافت و عرش و کرسی را از ان آفرید و علی از عرش و کرسی جلیل تر است و نور حسن را شگافت و لوح و قلم را از ان آفرید و حسن از لوح و قلم جلیل تر است و نور

حسین، انشکافت و پشتہا و حور العین را از آن آفریدو حسین از انہا افضل است پس مغرب و مشرق تاریک شد و ملائکہ از تاریکی بخدا شکایت کردند و عرض کردند خداوند بحق این اشباحی کہ آفریدی ما را از این غم برہان و این ظلمة را بنور مبدل گردان پس خدائے تعالیٰ روحی آفرید و آنرا قرین روح دیگر گردانید و از ان نوری آفرید و آن نور را روشنائی بخشید و زہرا را از ان آفرید و باین جہت فاطمہ دختر مرا زہرا مسمی گردانید پس مشرق و مغرب از نور زہرا روشنی یافت یا ابن مسعود چون روز قیامت شود خدائے عزوجل بمن و علی فرماید در جہنم در آرید ہر کرا بخواہید و اینست کہ می فرماید القیانی نار جہنم کل کفار عنید و کفار کسے است کہ نبوت مرا انکار کند و عنید کسی است کہ با علی و اہل بیت و شیعہ دشمنی نماید۔ و ہمین حدیث عبد اللہ بن مسعود را مجلسی علیہ الرحمہ در کتاب بحار جلد ہفتم در باب انہ الموذن بین الجنة والنار ص ۹۸ با تغیر بعض الفاظ ذکر فرمودہ است۔

اقول و اللہ الموفق والمعین محققین پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ علامہ مجلسی نے کتاب بحار الانوار میں ہر طرح کی روایتیں جمع فرمائی ہیں۔ اس میں متواتر بھی ہیں احادیث اس میں صحیح بھی ہیں حسن بھی ہیں۔ موثق بھی ہیں۔ ضعیف بھی گویا وہ ایک بحر ذخار ہے جس میں موتی بھی ہیں کنکریاں بھی مگر پرکھنے کے لئے نقاد چاہئے۔ بہرحال یہ حدیث بھی باوجود اخبار مرسل اور ضعیف اور غریب ہے کہ فروعات میں بھی اس سے احتجاج صحیح نہیں معتقدات تو امور عظیم ہیں۔ مرسل اس لئے کہ اسکی سند نہ بحار میں ہے نہ غایت المرام میں اور معلوم ہے کہ روایت مرسل ضعیف اور غیر معتبر ہوتی ہے اسکے علاوہ یہ روایت مجلد تاسع بحار باب انہ الموذن بین الجنة والنار میں بلفظ ہادی منقول ہے جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ایضاً عبد اللہ بن مسعود کا آنحضرت سے عرض کرنا کہ مجھے حق کو دکھلا دیجئے بعید و غریب ہے اسلئے کہ اگر حق سے مراد خدائے تعالیٰ ہے تو وہ غیر مرئی ہے اور اگر حق سے مراد اہل حق ہے تو عبد اللہ بن مسعود پر اعتراض قائم ہوتا ہے۔ کیونکہ دو حال سے خالی نہیں کہ وہ آنحضرت کو

برحق جانتے تھا یا نہ جانتے تھے اگر برحق جانتے تھے تو سوال عبث تھا اور اگر نجانتے تھے۔ تو وہ
مسلمان نہ تھے ایضاً اس روایت میں جو آنحضرت اور امیرالمومنین وحسن وحسین علیہم السلام
کے انوار سے اور چیزونکی خلقت کی تفصیل لکھی ہے وہ احادیث کثیرہ کی مخالف ہے جو سابع
بحار میں بتفصیل اور حیواۃ القلوب کی دوسری جلد میں باجمال منقول ہیں ایضاً یہ روایت مخالف
الفاظ قرآن بھی ہے کیونکہ اسمین کل کفار عنید کی تفسیر اسطرح مرقوم ہے کفار کسی است
کہ نبوت مرا انکار کند و عنید کسی است کہ با علی و اہل بیت و شیعہ دشمنی نماید حالانکہ اس آیہ شریفہ
میں کفار اور عنید دو گروہ علیحدہ نہیں ہیں بلکہ عنید اسی لفظ کفار کی صفت ہے پس تفریق
غلط ہے اس سے ثابت ہوا کہ روایت مذکور غیر صحیح ہے۔

مخفی نرہے کہ روایت مذکورہ باوجود نقائص و معائب مسطورہ بالا محامل صحیحہ رکھتی ہے اسکی
تفصیل اسطرح پر ہے کہ روایت مذکورہ میں چند الفاظ محل شبہ ہوسے ہیں اول آنحضرت کا
امیرالمومنینؑ کے واسطہ سے دعا کرنا اور اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ امیرالمومنینؑ معاذاللہ
آنحضرتؐ سے افضل ہیں اور چونکہ امیرالمومنینؑ نے بھی آنحضرت کے واسطے سے دعا کی ہے اس
سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ یہ دونوں بزرگوار مساوات مطلقہ رکھتے تھے۔ حالانکہ کسی کے واسطے سے
دعا کرنا کلیتہً اس امر پر دال نہیں کہ جسکا واسطہ دیا گیا ہے وہ دعا کرنے والے سے افضل ہو۔
کیونکہ ائمہ علیہم السلام نے اکثر ایسی چیزونکے واسطے سے دعا کی ہے کہ فی الحقیقت ائمہ سے وہ
چیزین کم مرتبہ ہیں چنانچہ صحیفہ حسینہ اور دوسری کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ جناب سیدالشہداؑ
ہمیشہ یہ دعا پڑہتے تھے اللھم انی اسئلک بمعاقد عرشک و مسکان سماواتک
وارضک وانبیائک و رسلک۔ یعنے اے پروردگار میں تجھ سے کنگرہاے عرش
اور ساکنین آسمان و زمین اور پیغمبرونکا واسطہ دیکر دعا کرتا ہون ایضاً حضرت امام زین العابدینؑ
ہر ماہ رمضان المبارک میں جو دعا کرتے تھے اسکے بعض الفاظ یہ ہیں اللھم انی اسئلک بحق
ھذا الشھر و بحق من تعبدلک فیہ من ابتدائہ الی وقت فنائہ من ملک قربتہ او نبی

او رسلته او عبد صالح اختصصته الخ یعنے اے پروردگار میں تجھ سے ماہ رمضان کا اور اسمیں عبادت کرنے والوں کا واسطہ دیکر عرض کرتا ہوں خواہ وہ فرشتے ہوں یا پیغمبر یا عبد صالح انتہیٰ۔ پس کیا امام حسینؑ سے عرش اعظم و ساکنین ارض سما اور جملہ پیغمبر افضل ہیں یا امام زین العابدینؑ سے ماہ رمضان اور کل فرشتے بہتر ہیں ہرگز نہیں بلکہ اکثر علماے شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ ائمہ اطہارؑ عرش و کرسی اور جملہ ملائکہ سے اور اکثر انبیاء سے افضل ہیں بلکہ خود روایت پیش کردہ مولوی صاحب موصوف اس پر دال ہے کہ آنحضرتؐ امیر المومنینؑ سے افضل ہیں اسکا بیان اسطرح پر ہے کہ اس روایت میں ہے کہ جب ابن مسعود نے حضرت امیرؑ کو آنحضرتؐ کا واسطہ دیتے ہوے۔ آنحضرتؐ کو حضرت امیرؑ کا واسطہ دیتے ہوے دیکھا تو ابن مسعود کو اک تحیر سا لاحق ہوا پس یہ امر صاف طور پر اسپر دال ہے کہ ابن مسعود اس سے پہلے آنحضرتؐ کو امیر المومنینؑ سے افضل سمجھتے تھے جب حالت کذائی دیکھی تو انکو شبہ ساواۃ کا ہوا جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا ھل کفر بعد الایمان پس اس سے مثل آفتاب نصف النہار روشن اور آشکار ہے کہ ابن مسعود کی حالت سابقہ یعنے امیر المومنینؑ سے آنحضرتؐ کے افضل جاننے کو آنحضرتؐ نے ایمان فرمایا اور جو شبہ کہ ابن مسعود کو بعد لاحق ہوا اسکو آنحضرتؐ نے کفر ارشاد فرمایا جسپر ابن مسعود نے عرض کی معاذ اللہ ان اکون کافر شوم۔ پھر ابن مسعود نے جو اپنے شبہ کی وجہ عرض کی اسپر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم چونکہ ہم ایک نور سے مخلوق ہوے ہیں اسلئے ایک دوسرے کے واسطے سے دعا کر سکتے ہیں الخ محصلاً پھر اس سے ساواۃ کیسی۔ دوسرا وہ کلام جو محل شبہ ہے یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خداے تعالی نے مجھے اور علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کو ایک نور سے خلق فرمایا حالانکہ یہ حدیث مجمل ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ خداے تعالی نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کے نور کو پیدا فرمایا اسکے بعد آنحضرتؐ کے نور سے امیر المومنینؑ کا نور پیدا فرمایا پھر حضرت امیرؑ کے نور سے اور ائمہ اطہارؑ کے انوار پیدا ہوے اس مضمون کی متعدد حدیثین احقر نے سابق میں نقل کردی ہیں۔ تیسرا وہ کلام جو محل شبہ ہے یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یا ابن مسعود چون

در قیامت شود خداے عزوجل بمن وعلی فرماید در جہنم در اندازید ہر کہ را بخواہید وانیست کہ می فرماید دالقیانی جھنم کل کفار عنید۔ چنانچہ اس کی نسبت یہ مولوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ وو اگر حضرت علی مفضول بود و حضرت محمد افضل ایں البتہ لازم بود کہ خداے حکیم کہ خالق فصاحت و بلاغت است حکم بر افضل بکند وبگوید الق وہمین کہ امر القیا ابد وکس فرمود دلیلی است واضح برمساوات الخ بس یہ عین کم نہی ہے کیونکہ اگر دو آدمیوں کو کسی ایک کام کے کرنے کا حکم دیا جائے تو ہرگز ان میں مساوات ثابت نہیں ہو سکتی اہل اسلام کا اسپر اتفاق ہے کہ حضرت موسے حضرت ہارون سے افضل تھے حالانکہ خلاق عالم نے ان دونوں کی طرف خطاب کرکے ارشاد فرمایا اذھبا الی فرعون وقولا لہ قولا لینا یعنی اے موسے وہارون تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے نرم باتیں کرو یہ آیہ شریفہ قرآن شریف میں کئی مقام پر وارد ہے۔ ایضاً اتفاق اہل اسلام ہے کہ حضرت آدمؑ حضرت حوا سے افضل ہیں حالانکہ خداے تعالی نے فرمایا فکلا منھا ولا تقربا ھذہ الشجرۃ یعنی اے آدمؑ وحواتم دونوں بہشت کے میوے کھاؤ مگر اس درخت کے پاس نہ جاؤ۔ ایضاً مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیل سے افضل ہیں حالانکہ خداے تعالی نے ارشاد فرمایا ہے وعہدنا الی ابراہیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین الجزر (۱) سورۃ البقر یعنی ہمنے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو حکم دیا کہ طواف کرنے والوں اور عبادت کرنے والوں کے لئے میرے گھر (خانہ کعبہ) کو پاک کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان مولوی صاحب کی جو دلیل ہے وہ علیل ہے اور جو بات ہے وہ خرافات ہے

قال حدیث شانزدہم مروی از کتاب حق الیقین در بیان اثبات رجعۃ صـ ۱۵۶

چاریمابن بابویہ گفتہ ہیں بخم قول حق تعالی واذا اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ الخ در احادیث معتبرہ بسیار وارد شدہ است کہ این نصرۃ در رجعۃ خواہد بود چنانچہ در کتاب بصائر سعد بن عبد اللہ از حضرت امام جعفر صادقؑ روایت کردہ است کہ فرمود یعنی ایمان برسول خدا خواہند آورد

حضرت امیر المومنین را یاری خواهند کرد در رجعت۔ پس فرمود بخدا سوگند کہ ہر پیغمبری را کہ خدا مبعوث گردانیدہ است از آدم و ہر کہ بعد از دست جمیع ایشان را بر میگرداند بدنیا تا قتال و جدال کنند در پیش روی حضرت امیر المومنین۔ و ارجاع ضمیرین در لتؤمنن بہ ولتنصرنہ بسوے رسول نمودن و مرجع ضمیر اول حضرت علی بودن و مرجع ضمیر دوم حضرت محمد بودن دلیلی است واضح کہ ہمچنان کہ حضرت محمد رسول اند حضرت علی ہم رسول اند۔ و شیخ حسن بن سلیمان در کتاب منتخب البصائر از کتاب واحدہ از حضرت باقرؑ روایت کردہ است کہ حضرت امیر المومنین فرمود الخ تا اینکہ فرمود منم آخر اوصیاء بواسطہ پیغمبران۔ و از کتاب بحار جلد ہفتم مختصر او جلد سیزدہم بحار مطول و از کتاب غایۃ المرام باب صد و چہل و ہفتم حدیث ہشتم بتغییر جزئی کہ مخل مطلب نیست و اینجا عین عبارۃ ترجمہ غایۃ المرام را نقل می کنم و آن اینکہ۔ حدیث ہشتم سید معاصر در کتابی کہ در رجعت تالیف کردہ است بسند خود از حضرت امام محمد باقرؑ روایت کردہ است الخ۔

اقول بحول اللہ وقوتہ کئی بحثوں میں اسکی تفصیلی تردید کیجاتی ہے۔

پہلی بحث یہ کہ اس آیہ کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے چنانچہ تفسیر صافی پارہ سوم سورۂ ال عمران میں تحت آیہ موصوفہ مرقوم ہے عن الصادقؑ معناہ واذ اخذ اللہ میثاق امم النبیین کل امۃ بتصدیق نبیہا والعمل بما جاءہم بہ فما وفوا بہ وترکوا کثیرا من شرائعہم وحرفوا کثیرا منہا۔ یعنے امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ جس وقت خدا نے انبیاء کی امتوں سے عہد لیا یعنے ہر امت سے اسکے پیغمبر کی تصدیق اور اسکے احکام کی تعمیل کا عہد لیا۔ پس انہوں نے اسپر وفا نکی الخ اور تفسیر عیاشی میں امام محمد باقرؑ سے مثل اسکے مروی ہے پس اس تفسیر سے ان مولوی صاحب کے دعوے کو کوئی نسبت نہیں ہے! ایضاً تفسیر صافی میں مرقوم ہے جسکا محصل یہ ہے کہ امیر المومنینؑ نے اسکی تفسیر اسطرح فرمائی کہ خداے تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر سے پہلے جملہ انبیاء سے یہ عہد لیا کہ اپنی امتوں کو آپکی بعثت اور اوصاف سے خبر دیں اور آپکی خوشخبری پہونچائیں اور آپکی تصدیق کا حکم دیں انتہے

یہ دوسرا قول ہے جو حضرت امیرؑ سے مروی ہے اور اسکو بھی ان مولوی صاحب کے دعوے سے
کوئی تعلق نہیں۔ ایضاً تفسیر صافی میں مرقوم ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بروایۃ ثانی امیرالمومنینؑ
نے اسکی تفسیر اسطرح فرمائی کہ خدا نے ہر پیغمبر سے یہ عہد لیا کہ جب آنحضرت مبعوث ہوں اور
وہ پیغمبر زندہ ہو تو آنحضرت پر ایمان لاوے اور آپ کی مدد کرے اور اپنی امت سے بھی اس امر کا
عہد لے یہ تیسرا قول ہے جو اس آیہ کی تفسیر میں منقول ہے اور قول ثانی کے قریب ہے اور
اسکو بھی ان مولوی صاحب کے دعوے سے کچھہ تعلق نہیں ہے پس باوجود اس اختلافات
کے وہ قول جو ان مولوی صاحب نے نقل کیا ہے کیونکر متعین ہو سکتا ہے اور الفاظ آیہ مذکور
سے رجعتہ ہی ثابت نہیں ہو سکتی رسالۃ امیرالمومنینؑ تو ایک امر ابعد ہے۔

دوسری بحث یہ کہ سلمنا کہ یہ آیہ نیز لاؤ رجعتہ کے بارے میں نازل ہوا ہے مگر اس سے
امیرالمومنینؑ کی رسالۃ ثابت کرنا اپنی کج فہمی کو ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ حق الیقین میں جو حدیث
بہ نقل بصائر الدرجات امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے اسکا مضمون یہ ہے کہ (انبیاء) آنحضرت
پر ایمان لائینگے اور امیرالمومنینؑ کی مدد کرینگے پھر امام نے فرمایا کہ خدائے تعالی حضرت آدم
اور انکے بعد پیغمبروں کو دنیا میں لائیگا اور وہ امیرالمومنینؑ کے روبرو جہاد کرینگے پس اسمیں بھی
کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے امیرالمومنینؑ کی نبوت ثابت ہو۔ اب رہا یہ امر کہ الفاظ قرآن لتؤمنن
بہ و لتنصرنہ میں ضمائر مذکر غائب کا مرجع کیا ہے پس قرآن شریف میں ان الفاظ سے پہلے لفظ
رسول موجود ہے اور وہی مرجع ان دونوں ضمیروں کا ہے اور چونکہ حدیث میں لتنصرنہ
کے یہ معنے لکھے ہیں کہ امیرالمومنینؑ کی نصرۃ کیجائیگی اس بنا پر ہم کہیں گے کہ حضرت امیرؑ کی یہ
نصرت دراصل آنحضرت ہی کی نصرت ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے سابع بحار کے باب اخذ
میثاق میں اس حدیث کی اسطرح شرح لکھی ہے یحتمل کون الضمیر فی الموضعین راجعا الی
الرسول لکن یکون نصرتہ بنصرۃ امیرالمومنین یعنے محتمل ہے کہ دونوں مقامات
میں ضمیریں آنحضرت کی طرف راجع ہوں مگر آنحضرت کی نصرت امیرالمومنینؑ کی نصرت سے ہوگی

اور ایراد لفظ احتمال بر رعایت حدیث ثانی ہے جو اسی باب میں کتاب کنز سے منقول ہے اور
اس حدیث میں یہ آیہ شریفہ اس طرح لکھا ہے لتومنن بہ یعنی بمحمد و التنصرن وصیہ
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لتنصرن میں مفعول کی ضمیر غائب نہ تھی بلکہ لفظ وصیہ مفعول
ظاہر موجود تھا۔ اگر تسلیم کیا جاسے کہ لتنصرنہ میں ضمیر کا مرجع امیرالمومنین ہیں، تو یہ تاویل ہوگی
نہ تنزیل اور بہر صورت امیرالمومنینؑ کی رسالت کا ثبوت اس سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

چوتھی بحث یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا ارجاع ضمیرین در لتنصرنہ و لتومنن
بہ بسوے رسول نمودن و مرجع ضمیر اول حضرت علیؑ بودن و مرجع ضمیر دوم حضرت محمد بودن
دلیلی است واضح کہ ہمچنانکہ حضرت محمد رسول اند حضرت علی ہم رسول اندہیں منقوض ہے بایں وجہ
کہ یہ کلام آپس میں مخالف ہے کیونکہ اگر دونوں ضمیروں کا ارجاع آنحضرت کی طرف صحیح ہو تو
انمیں سے ایک ضمیر کا مرجع حضرت امیر ہونا غلط اور اگر ایک ضمیر کا مرجع حضرت امیرؑ ہیں تو دونوں
ضمیروں کا ارجاع آنحضرت کی طرف باطل۔

پانچویں بحث یہ کہ احادیث منقولہ حق الیقین زمانہ رجعۃ سے متعلق ہیں اور ہرچند اصل
رجعۃ بر بنائے مذہب شیعہ متواتر بالمعنے ہے مگر اسکے خصوصیات احاد سے ہیں جن کا یقین
نہیں ہو سکتا چنانچہ خود علامہ مجلسی نے کتاب حق الیقین بیان رجعۃ میں لکھا ہے وشک نیست
درانکہ اصل رجعۃ فی الجملہ متواتر بالمعنے است وکسیکہ درآن شک کند ظاہر شش آن است
کہ حشر قیامتہ را نیز منکر باشد (الے ان قال) و بعضے از خصوصیات کہ از بعضی از روایات
شاذہ وارد شدہ است جزم نمی توان کرد۔ اما انکار نیز نباید کرد الخ پس جب ان خصوصیات
کا یقین نہیں جو روایات شاذہ میں وارد ہیں تو ان سے معتقدات میں احتجاج کیونکر صحیح ہے
اور مجلسی نے جو فرمایا کہ ان کا انکار بھی نکرنا چاہیئے یہ اس صورت میں ہے کہ وہ خصوصیات
اصول عقاید کے مخالف نہوں اگر مخالف ہوں تو ضرور وہ مطروح یا مأول ہونگے اور رجعۃ
میں جو چیزیں یقینی اور متواتر ہیں وہ یہ ہیں جنکی تصریح خود علامہ مجلسی نے حق الیقین میں کی ہے

وهو هذا خلاصہ اش انست کہ رجعتہ بعضے از مومنان و بعضے از کافران و نواصب و مخالفان متواتر است و انکارش موجب خروج از دین تشیع است نہ خروج از اسلام و رجعتہ حضرت امیرالمومنینؑ و حضرت امام حسینؑ نیز متواتر است بلکہ حضرت رسول خدا نیز متواتر است یا قریب بہ تواتر الخ اس سے ثابت ہوا کہ اور انبیاءؑ کی رجعتہ متواتر نہیں حالانکہ ان مولوی صاحب کا استدلال انبیاء کی رجعتہ سے متعلق ہے۔

چوتھی بحث یہ ہے کہ جب رجعتہ میں آنحضرت تشریف فرما ہونگے تو آپ ہی تمام دنیا کے بادشاہ ہونگے اور حضرات ائمہؑ آپ کے تابع اور یہ بات دلیل قطعی افضلیت ہے ثابت ہونیکے علاوہ خود حدیث رجعتہ سے ثابت ہے چنانچہ علامہ مجلسی نے حق الیقین کے صہ ۲۰۶ مطبوعہ جعفری میں لکھا ہے پس بار دیگر امیرالمومنین رجوع کند بازرسول خدا و خلیفہ شود در زمین و سائر ائمہؑ عاملان او باشند در اطراف زمین (الیٰ ان قال) و حق تعالیٰ بہ پیغمبر خواہد داد بقیہ بادشاہی جمیع اہل دنیا از روزی کہ خدا خلق کردہ است دنیا را تا روزیکہ دولتہاے دیگران برطرف شود تا آنکہ حق تعالیٰ وفا کند بوعدہ کہ او را دادہ کہ غالب گرداند دین او را بر ہمہ دین ہا ہر چند نخواہند مشرکان انتہے۔

قال حدیث چہار دہم در کتاب حق الیقین در بیان اثبات رجعتہ صہ ۱۶۱ چاپ ایران می فرماید کہ نعمانی روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقرؑ کہ چون قائم آل محمد بیرون آید خدا او را یاری کند بملائکہ و اول کسیکہ با او بیعتہ کند محمد باشد و بعد از آن علی پس ازین حدیث ثابت شد کہ محمد مصطفی کہ دارائے مراتب اربعہ نبوت و رسالتہ و ولایۃ و امامتہ است بیعتہ کسی کہ دارائے مراتب اربعہ نباشد قبیح است و ہم مستلزم بیعتہ افضل بمفضول می شود و الا در بیعتہ ہر افضلی بمفضولی ایراد نداشتہ باشد و سلف مذہب ابرہمین است پس معلوم شد بیعتہ آنحضرت بہ نسبت بحضرت خاتم الائمہ دوازدہم بسبب دارا بودن امام دوازدہم بمراتب اربعہ مذکورہ بود و پس امام عجل اللہ فرجہ بمرتبہ نبوت داشت۔ انتہے بلفظہ۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ کئی وجوہ سے منقوض ہے اول یہ کہ یہ روایۃ انہیں روایات شاذہ سے ہے جس کا یقین نہیں ہو سکتا ملاحظہ ہو حق الیقین۔ ذکر خروج منکر رجعۃ از دائرہ تشیع۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق الیقین کے اسی بیان کے آخر میں مجلسی فرماتے ہیں اما خصوصیات این رجعتہا معلوم نیست کہ آیا ظہور حضرت صاحب الامر دریک زمان خواہد بود یا پس و پیش خواہد بود یا بعد خواہد بود۔ پس اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ جب آنحضرت کی اصل رجعتہ ہی زمانہ صاحب الزمانؑ میں مشکوک فیہ اور غیر معلوم ہے تو پھر آنحضرت کا بیعۃ کرنا کیونکر پایہ ثبوت کو پہونچتا ہے اور پھر اس سے معتقدات میں استدلال کہانتک قابل قبول ہے بناے فاسد علے الفاسد اسی کو کہتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ روایۃ مذکورہ معارض ہے اس حدیث سے جو اسی حق الیقین سے گذری جس کا بعض یہ ہے وحق تعالی بہ پیغمبر خواہد داد بقیہ بادشاہی جمیع اہل دنیا را الخ پس جب آنحضرت بادشاہ اور کل ائمہ آپکے نائب ہوے تو پھر آنحضرت امام مہدی سے کیونکر بیعۃ کرسکتے ہیں۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت معارض ہے احادیث متواترہ یقینیہ اور ادلہ قطعیہ سے جن [illegible] ثابت ہے کہ آنحضرتؐ علی الاطلاق افضل المخلوقات ہیں پس صاحب الامرؑ سے بھی افضل ہوے اور بیعۃ افضل مفضول سے جائز نہیں۔ پانچویں وجہ یہ کہ یہ روایت معارض ہے اس روایت سے جو اسی حق الیقین کے صـ ۲۱۲ مطبوعہ جعفری میں مرقوم ہے از حضرت صادقؑ سوال کردند از رجعۃ آیا حق است فرمود بلے پرسیدند اول کسیکہ رجعۃ خواہد کرد کہ خواہد بود فرمود کہ حضرت امام حسینؑ خواہد بود کہ بعد از قائمؑ بیرون خواہد آمد الخ پھر سب سے پہلے آنحضرتؐ امام مہدیؑ سے کیونکر بیعۃ کرسکتے ہیں کیونکہ بیعۃ فرع ہے رجعۃ کی۔ چھٹی وجہ یہ کہ ان مولوی صاحب نے جو کہا فالا ورعیۃ ہر افضل بمفضول ایراد ندانستہ باشند و بناے مذہب ما ہمین است اس کلام سے صاف طور پر ثابت ہے کہ یہ مولوی صاحب ترجیح مرجوح کے قائل ہیں پھر اس بنا پر اگر بفرض محال آنحضرت امام مہدیؑ سے بیعۃ کریں تو امام مہدیؑ کا ذاراست مراتب نبوت وغیرہا ہونا اور نیز آپکا آنحضرت سے افضل یا مساوی ہونا

کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ بطور التنزل و تسلیم صحت روایت یہ بعینہ محض
ترغیب تسلیم کے لئے ہوگی نہ اور کسی وجہ سے اور اس سے کوئی حرج نہیں خدائے تعالے
کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس مقام پر آیات واحادیث کی نسبت ان مولوی صاحب کی جملہ غلط
فہمیوں کی تفصیلی تردید **ختم ہوئی** اب ہم دوسرے بیانات کے جواب کیطرف
متوجہ ہوتے ہیں۔

قال وعلاوہ بران بعضے از اشخاص برخلاف استدلال عالم موصوف بحدیث منزلت بر عدم
ثبوت نبوۃ ائمہ استدلال کردہ اند در جواب عالم موصوف فرمودند کہ حدیث منزلت بر چہار نوع
وارد است اوّل اینکہ یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسے بغیر استثناے چیزے۔ چنانچہ
علامہ مجلسی در حق الیقین میفرماید کہ حدیث منزلت از طریق خاصہ و عامہ متواتر است وما بہ الاشتراک
ہمہ آنست کہ حضرت رسول در مواطن بسیار بحضرت امیر فرمود کہ یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون
من موسیٰ و در اکثر روایات این تتمہ وارد الا انہ لا نبی بعدی دوم آنکہ حدیث منزلت کہ در اکثر
روایات وارد است وآن استثنا بلفظ الا انہ لا نبی بعدی است و سوم آنکہ ہمین حدیث
منزلت کہ در بعض از روایات وارد است وان استثنا بلفظ الا انہ لا نبی معی است چہارم
آنکہ ہمین حدیث منزلت کہ در بعضی روایات وارد است وان استثنا بلفظ الا انک لست نبی
است

اقول وبہ نستعین۔ جاننا چاہیئے کہ حدیث منزلت بظاہر الفاظ سات اقسام میں وارد ہے
اور تتبع اخبار سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچا ہے کہ آنحضرت نے یہ حدیث شریف مقامات
کثیرہ میں ارشاد فرمائی ہے اور استثنا میں الفاظ متنوعہ ارشاد کئے ہیں جن سبکا محصل ایک ہے
اور ان الفاظ متنوعہ میں الا انہ لا نبی بعدی متواتر باللفظ ہے باقی اور الفاظ احادیث
کثیرہ سے ثابت ہیں پس ان مولوی صاحب کا اس حدیث کو چار انواع پر قرار دینا عدم تتبع یا
تجاہل پر دال ہے اب ہر قسم کی تفصیل افادہ مومنین کے لئے اختصار کیساتھ بیان کیجاتی ہے

اول بلا استثنا جس طرح سے کہ ان مولوی صاحب نے نقل کیا ہے مگر تفحص روایات اور تتبع اخبار سے یہ امر ثابت ہے کہ اگر کسی کتاب میں کسی راوی سے یہ استثنا یعنے الا انہ لا نبی بعدی مروی نہیں ہے تو حقیقۃً وہ سہو راوی یا سہو محدث سے ہے کیونکہ دوسری کتاب میں اسی راوی سے وہ استثنار مروی ہے چنانچہ سعد بن ابی وقاص سے صحیح بخاری میں یہ استثنا ترک کیا گیا ہے حالانکہ صحیح مسلم اور دوسری کتب معتبرۂ فریقین میں یہ استثنار اسی سعد بن ابی وقاص سے باسناد کثیرہ مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے یہ حدیث کبھی بلا استثنا نہیں فرمائی **دوسری قسم**۔ استثنائے الا انہ لا نبی بعدی پس حدیث شریف منزلت اس استثنا کے ساتھ متواتر باللفظ ہے چنانچہ احقر اسکے چند اسناد مقام ہذا میں نقل کرتا ہے۔

تواتر حدیث لا نبی بعدی

پہلی سند صاحب امالی نے بسند متصل امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے جسکا بعض یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ یا علی انت منی بمنزلۃ ھبۃ اللہ من آدم وبمنزلۃ سام من نوح وبمنزلۃ اسحق من ابراھیم وبمنزلۃ ھارون من موسیٰ وبمنزلۃ شمعون من عیسیٰ الا انہ لا نبی بعدی یعنے یا علی تم میری نسبت ایسے ہو جیسے شیثؑ آدمؑ کی نسبت اور سام نوحؑ کی نسبت اور اسحقؑ ابراہیمؑ کی نسبت اور ہارونؑ موسےٰؑ کی نسبت اور شمعونؑ عیسیٰؑ کی نسبت تھے۔ مگر میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔

دوسری سند امالی شیخ ابو جعفر طوسی میں بسند متصل امام رضاؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جنگ تبوک کو تشریف لیجاتے ہوے حضرت امیرؑ سے فرمایا الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی یعنے کیا تم راضی نہیں کہ تم میری نسبت ایسے ہو جیسے موسیٰؑ کی نسبت ہارونؑ تھے مگر میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔

تیسری سند امالی میں بسند متصل حبشی بن جنادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت

علیؑ سے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی

چوتھی سند شیخ نے امالی میں جابر بن سمرہ سے بعینہ یہ حدیث روایت کی ہے۔

پانچویں سند شیخ نے امالی میں عامر بن سعد سے اور اس نے اپنے باپ (سعد وقاص) سے روایت کی ہے کہ جناب سید عالم صلعم نے بعض غزوات میں علیؑ کو ساتھ نہ لیا بلکہ (مدینہ میں) چھوڑا حضرت علیؑ نے آنحضرت سے عرض کی آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں آنحضرت نے فرمایا اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی

سعد بن ابی وقاص سے کتب فریقین میں باسناد کثیرہ یہ حدیث مروی ہے ملاحظہ ہو بحار جلد (۹) باب حدیث المنزلۃ۔

چھٹی سند نہم بحار الانوار کے باب جوامع مناقبہ ص۱۶ چاپ قدیم میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا۔ افیکم احد قال لہ رسول اللہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی غیری۔ قالوا لا یعنی کیا تم میں سوائے میرے کوئی ہے جس کے لئے آنحضرت نے یہ حدیث (منزلۃ مع الاستثنا) فرمائی ہو لوگوں نے کہا نہیں۔

ساتویں سند سعد بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ الا انہ لا نبی بعدی تاسع بحار باب نصوص النبی علی الائمۃ ص۱۸۱ چاپ قدیم طہران۔

آٹھویں سند کشف الغمہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ھذا علی بن ابی طالب لحمہ من لحمی ودمہ من دمی وھو منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ایضا بشارت المصطفیٰ میں ابن عباس سے مثل اسکے مروی ہے۔

نویں سند مناقب ابن شہر آشوب میں ابو سعید خدری سے یہ حدیث مروی ہے۔

دسویں سند کتاب ہدایت میں جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یا علی یعمل لک فی نسبہ ما یعمل لی الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون

من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

گیارھویں سند کتاب ہدایہ میں بسند متصل اسماء بنت عمیس سے مثل بالا کے مروی ہے۔

بارھویں سند کتاب ہدایہ میں انس بن مالک سے مثل اسکے مروی ہے

تیرھویں سند عبداللہ بن مسعود سے بعینہ یہ حدیث مروی ہے یہ سب حدیثیں تاسع بحار کے باب اخبار المنزلۃ میں مرقوم ہیں۔

چودھویں سند تاسع بحار کے باب فضائلہ ومناقبہ ص۳۹۰ چھاپ قدیم میں مقداد بن اسود سے ایک طولانی حدیث مروی ہے جس کا آخر یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا الا انہ لا نبی بعدی۔

پندرھویں سند تاسع بحار کے اسی باب کے ص۳۹۷ میں زید بن ابی آدم سے یہ حدیث مروی ہے

سولھویں سند اسی باب کے ص۳۹۸ میں عبداللہ بن ابی اوفی سے ایک طولانی حدیث میں بعینہ یہ استثنا مروی ہے۔

سترھویں سند تاسع بحار کے باب فضائلہ ومناقبہ کے ص۴۱۱ میں ابو رافع سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ان علیا منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ولو کان علیا۔

اٹھارھویں سند مجلد فتن بحار اور کتاب روضہ میں قیس بن سعد بن عبادہ انصاری سے مروی ہے کہ انہوں نے امیر شام کے روبرو کہا کہ آنحضرت نے امیر المومنینؑ سے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

انیسویں اور بیسویں سند کتاب حق الیقین میں براء بن عازب اور زید بن ارقم سے بعینہ یہ استثنا مروی ہے پس اس ایک قسم استثنا کو سوائے حضرات معصومین علیہم السلام کے اٹھارہ اصحاب نے روایت کیا ہے اور حضرات معصومین سے امیر المومنین اور امام حسن اور امام حسین

اور امام زین العابدین اور امام جعفر صادق اور امام رضا اور امام حسن عسکری علیہم السلام سے
وہ مروی ہے پس اسکے متواتر ہونے میں کبھی عاقل متدین کو شک نہیں ہو سکتا۔ اسکے علاوہ
ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے کہ تمام اہل اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ
آنحضرت صلعم نے امیرالمومنین ع سے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی
بعدی ملاحظہ ہو تاسع بحار باب اخبار المنزلۃ ایضاً صدوق ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے
کہ شیعہ و سنی نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ آنحضرت نے حضرت امیر سے ارشاد فرمایا انت
منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ملاحظہ ہو تاسع بحار باب اخبار المنزلۃ
پس جب یہ استثنا متواتر ہوا تو اسکا انکار بے دینی یا دیوانگی ہے اور جب اس پر اہل اسلام کا اتفاق
ہے تو اسکی مخالفت عین خروج از اسلام ہے **اب ہم** ان مراتب پر جو ان مولوی صاحب نے
حدیث منزلت سے حضرت امیر کی ذات بابرکات میں ثابت کرنا چاہا ہے ایک تفصیلی نظر ڈالتے
ہیں قال **اول** مرتبہ اخوۃ بدلیل آیہ ھارون اخی اقول جاننا چاہیے کہ یہاں اخوت سے مراد اخوت
حقیقیہ نہیں ہے چنانچہ ابن بابویہ نے فرمایا ہے ان علیا لم یکن اخاہ ولادۃ یعنی امیرالمومنین ع
آنحضرت کے بھائی ولادۃً نہ تھے کذا قال السید المرتضیٰ تاسع بحار باب اخبار المنزلۃ بلکہ
اسکے معنے یہ ہیں کہ امیرالمومنین ع بغیر مرتبہ نبوت و خصائص نبوت اور جملہ صفات میں آنحضرت ص
کے مثل و نظیر تھے چنانچہ خود آنحضرت نے ارشاد فرمایا انت اخی فی الدنیا والآخرۃ
قال دوم مرتبہ خلافۃ است بدلیل آیہ اخلفنی **اقول** اس سے کسی عاقل کو انکار نہیں
ہو سکتا قال سوئم مرتبہ وزارۃ است بدلیل اجعل لی وزیرا اقول یہ بھی بہت درست ہے
قال چہارم مرتبہ رسالۃ است بدلیل آیہ انا رسولا ربک اقول یہ عین کفر ہے بدلیل ضرورت
دین و اجماع مسلمین اور خود حدیث میں استثنائے نبوت متواتر۔ اور قطعی ہے اور نبوۃ عام ہے اور رسالۃ خاص
جب عام مستثنیٰ ہو تو خاص بطریق اولیٰ مستثنیٰ ہوگا چنانچہ ابن بابویہ نے فرمایا ہے ومن منازل ھارون
من موسیٰ انہ کان نبیا معہ واستثناء النبی منع من ان یکون علی علیہ السلام نبیا

یعنے ہارون کے مراتب سے یہ بھی ایک مرتبہ تھا کہ وہ حضرت موسٰے کیساتھ نبی تھے اور آنحضرت کا استثنا حضرت امیرؑ کے نبی ہونے کا مانع ہے اور سید مرتضے علم الہدے اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں واذا اخرج بالاستثناء منزلة النبوة وخص العرف منزلة الاخوة فی النسب وجب القطع علی ثبوت ما عداها یعنے جب استثنا سے مرتبہ نبوت خارج ہوا اور دلیل عرف نے اخوت نسبی کی تخصیص کی تو ان دو صفتوں کے سوائے اور مراتب ہارونی کے ثبوت کا یقین واجب ہے (تاسع بحار باب اخبار المنزلة) اور علامہ مجلسی نے حق الیقین میں بمقام ذکر حدیث منزلة تحریر فرمایا ہے ظاہر منزلة عموم است بحسب عرف خصوصاً ہرگاہ بعضے از منازل را استثنا کنند کہ در نیصورت صریح می شود در عموم در بقیہ افراد مستثنے منہ مثل آنکہ اگر کسے گوید فلان مرد بمنزلہ من است مگر آنکہ بخیل است ہمہ کس چنین می فہمند کہ در غیر جود در صفات و احوال دیگر مثل اوست پس این کلام دلالت کرد بر آنکہ جمیع نسبتہا کہ میان موسیٰ و ہارونؑ بود باید کہ در آنحضرت (علی) باشد بغیر پیغمبری قال پنجم مرتبہ نبوت است بدلیل آیہ انا اخاہ ہارون نبیا **اقول** یہ بھی غلط ہے جسکا بیان گزرا قال ششم مرتبہ جعل بیوت موسیٰ و ہارونؑ قبلہ بدلیل لفظ واجعلوا بیوتکم قبلة **اقول** یہ عین نادانی و تحریف معنٰے قرآنی و وسوسہ شیطانی ہے اس کا بیان مختصر و مفید یہ ہے کہ یہ آیہ شریفہ سورہ یونس پارہ ۱۱ میں اسطرح وارد ہے واوحینا الی موسیٰ واخیہ ان تبوا لقومکما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلة واقیموا الصلوٰة یعنے ہمنے موسیٰ اور انکے بھائی (ہارون) کی طرف وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے رہنے کیلئے گھر بنا لو اور تم سب اپنے انہیں گھروں کو مسجد قرار دو اور وہیں نماز پڑھو پس اس آیہ شریفہ میں نہ فقط حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے گھروں کا ذکر ہے اور نہ ان کو قبلہ قرار دینے کے یہ معنے ہیں کہ ان گھروں کی طرف نماز پڑھا کریں اور نہ اس آیہ میں کوئی فضیلة خاص موسٰے و ہارونؑ کی ہے چنانچہ تفسیر صافی میں مرقوم ہے واجعلوا انتما وقومکما بیوتکم تلک البیوت قبلة مصلی یعنے تم دونوں اور تمہاری

قوم ان گھرون کو جاے صلواۃ قرار دیں واقیموا الصلواۃ فیہا اور ان میں نماز پڑہا کریں اور

اسی تفسیر میں امام موسی کاظم علیہ السلام سے واجعلوا بیوتکم قبلۃ کی تفسیر اس طرح منقول ہے

قال امروا ان یصلوا فی بیوتہم یعنے موسےٰ وہارونؑ اور انکی قوم کو یہ حکم دیا گیا ہے

کہ اپنے گھرون میں نماز پڑہا کریں پس ان مولوی صاحب نے لفظ قبلہ کو دیکھکر کعبہ حق سے انحراف

کیا اور کلام خدا میں تحریف معنوی کے مرتکب ہوے قال ہفتم مرتبہ اشتراک در نبوت و رسالت

حضرت موسی بدلیل واشرکہ فی امری۔

اقول باین وجہ منقوض ہے کہ حضرت امیرؑ کی شرکت آنحضرت کی نبوت و فرض اطاعت

میں بدلیل استثنا و باجماع امت باطل ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی نے تاسع بحار باب اخبار المنزلۃ میں

سید مرتضے علم الہدی رضی اللہ عنہ کا جو کلام نقل کیا ہے اسکا بعض یہ ہے لان الامۃ لا

تختلف فی انہٗ لم یکن مشارکا للرسول صلعم فی فرض الطاعۃ علی الامۃ

علی جمیع احوال حیوتہ یعنے امت نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ امیر المومنینؑ فرض اطاعت

میں بجمیع زمانہ حیاۃ آنحضرت آپ کے ساتھ شریک نہ تھے ملخصاً قال ہشتم مرتبہ نجی پشت

موسی است بسبب ہارون بدلیل واشدد بہ ازری اقول یہ درست ہے قال نہم مرتبہ

اشتراک ہارون است بموسی در دادن کتاب بہر دو بدلیل اٰتینا ہما الکتاب المستبین

اقول یہ امیر المومنینؑ کی نسبت غلط ہے کیونکہ عطاے کتاب کو نبوت لازم ہے اور نبوت

بسبب استثنا و ضرورۃ دین اسلام باطل ہے قال دہم مرتبہ شرکت ہارون بموسےٰ در وحی بدلیل

واوحینا الی موسی وہارون اقول یہ بھی بنسبت امیر المومنین باطل ہے بضرورت دین اسلام

واستثناے نبوت چنانچہ علامہ مجلسی نے شیخ سدید مفید اعلی اللہ مقامہ کا قول اس بارے میں

اس طرح نقل کیا ہے وانما منع نزول الوحی الیہم (ای الائمۃؑ) والایحاء بالاشیاء

الیہم للاجماع علی المنع من ذلک والاتفاق علی انہ من زعم ان احدا بعد

نبینا یوحی الیہ فقد اخطاء وکفر ولحصول العلم بذلک من دین النبی اسکا محصل یہ ہے

کہ ائمہ پر نزول وحی ممنوع ہے کیونکہ اس منع پر اجماع واقع ہوا ہے اور اسپر بھی اتفاق ہے
اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ ہمارے پیغمبر کے بعد فلان شخص پر وحی آتی تھی تو وہ شخص مخطی اور کافر
ہے پس یہ امر (ضرورۃ) دین اسلام سے ہو گیا ہے ملاحظہ ہو سلیع سجاد باب انہم محدثون
مفہمون والفرق بینہم وبین الانبیاء قال یازدہم مرتبہ شرکت ہارون بموسی است
در بعثۃ بدلیل آیہ بعثنا من بعدہم موسی وہارون اقول اگر بعثۃ سے مراد بعثۃ نبوۃ ہے تو
ذات امیر المومنین میں یہ صفت ممنوع ہے جسکا بیان گزرا اور اگر اس سے مراد تقرر امامت ہے
تو مسلم قال دوازدہم مرتبہ وصایۃ بدلیل احادیث متواترہ اقول ہرچند امیر المومنین ع کا وصی
آنحضرت ہونا قطعی ہے مگر ہارون کا وصی حضرت موسیٰ ہونا محل کلام قال سیزدہم مرتبہ وحدۃ موسے
وہارون کہ حقیقۃً یکی بودہ اند بدلیل فمن ربکما یا موسی (یعنے اے موسے تم دونون کا پروردگار
کون ہے) اقول دعوے وحدت حقیقیہ موسیٰ وہارون ع کرنا اور اس پر آیہ موصوفہ سے دلیل
لانا عین خبط حواس ہے کیونکہ موسیٰ ایک ذات معین اور شخص کا نام تھا اور ہارون بھی ایک علیحدہ شخص تھے اور
دونون فرعون کے روبرو موجود تھے۔ اور فرعون مخبوط الحواس اور اندھا نہ تھا جو دو شخصوں کو
ایک سمجھے اور وہ ان بزرگوارون کی نبوۃ کا بھی معتقد نہ تھا جو ممکنات سے ہے پھر وہ ان کی وحدۃ
حقیقی کا کیونکر اعتقاد رکھتا جو محالات سے ہے پس فرعون نے جو حضرت موسے سے کہا
فمن ربکما یا موسی اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ موسیٰ اصل تھے اور ہارون تابع اس لئے فرعون پکارنے
میں تو نام فقط موسیٰ کا لیا مگر کلام میں خطاب دونون کی طرف کیا چنانچہ تفسیر صافی میں مرقوم ہے
وانما خاطب الاثنین وخص موسی بالنداء لانہ الاصل وہارون وزیرہ اور ایسے محاورات تمام
زبانون میں شایع ہیں اور خود قرآن شریف میں ایسا کلام کئی مقام پر موجود ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ
نے فرمایا واوحینا الی موسی واخیہ ان تبوءا لقومکما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلۃ پس اس آیہ میں
وحی تو موسے اور ہارون کی طرف ہے اور واجعلوا بیوتکم صیغہ جمع سے موسے وہارون ع کیساتھ انکی
تمام قوم کو مخاطب کیا گیا ہے تو کیا کوئی کہسکتا ہے کہ موسیٰ وہارون ع اور انکی قوم وحدۃ حقیقی رکھتے

تھے ایضاً خلاق عالم نے فرمایا ہے یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء ہیں ندا تو آنحضرت کے نام سے ہوئی
اور صیغہ جمع سے خطاب تمام مسلمانوں کی طرف کیا گیا تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ تمام مسلمان آنحضرت کے
ساتھ وحدۃ حقیقی رکھتے ہیں ہرگز نہیں قال چہاردہم مرتبہ افصح بودن حضرت ہارون از موسیٰ بدلیل
آیہ ھو افصح منی لسانا اقول نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ان مولوی صاحب نے حضرت امیرؑ کو
آنحضرت سے زیادہ فصیح ثابت کرنا چاہا ہے حالانکہ نبوۃ کے شرائط میں تمام اہل اسلام متفق ہیں کہ چاہئے
نبی جملہ فضائل اور کمالات میں اکمل اہل زمان اور افضل امتہ ہو اور ان مولوی صاحب نے جو اپنے
دعوے کے ثبوت میں آیہ ھو افصح منی لسانا پیش کیا ہے وہ فہم کی غلطی ہے اسکا مختصر بیان یہ
ہے کہ حضرت موسیٰ کی زبان میں آگ سے جلنے کی وجہ سے گرہ پڑ گئی تھی جس سے صاف نہ بول سکتے
تھے جب انہیں حکم خدا فرعون کی ہدایۃ کیلئے ہوا تو انہوں نے عرض کی واخی ھارون ھو افصح منی
لسانا فارسلہ معی ردءً یعنے میرے بھائی ہارون انکی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو انکو میرا مددگار
بنا کر میرے ساتھ بھیج۔ مگر قرآن شریف کے دوسرے مقام پر یعنے سورہ طہٰ میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے
یہ بھی عرض کی واحلل عقدۃ من لسانی اور میرے زبان میں جو گرہ پڑی ہوئی ہے اسے بھی کھولدے
اسکے جواب میں خلاق عالم نے فرمایا قد اوتیت سؤلک یا موسیٰ یعنے اے موسیٰ تمہاری سب
درخواستیں منظور کی گئیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو سبب موسیٰؑ کی عدم فصاحتہ کا تھا وہ
خدا نے دفع فرمایا جس سے ممکن نہیں کہ کوئی کہہ سکے کہ اسکے بعد بھی حضرت موسیٰؑ سے حضرۃ ہارونؑ
افصح تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ کا قول ھو افصح منی زمانہ مرض کا ہے نہ زمانہ صحت کا قال بزدہم
مالک بودن حضرت موسیٰؑ نفس خود را و ہارونؑ را کہ دلیل وحدۃ باطنیہ است انا لا املک الا
نفسی واخی اقول دو وجہوں سے باطل ہے۔ اول یہ کہ وحدۃ حقیقیہ تخصین ممتنع عقلی ہے
جسکا قائل بغیر مخبوط الحواس کے نہیں ہو سکتا اور اسکے ممتنع ہونے میں کوئی فرق ظاہر و باطن کا نہیں ہے
کما مر فی صدر الکتاب۔ دوسری وجہ یہ کہ کسی شخص کا مالک نفس غیر ہونا اس امر پر ہرگز دال
نہیں کہ مالک و مملوک دونوں وحدۃ باطنیہ رکھتے ہوں خدائے تعالیٰ ہمارا مالک حقیقی ہے اور اسکے

حاکم ہیں آنحضرت اور ائمہ معصومین علیہم السلام ہمارے مالک ہیں اور ہر آقا اپنے غلام وکنیز کا مالک ہے لیکن کیا سب وحدت باطنی رکھتے ہیں ہرگز نہیں ہے حضرت موسیٰ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ بحیثیت رسالت مستقل تھے اور حضرت ہارونؑ باوجود عصمت حضرت موسیٰؑ کے تابع لہٰذا موسیٰ کو یقین تھا کہ ہارون میرے حکم کے خلاف نہیں کریں گے اس لئے کہا لا املک الا نفسی واخی سب [illegible] سے وحضرت موسیٰ وحضرت ہارون میں وحدت باطنی تو ثابت نہیں ہوئی مگر یہ امر قطعاً ثابت ہو کہ موسیٰ حاکم تھے اور ہارونؑ انکے محکوم اور موسیٰ افضل تھے اور ہارون مفضول اور باقی کلام حدیث منزلہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

قال پس جمیع مراتب پانزدہ گانہ مذکور الصدر کہ از برائے ہارون ثابت شدہ از برائے جناب امیر ہم ثابت می شود این تفسیر حدیث منزلہ بنا بر عدم استثنا است۔

اقول وجود استثنا تواتر اور اجماع سے قطعی اور یقینی ہے پھر خلاف استثنا تمام مراتب ہارونؑ کو ذات امیر المومنین پر ثابت جاننا دین سے ہاتھ اٹھالینا ہے تقریباً بیس اصحاب سے زیادہ نے اس استثنا کو روایت کیا ہے اور کئی اصحاب عصمت وطہارت سے بھی یہ استثنا مروی ہے اور اہل اسلام نے اس استثنا پر اجماع واتفاق کیا ہے جملہ علماء عظام نے جہاں کہیں حدیث منزلہ سے حضرت امیر المومنینؑ کی امامت پر استدلال کیا ہے اسی استثنا کیساتھ کیا ہے۔ علامہ مجلسی نے صدوق ابن بابویہ رحمۃ اللہ علیہ نے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رضی اللہ عنہ نے ملاحظہ ہو تاسع بحار باب اخبار المنزلہ اور خاتم المتکلمین مولانا مولوی السید حامد حسین اعلی اللہ مقامہ نے کتاب مستطاب عبقات الانوار میں جو ایک تفصیلی بحث حدیث منزلہ کی نسبت تحریر فرمائی ہے وہ اسی استثنا کیساتھ ہے اور مثل فرض محال اگر یہ استثنا قطعی الصدور نہو جب بھی اجماع اہل قبلہ اور اتفاق امت جو آنحضرت کی ختمیہ نبوت پر ہے جسے ضرورت دین اسلام کہتے ہیں وہ جناب امیر کی ذات والا صفات میں جمیع مراتب ہارونیہ کے ثبوت کا مانع ہے۔

قال واما دوم حدیث منزلہ با استثنا سے لفظ الا انہ لا نبی بعدی است پس دلالت می کند

کنند کہ غیر از نبوت جمیع مراتب ہارونیہ مذکورہ بالا از براے جناب امیر ثابت باشد۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ اولاً جب حسب اعتراف مولوی صاحب موصوف بسبب استثنا حضرت امیرؑ کی ذات سے ایک سے نبوت علیحدہ ہوگئی تو پھر جو آیندہ مخالفانہ بحث کی ہے اور اسی استثنا سے آپکی نبوت ثابت کرنا چاہا ہے سب باطل ہے اور اس سے پہلے جو دلائل مہملہ ثبوت نبوۃ کے بیان کئے سب غلط ثانیاً جو کہا کہ بغیر نبوت جملہ مراتب مذکورہ ہارونیہ حضرت امیر کی ذات میں ثابت ہیں اس سے بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے جو پندرہ مراتب بیان کئے ہیں انمیں سے بسبب استثنا ایک مرتبہ نبوت ساقط اور باقی چودہ ثابت ہیں۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ انمیں سے بعض مراتب تو ایسے ہیں کہ دراصل وہ مہمل ہیں اور خود حضرۃ ہارونؑ ہی کی ذات میں وہ ثابت نہیں اور بعض ایسے ہیں کہ انکو نبوۃ لازم ہے اور نبوۃ بسبب استثنا باطل ہے پس لزوم بھی باطل ہے جیسے عطاے کتاب و نزول وحی۔

قال و لفظ بعدی در استثناء الا انہ لا نبی بعدی معلوم است کہ انظروف است و انحصار ظرف در زمان و مکان قطعی است و در صورت ظرف زمانی بودن لفظ بعدی این معنے می شود کہ بعد از زمان من کسی نبی نیست و این استثناء از نبوۃ مطلقہ نیست بلکہ استثناء از نبوۃ مقیدہ بما بعد زمان نبی است پس عموم زمان نبوۃ حضرت علی ثابت بود در زمان حیوۃ آنحضرت و بعد زمان ممات آنحضرت بسبب تشبیہ حضرت علی بہ ہارون و چون استثناے نبوۃ بعد زمان آنحضرت درین حدیث شریف شدہ نبوت حضرت علی در زمان حضرت محمد باقی ماندہ و بسبب استثناء مذکور نبوت حضرت علی بعد زمان مماۃ آنحضرت ثابت نشدہ فیخرج ما خرج و بقی الباقی تحت عمومہ پس بنا بر این مثل این می شود کہ کسی بعیال خود بگوید کہ حال شما مثل حال بادشاہی است مگر بعد از من از براے شما آسایش نیست و این بہ تبادر دلالۃ میکند کہ در زمان من آسایش است پس فرمودن آنحضرت کہ تو از من بمنزلہ ہارونی از موسے مگر اینکہ بہ تحقیق کہ شان انیست کہ ہیچکس نبی بعد از من نیست دلالۃ می کند کہ در زمان من نبی ہستی و بعد از زمان من نبی نیستی پس لازم این قول می شود کہ بعد زمان آنحضرت

سلب نبوت از جناب امیر شبود یا بجہتہ صدور خطاے ازین معصوم کہ محال است یا بسبب عدم عدل خدا کہ بلا وجہ سلب نبوت از جناب امیر میکند این ہم محال است کہ خدا می فرماید ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم ونیز بعد از اعطاے نعمۃ نبوۃ و رسالۃ بہ نبی و رسولی از زمان آدم تا زمان خاتم سلب نبوت و رسالۃ نفرمودہ و خداے تعالی خلاف طریقہ خود نمی کند کہ میفرماید ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا پس لازم آمد کہ قائل بہ سلب نبوۃ بعد از نبی قائل یکی از دو محذور نمذکور باشد یا نسبۃ لغو بکلام آنحضرت نماید کہ ان ہم محال است۔

اقول واللہ الموفق والمعین یہ تطویل لاطائل کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ لفظ بعد حقیقۃً ظرف زمان ہے نہ ظرف مکان چنانچہ مجمع البحرین میں ہے وبعد ظرف مبہم من ظروف الزمان یعنی لفظ بعد ظرف مبہم ہے ظروف زمان سے اور ملا سعد تفتازانی نے مختصر معانی میں لفظ بعد کے شرح میں لکھا ہے فہو من الظروف الزمانیۃ اور کتاب نحو میر میں لفظ بعد کو ظروف زمانیہ میں شمار کیا ہے نہ ظروف مکانیہ میں اور جسقدر علماء اعلام شیعہ نے حدیث منزلۃ کی شرح کی ہے ان سب نے لفظ بعد کو جو استثنا میں وارد ہے ظرف زمان ہی قرار دیا ہے اور بالاتفاق یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت کے بعد مطلقا کوئی پیغمبر نہیں پس باوجود اسکے لفظ بعد کو ظرف مکان قرار دینا جہل یا تجاہل ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ علی التنزل ہم نے تسلیم کیا کہ لفظ بعد کبھی ظرف مکان کے لئے بھی مستعمل ہے مگر یہ اسوقت ہوگا جبکہ لفظ بعد مضاف ہو اور لفظ مکان یا اسکے ہم معنے الفاظ مضاف الیہ ہوں اور بغیر اسکے ہرگز یہ لفظ ظرف مکان کے لیے مستعمل نہیں ہوتا پس حدیث منزلۃ میں لفظ بعد الفاظ مذکورہ کی طرف مضاف نہیں تو اس سے متبادر الی الذہن قطعاً ظرفیۃ زمانی ہے نہ مکانی۔ تیسری وجہ یہ کہ اگر حدیث استثنا میں لفظ بعد کو ظرف مکان مراد لیں تو حدیث مہمل اور لغو ہو جائیگی اور وہ محال ہے اور اسکی تفصیل عنقریب آتی ہے انشاء اللہ تعالی پس جب ثابت ہوا کہ حدیث استثنا میں لفظ بعد قطعاً ظرف زمان ہے تو اب جاننا چاہیے کہ ان مولوی صاحب نے جو یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ اس صورت میں لازم ہوگا کہ حضرت امیر آنحضرت

کے زمانہ میں پیغمبر ہوں اور آنحضرت کے بعد آپ سے نبوۃ سلب کی گئی ہو پس یہ احتمال
خواہش کے اختلال پر دال ہے اور کئی وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ جب بوجہ نص متواتر لا
انہ لا نبی بعدی یہ امر قطعی ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ اور حضرت امیرؑ آنحضرت
کے بعد زندہ تھے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت کے بعد حضرت امیرؑ بھی پیغمبر نہیں جب آنحضرت کے
بعد آپ پیغمبر نہیں تو آنحضرت کے زمانہ میں بھی آپ پیغمبر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ درصورت نبوۃ
امیر المومنینؑ بزمانہ آنحضرت۔ آنحضرت کے بعد آپ سے سلب نبوت لازم آئیگی اور وہ ممتنع ہے اگر
آپ سے سلب نبوۃ نہو تو ضرور ہوگا کہ آپ آنحضرت کے بعد بھی پیغمبر ہوں اور وہ بھی بنص متواتر استثنا
ممتنع ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضرت امیرؑ نہ آنحضرت کے زمانے میں پیغمبر ہیں نہ آنحضرت کے بعد
پس آنحضرت کا لا نبی بعدی فرمانا آپکے زمانے کی نبوۃ کو بھی باطل کرتا ہے اور ان مولوی صاحب نے
جو یہ قاعدہ پیش کیا ہے کہ نفوخ ما خرج دیقی الباقی تحت عمومہ پس یہ اس وقت ہے کہ جب
عموم صفات باقیہ میں کسی صفت کے بقا کی کوئی دلیل خارج مانع نہو۔ اور یہاں دلیل قطعی مانع ہے یعنی
درصورت نبوۃ امیر المومنینؑ بزمان آنحضرت امر ممتنع یعنی سلب نبوۃ بعد آنحضرت لازم آئیگی اللازم
باطل فالملزوم کذلک اور جو ان مولوی صاحب نے بادشاہ کی مثال پیش کر کے اس پر حدیث مستثنا
قیاس کیا وہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ کسی کے لئے آسایش کا ایک زمانے میں پایا جانا اور دوسرے
زمانے میں نپایا جانا کوئی محذور نہیں رکھتا ممکن ہے کہ ایک شخص کو خدائے تعالی ایک وقت آسایش
عطا کرے اور پھر وہ آسایش سلب ہو جائے بخلاف نبوۃ کہ جب کسی کو عطا ہوئی تو پھر سلب نہیں ہو سکتی دوسری
وجہ یہ کہ تاریخ بخاری کے باب اخبار المنزلہ میں عمر اور سلمہ ابنا سے حضرت ام سلمہ سے روایۃ کی ہے وہ
کہتے ہیں کہ ہم نے ایک حج میں سنا کہ آنحضرت نے امیر المومنین کی نسبت فرمایا علیؑ میری نسبت ایسے ہیں
جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی نسبت تھے الا ان اللہ ختم النبوۃ بی فلا نبوۃ بعدی مگر یہ تحقیق کہ خدا
تعالی نے مجھ پر نبوۃ ختم فرمائی ہے پس میرے بعد نبوۃ نہیں ہے اور یہ حدیث حدیث منزلۃ کی
تیسری قسم ہے جسکو ان مولوی صاحب نے اپنے مطلب کے خلاف سمجھکر ترک کیا ہے اور

ہر چند اسکے الفاظ بظاہر قسم ثانی کے الفاظ سے کسی قدر فرق رکھتے ہیں مگر معنے ایک ہیں اور اس
میں جو الفاظ ختم النبوۃ بی وارد ہیں وہ قطعی طور پر اس امر پر دال ہیں کہ نہ آنحضرت کے بعد کوئی
پیغمبر ہے نہ آنحضرت کے زمانہ میں پھر آنحضرت نے انہیں الفاظ پر تفریع فرمائی اور تاکید اکھا
ولا نبوۃ بعدی تیسری وجہ یہ کہ وہی حدیث منزلۃ آنحضرت نے ایک دفعہ ان الفاظ میں ارشاد
فرمائی جو کشف الغمہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے یا علی یحل لک فی المسجد
ما یحل لی الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا النبوۃ یعنے یا علی جو چیز
مجھے مسجد میں حلال ہے وہ تم کو بھی حلال ہے کیا تم خوش نہیں کہ تم میری نسبت ایسے ہو جیسے ہارون
موسی کی نسبت تھے بغیر نبوت کے ایضاً یہ حدیث بعینہ تاسع بحار میں سعد وقاص سے بھی مروی ہے
ایضاً عاشر بحار میں بذیل ذکر امام حسن مجتبیٰؑ بنقل کتاب عدد و احتجاج طبرسی امام حسنؑ سے مروی ہے
کہ آنحضرت نے حضرت امیر سے فرمایا یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی غیر النبوۃ
ولا نبوۃ بعدی ایضاً حیوۃ القلوب کی دوسری جلد میں بذکر غزوہ تبوک بنقل تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام
امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یا علی آیا نمی خواہی کہ نسبت تو
بمن نسبت ہارونؑ باشد بموسے در ہمہ چیز بغیر پیغمبری پس اس حدیث صحیح مشہور سے کالشمس فی
نصف النہار ثابت ہے کہ امیر المومنینؑ کی ذات میں ہرگز نبوت نہ تھی نہ آنحضرت کے زمانے
میں نہ آنحضرت کے بعد اور بقاعدہ الحدیث یفسر الحدیث اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ
اس حدیث متواتر الا انہ لا نبی بعدی کے بھی یہی معنے ہیں کہ حضرت امیرؑ کسی زمانہ میں
پیغمبر نہیں اور یہ حدیث مشہور چوتھی قسم ہے حدیث منزلہ کی اور نہایت تعجب کا مقام ہے کہ ان
مولوی صاحب نے حدیث منزلہ کی اس قسم کو بھی جسمیں استثنا بلفظ الا النبوۃ وارد ہے ترک کر دیا کیونکہ
دیکھا کہ اسمیں مطلق تاویل کی گنجایش نہیں ہے۔ چوتھی وجہ یہ کہ تاسع بحار کے باب سد الابواب الا باب علی
میں بروایۃ ابو رافع آنحضرت سے جو حدیث منزلہ مروی ہے اسکا آخر یہ ہے الا انہ لا نبی بعدی
ولو کان لکان علیا جسکا محصل یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ بے شک میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں

اور اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو وہ علی ہوتے قریب اسکے ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے (ناسخ
بحار باب اخبار المنزلۃ) اور ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے کتاب مناقب میں لکھا ہے (فی روایات
کثیرۃ الا انہ لا نبی بعدی ولو کان لکنتہ) یعنے اکثر روایات میں وارد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ
بیشک میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو (یا علی) وہ تم ہوتے۔ ملاحظہ ہو ناسخ
بحار باب اخبار المنزلۃ۔ پس معلوم ہوا کہ یہ زیادتی بھی روایات مشہورہ سے ثابت ہے اور اس سے ظاہر
ہے کہ حضرۃ امیرؑ نہ آنحضرۃ کے زمانہ میں پیغمبر تھے اور نہ آپکے بعد۔ اور یہ حدیث۔ پانچویں قسم ہے حدیث
منزلۃ کی کہ اسکو بھی ان مولوی صاحب نے جہلاً یا اپنے مخالف مطلب جانکر تجاہلاً ترک کیا ہے
پانچویں وجہ یہ کہ ناسخ بحار کے باب اخبار المنزلۃ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرۃ
امیرؑ سے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ میری نسبۃ اسیطرح ہو جیسے موسیٰ کی نسبت ہارونؑ تھے الا انک
لست بنبی مگر فرق اتنا ہے کہ تم پیغمبر نہیں۔ ایضاً نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ آنحضرت
نے آپسے فرمایا انک لست بنبی ولکنک وزیر الحدیث پس یہ حدیث بھی اس پر نص ہے کہ حضرت
امیرؑ مطلق پیغمبر نہیں نہ نبی صامت نہ ناطق۔ پس ان مولوی صاحب نے جو اس حدیث کی نسبۃ
لکھا ہے کہ معنے آن این میشود کہ وے تو درین زمان نبی نیستی بجہت آنکہ درین زمان من نبی ناطق ہستم الخ
کئی وجوہ سے منقوض ہے اول یہ کہ آنحضرت نے مطلق ارشاد فرمایا لست بنبی اس سے متبادر
الی الذہن یہی امر ہے کہ حضرت امیرؑ کسی طرح کے پیغمبر نہیں نہ ناطق نہ صامت نہ آنحضرت کے زمانہ
میں نہ آپکے بعد پس لست بنبی کے معنے وے تو درین زمان نبی نیستی الخ کہنا عین تحریف ہے دوسرے
یہ کہ دو حال سے خالی نہیں کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ کیساتھ یا نبی ناطق تھے یا نبی صامت بصورۃ
اولی ہیں ان مولوی صاحب کا یہ کلام کہ در یک زمان واحد میں دو نبی ناطق نہیں ہوسکتے باطل ہے اور استثناء غلط
بصورۃ ثانیہ یہ استثناء معاذ اللہ غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب حضرت ہارونؑ بھی نبی ناطق نہ تھے
تو پھر استثناء کی کیا ضرورۃ تیسرے یہ کہ خود حضرت امیرؑ نے آنحضرت کے بعد اپنی نبوت سے انکار
فرمایا ہے چنانچہ ناسخ بحار میں مرقوم ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا خبردار ہو جاؤ کہ میں ہرگز پیغمبر نہیں

اور نہ مجھ پر وحی آتی ہے بلکہ میں کتاب خدا اور طریقۂ رسول خداؐ کا پیرو ہوں۔ ایضاً ناسخ بحار کے باب
معجزات میں مرقوم ہے کہ ایک راہب نے حضرت امیرؑ سے ایک معجزہ عظیم دیکھکر عرض کی کیا آپ
پیغمبر ہیں **قال لا** آپ نے فرمایا نہیں پس ایسے نصوص کا انکار کرنا نہیں مولوی صاحب کا کام ہے
غلیں بہرحال یہ حدیث یعنے الا انک لست بنبی حدیث منزلہ کی چھٹی قسم ہے چھٹی وجہ
یہ کہ بعض مقام پر آنحضرت نے حدیث منزلہ ارشاد فرماکر اسطرح استثناء فرمایا الا انہ لا نبی معی
یعنے میرے ساتھ کوئی پیغمبر نہیں اور یہ حدیث ایک سند سے یعنے سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے
ملاحظہ ہو ناسخ بحار باب اخبار المنزلہ۔ اور اسکی نسبت جو ان مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ وہ معنی
آن این میشود کہ در زمان من نبی نیست۔ یعنے نبی قائم نیست بلکہ نبی قاعد است الخ پس یہ بھی تحریف
ہے کیونکہ یہاں نہ نبی قائم کا ذکر ہے نہ قاعد کا بلکہ ذات نبی کی آنحضرت نے نفی فرمائی اور یہ دلیل
الحدیث یفسر الحدیث اس حدیث میں معیۃ نبوت مراد ہے یعنے میری نبوۃ کیساتھ یا میری نبوۃ
کے زمانہ میں کوئی نبی نہیں اور معلوم ہے کہ آنحضرت کی نبوۃ کا زمانہ قیامت تک ہے پس قیامت
تک کوئی نبی نہیں ہے۔

اور یہ ساتویں قسم ہے حدیث منزلہ کی اور سوا اسکے حدیث متواتر باللفظ الا انہ لا نبی بعدی
کے یہ پانچ قسم کے استثنا کی احادیث بھی جو بظاہر کسیقدر مختلف الالفاظ ہیں متواتر بالمعنے ہیں کیونکہ
وہ عمر بن ام سلمہؓ کلمہ بن ام سلمہؓ جابر بن عبداللہ انصاری سعد وقاص امام زین العابدین علیہ السلام
ابو رافع۔ ابو سعید خدری ابن عباسؓ امیر المومنین اور امام حسن عسکری علیہما السلام وغیرہم سے مروی
ہیں اور حدیث متواتر باللفظ الا انہ لا نبی بعدی کی جو بیس ۲۰ اصحاب سے بلکہ اس سے زیادہ سے مروی
ہے موید اور مفسر ہیں اور ان سب کے محصل معنے جو بطور قطع ثابت ہیں یہ ہیں کہ نہ آنحضرت کے زمانہ
میں کوئی پیغمبر ہے اور نہ آپکے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر ہے۔

قال چون معنے ظرف زمانی در لفظ بعدی گرفتن متعذر شد پس ناچار است انحصار معنے
ظرف مکانی در لفظ بعدی و آن این است کہ الا انہ لا نبی بعدی را باین طور معنے بکنیم

دیگر اینکہ بہ تحقیق کہ شان انیست کہ ہیچ کس نبی نیست بعد از مکان من) و مکان عبارۃ است از مرتبہ و معنے بعدیۃ مکان و مرتبہ پستی مرتبہ است ہمچنانکہ اولیت مکان و مرتبہ بلندی مرتبہ است و معنے کلام آنحضرت درین وقت این می شود کہ بعد از مکان و مرتبہ من نبی کہ آن مرتبہ پست از مرتبہ من نبی است ہیچکس نبی نخواہد شد یعنے ہر نبی کہ بعد از من خواہد شد مرتبہ اش از مرتبہ من پست نخواہد بود۔ پس این استثنا از نبوۃ پست از نبوت آنحضرت است یعنے نبوت ان نبی کہ بعد از من خواہد بود برابر مرتبہ نبوت من خواہد بود این است معنے ظرف مکانی بعدی در این حدیث منحصر در معنے ظرف مکانی است انتہے۔

اقول واللہ المعین یہ تاویلات بعیدہ براہین عدیدہ سے باطل ہیں۔ اول یہ کہ ہم نے ابھی ثابت کر دیا ہے کہ لفظ بعد حقیقۃ ظرف زمان ہے لا غیر اور یہ بھی دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حدیث استثنا میں لفظ بعدی کو ظرف زمان میں استعمال کرنے سے کوئی قباحت واقع نہیں ہوتی۔ اور اس کو ظرف زمان ہی میں استعمال کرنا متعین ہے دوسری وجہ یہ کہ تمام علماء اسلام نے لفظ بعدی کو اس حدیث میں ظرف زمان ہی میں استعمال کیا ہے اور اس سے بالاجماع یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت پر نبوۃ ختم ہو گئی ہے۔ نہ آنحضرت کے زمانہ میں کوئی پیغمبر ہے نہ آپکے بعد قیامت تک پس اسکے خلاف بعد کو ظرف مکان قرار دینا خرق اجماع ہے جو ہرگز جائز نہیں بلکہ ضرورۃ اسلام سے یہ امر ثابت ہوا ہے کہ اس حدیث میں لفظ بعدی ظرف زمان ہے اور یہ حدیث اس پر نص ہے کہ آنحضرت کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں پس اسکے خلاف کلام کرنا اپنے کو اسلام سے خارج کرنا ہے تیسری وجہ یہ کہ لفظ بعدی کو اس حدیث میں ظرف مکان قرار دینے سے آنحضرت کا کلام لغو اور بیہودہ مہمل ہو جائیگا کیونکہ درصورت ظرفیۃ مکانی اس حدیث کے نفس یہ معنے ہونگے۔ کہ میں جہاں کھڑا ہوں یا بیٹھا ہوں یا لیٹا ہوں اس مقام سے پیچھے کوئی پیغمبر نہیں۔ حالانکہ یہ لغو ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ میرے دونوں پہلووں میں یا میرے روبرو پیغمبر ہے اور یہ بھی لغو ہے۔ اور ان مولوی صاحب نے لفظ بعد کو ظرف مکانی قرار دیکر جو معنے

بیان کئے ہیں وہ معنے ظرف مکانی کے بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ نے لکھا ہے کہ "میان عبارۃ است از مرتبہ و معنے بعدیتہ مکان و مرتبہ پستی مرتبہ است" اور یہ بنائے فاسد علی الفاسد ہے نہ لفظ بعد حقیقۃ ظرف مکانی ہے اور نہ ظرف مکانی حقیقۃ بمعنے مرتبہ ہے کیونکہ ظروف میں خواہ زمانی ہوں یا مکانی ظرفیتہ ضرور ہے اور مرتبہ میں ظرفیتہ نہیں چوتھی وجہ یہ کہ آنحضرت کو حدیث منزلۃ کے ارشاد سے یہ منظور تھا کہ اپنے بعد حضرت امیر کی خلافت ثابت فرمائیں پس اگر آپ فقط انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ فرماتے تو سامعین یہ خیال کرتے کہ امیر المومنین آنحضرت کی زندگی ہی میں خلیفہ ہو سکتے ہیں نہ بعد۔ کیونکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ نہ تھے بلکہ انہوں نے حضرت موسیٰ کی زندگی ہی میں انتقال فرمایا تھا۔ اور بعض کو یہ بھی خیال ہوتا کہ امیر المومنین بھی پیغمبر ہیں لہٰذا آنحضرت نے ایک ہی کلام بلاغۃ النظام سے دونوں خیالوں کو دفع فرما کر اپنے بعد حضرت امیر کی خلافۃ ثابت فرما دی اور ارشاد کیا الا انہ لا نبی بعدی پس حرف استثناء سے قطعاً یہ بات ثابت ہوئی کہ صفات ہارونیہ سے بغیر نبوۃ و مختصات نبوۃ جملہ صفات ممکنہ حضرت امیر کی ذات میں تھے اور لفظ بعدی سے یہ امر قطعاً ثابت ہوا کہ حضرت امیر آنحضرت کے بعد زندہ رہیں گے اور پیغمبر نہونگے بلکہ خلیفہ ہونگے چنانچہ جملہ علماء اعلام نے حضرت امیر کی خلافت پر اسیطرح استدلال فرمایا ہے ملاحظہ ہو تاسع بحار باب اخبار المنزلۃ و عبقات الانوار مجلد حدیث منزلۃ وغیرہما۔ پانچویں وجہ یہ کہ اگر فرض کریں کہ حدیث منزلۃ سے سامعین کو یہ خیال ہوا تھا کہ حضرت امیر میں آنحضرت کی نبوت سے کم مرتبہ کی نبوت ہے اور معاذ اللہ آنحضرت کو یہ منظور ہوا کہ اپنے برابر کی نبوت حضرت امیر میں ثابت کریں نہ کم مرتبہ کی اس لئے آپ نے فرمایا الا انہ لا نبی بعدی تو اس صورت میں تین وجہوں سے آپکے اس کلام کی لغویتہ لازم آئیگی۔ اول یہ کہ خلاف محاورہ عرب آپنے کلام کیا کیونکہ فقرہ الا انہ لا نبی بعدی کے حاصل معنے متبادر الی الذہن یہی ہیں کہ آنحضرت کے بعد کوئی پیغمبر نہیں دوسرے یہ کہ آنحضرت کے بعد تین طرح کے انبیاء کا امکان قرین عقل ہے اول آنحضرت سے افضل۔ دوسرا مساوی

تیسرا مفضول یعنے کم پس جب ادعاے مولوی صاحب آنحضرت نے اپنے سے کم مرتبہ پیغمبر کا استثنا فرمایا تو اب دو قسم کے پیغمبر باقی رہگئے۔ افضل اور مساوی حالانکہ جب تصریح مولوی صاحب موصوف آنحضرت نے اس استثنا سے اپنے مساوی انبیار کا اثبات چاہا ہے پس اسکے لئے عبارۃ ناکافی ہے بلکہ ضرور تہا کہ آنحضرت اسطرح فرماتے الا انک مساوی لی فی جمیع الصفات تیسری یہ کہ آنحضرت کا اپنے سے کم رتبہ نبی کا استثنا فرمانا اور اپنے مساوی پیغمبر کا اثبات کرنا بناے فاسد علی الفاسد ہے جو آنحضرت سے محال ہے کیونکہ آیہ خاتم النبیین اور احادیث متواتر بالمعنے الا ان اللہ ختم النبوۃ بی فلا نبوۃ بعدی الا النبوۃ و الا انک لست نبیا اور آنحضرت کے اسم مبارک کا عاقب اور مقفی ہونا۔ اور دوسری حدیثیں جو سابق میں باسناد متواترہ نقل کی گئی ہیں اس امر پر نص قطعی ہیں کہ آنحضرت پر نبوۃ ختم ہوگئی آنحضرت کے زمانے میں اور آپکے بعد کوئی پیغمبر نہیں باوجود اسکے پھر آنحضرت کا اپنے بعد وجود نبی ثابت کرنا معاذ اللہ لوگون کو گمراہ کرنا ہے طرہ اس پر اثبات نبی مساوی۔ کہ ممتنع در ممتنع ہے کیونکر آنحضرت سے ممکن ہے کیونکہ معلوم ہے کہ آنحضرت پیغمبر اولوالعزم ناسخ ادیان سابق ہیں اور آپ ایسی شریعۃ جامعہ تامہ لاے ہیں جو تمام اقوام کے لئے کافی ہے اور وہ تا قیامۃ باقی ہے پس آپکے برابر کے مرتبہ کا پیغمبر وہی ہو سکتا ہے جو وہ بہی اولوالعزم ہو اور آنحضرت کی شریعۃ کو نسخ کرے اور دوسری شریعۃ لائے اور آنحضرت کے بعد ایسے پیغمبر کے وجود کا قائل ہونا سفسطہ ہے ایضاً اگر کوئی دوسرا پیغمبر آنحضرت کی شریعۃ کو نسخ کرنے اور دوسری شریعۃ لاے تو ثابت ہوگا کہ آنحضرت کی شریعۃ جامعہ تامہ نہیں اور نہ وہ قیامت تک باقی ہے اور یہ خلاف ضروری دین اسلام ہے پس اس امر کا قائل ہونا پڑے گا کہ آنحضرت کے بعد کوئی پیغمبر اولوالعزم نہیں ہے بلکہ آپکا تابع اور آپکی شریعۃ کا حافظ ہے۔ اس صورۃ میں چونکہ یقینی ہے کہ اولوالعزم غیر اولوالعزم سے اور متبوع تابع سے افضل ہوتا ہے یہ اقرار کرنا پڑیگا کہ آنحضرت کے بعد کوئی پیغمبر آپکا مساوی المرتبہ نہیں و ھذا خلف پس یہ مولوی صاحب عجب سامان ہیں کہ آنحضرت کے کلام کو لغو اور مہمل اور مجمع اضداد ثابت کرتے ہیں۔ افسوس

ایضاً متواتر اور ضروری دین اسلام ہے کہ آنحضرت افضل البشر ہیں جن کا ثبوت گزرا پس اگر دوسرا
کوئی شخص آپکا مساوی مطلق ہو تو آپ افضل البشر نہیں اور اگر آپ افضل البشر ہیں تو دوسرا کوئی شخص
آپکا مساوی مطلق نہیں ہو سکتا پھر کیونکر آپ اپنے مساوی المرتبہ پیغمبر کا وجود اپنے بعد ثابت کر سکتے
ہیں آپ نے خود فرمایا ہے انا سید ولد آدم کیا آپ سے معاذ اللہ کلام متناقض صادر ہو سکتا ہے
ہرگز نہیں چھٹی وجہ یہ کہ خود ان مولوی صاحب نے شروع کتاب میں تصریح کی ہے کہ ائمہ معصومین
انبیائے تازہ نہ تھے اور انکی مفروضہ نبوت کو وہ محض حمایتہ اور حفاظتہ شریعتہ غرا سے تعبیر کرتے ہیں
اور یہ معلوم ہے کہ آنحضرت نبی تازہ یعنے اولوالعزم ناسخ ادیان سابقہ صاحب شرائع جدیدہ تھے
اور یہ بھی معلوم ہے کہ نبی غیر اولوالعزم ہرگز اولوالعزم کے برابر نہیں ہو سکتا پس اس سے ظاہر
ہوا کہ خود یہ کلام مقام ہذا میں کلام سابق سے باطل ہے ساتویں وجہ یہ کہ جب آنحضرت کے بعد
آپکے برابر بلکہ آپ سے بہتر پیغمبر کا وجود ممکن ہوا اور موافق ادعائے مولوی صاحب موصوف اگر آنحضرت
نے اپنے مساوی نبی کا وجود ثابت کیا تو آپسے کم درجے کے انبیاء کا وجود بدرجہ اولے ممکن بلکہ ثابت ہوگا
پس اسکی نفی یا استثنا لغو اور باطل ہے جو پیغمبر سے بعید ہے۔

قال و باید فہمید کہ اگر مقصود آنحضرت این بود کہ ہیچ نبی در زمان من و بعد از زمان من تا روز قیامت
نخواہد شد پس باین طور می فرمود الا انہ لا نبی فی حیاتی و بعد مماتی الی یوم القیامۃ۔

اقول و اللہ الموفق و المعین۔ آنحضرت کو یہ عبارۃ فرمانیکی ہرگز ضرورت نہ تھی کئی وجوہ سے
اول یہ کہ آنحضرت عاقلوں کے پیغمبر تھے نہ دیوانوں کے اور آپ کا کلام باحواس آدمی کے فہم کے
لئے ہے نہ مخبوط الحواس کے واسطے آنحضرت کو معلوم تھا کہ لفظ بعد ظرف زمانی ہے اور لا نبی
بعدی سے متبادر الی الذہن یہی معنے ہیں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں کیونکہ آنحضرت
کے بعد کا زمانہ قیامتہ تک ہے اور جب حضرت کے بعد کسی پیغمبر کا ہونا ممتنع ہوا تو حضرت کے زمانے
میں بھی ممتنع ہوا کیونکہ سوائے آنحضرت کے اگر کوئی مستحق نبوۃ تھا تو وہ حضرت امیر ہی تھے حضرت
امیر کی موجودگی میں کوئی اور شخص مستحق نبوۃ نہیں ہو سکتا اور حضرت امیر آنحضرت کے بعد زندہ رہے ہیں

اگر آپ آنحضرتؐ کے زمانہ میں پیغمبر ہوتے تو لازم آتا کہ آنحضرتؐ کے بعد آپ سے خلیفہ نبوۃ ہو۔
اور وہ محال ہے اللازم باطل فالملزوم کذلک پس اسی ایک کلام بلیغ یعنے الا انہ لا نبی بعدی
سے قطعاً ثابت ہے کہ نہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں کوئی پیغمبر ہے نہ آنحضرتؐ کے بعد قیامت تک کوئی
پیغمبر ہوا ہے نہ ہوگا۔ دوسری وجہ یہ کہ اس حدیث متواتر باللفظ کے سوائے آنحضرتؐ نے اور حضرات
ائمہؑ نے ختم نبوۃ کو ایسے الفاظ صریحہ میں ارشاد فرمایا ہے جس میں کسی طرح شک کی گنجائش نہیں اور
وہ یقیناً متواتر بالمعنے ہیں جنکی تفصیل گذر چکی۔ اور ان میں اکثر حدیثیں ایسی ہیں جو ہر ایک باسناد کثیرہ
مروی ہے اگر وہ سب اسناد جمع کئے جائیں تو ایک سو سے بھی زیادہ ہوں۔ پس انکے متواتر بالمعنے
ہونے میں کوئی ذی فہم متنفس شک نہیں کرسکتا۔

قال ہمچنانکہ مثل این عبارۃ در اکثری از مقام ارشاد فرمودہ اند مثل اینکہ فرمود بحار نہم بحار باب جوامع
الاخبار صفحہ ۲۸ از کتاب امالی صدوق از ابن عباس کہ گفت فرمود رسولخدا بعلی یا علی تو خلیفہ
منی برامتہ من در حیات من و بعد موت من الخ۔

اقول نہایت تعجب کا مقام ہے کہ یہ مولوی صاحب چاہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے کلام معجز نظام
کو اصلاح دیں حالانکہ آنحضرتؐ نے اپنے مطلب کو جو ما نحن فیہ ہے بالفاظ متنوعہ بیان فرمادیا ہے
جس میں کسی ایمان دار کو شک نہیں ہوسکتا۔ اور اس کلام معجز نظام سے جو مطلب ہم سمجھے ہیں اور
ہمارے تمام علماء سمجھے ہیں وہی مطلب ہمارے ائمہؑ بھی سمجھے اور اسکو اپنے کلام سے منصوص فرمایا
جس سے وہ مطلب بدیہیات سے ہوگیا ہے پس آنحضرتؐ کسی خاص لفظ کے پابند نہیں جو ہمیشہ
وہی لفظ ارشاد فرمایا کریں اور یہ امر بالکل صاف ہے جو ہر صاحب فہم سمجھ سکتا ہے مگر یہ مولوی صاحب
چونکہ بدیہیات کے منکر اور ضروری دین اسلام کے مخالف ہیں ستبعاد کرتے ہیں۔

قال تا اینجا استدلال بمعنے بعدی بحسب حقیقتہ بود اما استدلال بحسب مجاز در لفظ یاے متکلم
در لفظ بعدی پس بنابر تفسیر یکہ پیش مذکور شد در آیات سابقہ خصوصاً در آیہ صلوٰۃ کہ آنحضرتؐ تعبیر
و تفسیر لفظ نبی را بمحمد و آل محمد نمودہ حکم نمود قولوا اللہم صل علی محمد و آل محمد پس معنے نبی

محمد وآل محمد شدہ و آنحضرت در حدیث منزلہ لفظ بعدی کہ فرمود معنے اش این میشود کہ بعد از من نبی کہ محمد وآل محمد ہستیم ہیچکس نبی نیست۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ اہل عقل وفہم ذرا انصاف سے فرمائیں کہ اب بھی کیا ان مولوی صاحب کے سفسطی ہونے میں شک ہوسکتا ہے آپ یاے متکلم سے جو قطعاً ایک شخص کے لئے موضوع ہے چودہ آدمی مراد لیتے ہیں اگر ایسا ہی ہو تو دنیا میں حقیقتہ نہ ہوگی نصوص قطعیہ معدوم ہو جائیں گے کسی بشر کی کوئی بات اسکے مطلب پر دال نہوگی اور اتنا بھی نخیال کیا گیا کہ حدیث مذکور میں آنحضرت کا کلام لغو ہو جائیگا اور استثنا مہمل کیونکہ لفظ الا جو حرف استثنا ہے وہ خود اس امر پر دال ہے کہ حضرت ہارون میں جسقدر صفات موجود ہیں وہ بجسب امکان بغیر ایک صفت کے جو بعد الا مذکور ہے حضرت امیر کی ذات میں ہیں۔ مگر ان مولوی صاحب کو اسکی ہرگز پروا نہیں ہے کہ خواہ کلام خدا لغو ہو جائے۔ یا کلام پیغمبر آپ کو فقط سخن آرائی سے کام ہے اور آیہ صلوات سے جو شبہ پیدا کیا گیا ہے اس کا تفصیلی اور مدلل جواب ہم نے سابق میں دیدیا ہے فارجع الیہ۔

قال ویا بمصداق حدیث اولنا محمد واوسطنا محمد وآخرنا محمد وکلنا محمد۔ چنانچہ در جلد ہفتم بحار در باب [illegible] ... حضرت علی می فرماید کلنا واحد اولنا محمد واوسطنا [illegible] ... و در ہمان کتاب در باب [illegible] لہم من الفضل والطاعۃ [illegible] ... فی الفضل [illegible] امام جعفر صادق می فرماید خلقنا واحد وعلمنا واحد وفضلنا واحد وکلنا واحد اولنا [illegible] ... اوسطنا محمد وآخرنا محمد ؐ معنے بعدی این طور می شود کہ بعد من محمد کہ محمد وآل محمد ہستیم [illegible] ... و در باطن [illegible] وآل محمد یکی ہستیم در باطن نبی ہستیم۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ یہ کلام مردود ملام کئی وجوہ سے باطل ہے پہلی وجہ یہ کہ یہ روایت بالکل غیر صحیح ہے جسکے عدم صحت کی تصریح خود علامہ مجلسی نے کی ہے چنانچہ سابع بحار کے باب نادر فی معرفتہم میں محض دو روایتیں جو بہت طولانی ہیں نقل کرکے آخر باب میں فرماتے ہیں انما افردت ہذہ الاخبار بابا لعدم صحۃ اسانیدہا وغرابۃ مضامینہا۔ یعنے میں نے

اس لئے ان روایتوں کیلئے علیحدہ ایک باب مقرر کیا ہے کہ ان روایتوں کی سندیں صحیح نہیں ہیں اور انکے مضامین غرابتہ رکھتے ہیں۔ پس غور کا مقام ہے کہ ان مولوی صاحب نے کسطرح دھوکا دیا ہے۔ اور ایسی روایتہ شاذہ غریبہ غیر صحیحہ سے اپنے معتقدات پر حجتہ لاے ہیں جس کے عدم صحتہ اور غرابتہ کی تصریح خود مجلسی نے کی ہے دوسری وجہ یہ کہ اس طولانی روایتہ میں ایسے مطالب منتعانہ موجود ہیں جو اصول عقاید کے مخالف اور مذہب اہل تصوف کے موافق اور عقیدہ وحدۃ الوجود پر دال ہیں اور وہ بالکل خلاف عقیدہ اہل اسلام ہے۔ چنانچہ اس روایتہ میں یہ الفاظ بھی حضرت امیر کی طرف منسوب ہیں (انا الخضر عالم موسی) (انا معلم سلیمان بن داؤد وانا ذوالقرنین)۔ یعنے میں وہی خضر ہوں جو موسیٰؑ کے عالم تھے اور میں وہی شخص ہوں جس نے سلیمان کو تعلیم دی تھی۔ اور میں ذوالقرنین ہوں۔ پس عقل سلیم باور نہیں کرتی کہ امیرالمومنینؑ نے جو وصی حضرت ختمی مرتبہ اور ہادی امت تھے ایسے الفاظ ارشاد فرمائے ہوں تیسری وجہ یہ کہ علی التنزل والتسلیم روایتہ مذکورہ بسبب تعارض ادلہ قطعیہ قطعاً ماول ہے اور ہرگز اپنے معناے ظاہری پر دال نہیں۔ اور اسکے یہ معنے ہیں کہ ہم حجتہاے خدا عصمتہ وہدایتہ واطاعتہ میں اختلاف نہیں رکھتے۔ جو ہمارے اول نے حکم دیا اور جس طرح اسکی اطاعت واجب ہے اسیطرح ہمارے اوسط وآخر کا حکم اور اسکی اطاعت ہے ان امور میں گویا ہم آنحضرت ہیں یعنے بجاے آنحضرت ہیں اور یہی حال اس روایتہ کا ہے جو امام جعفر صادقؑ کی طرف منسوب ہے اور اس میں جو لفظ کلنا واحد وارد ہے وہ قطعاً اصطلاح مشہور کے موافق ہے کیونکہ جب چند آدمی ایک مذہب کے ہوتے ہیں اور آپس میں پورے طور پر اتفاق رکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم سب ایک ہیں یہ اصطلاح بالکل شائع ہے مگر اس سے وحدہ حقیقی ہرگز مراد نہیں ہوتی کیونکہ وہ قطعاً محالات عقلیہ سے ہے الحاصل یہ امر کالشمس فی نصف النہار روشن وآشکار ہے کہ روایات غیر صحیحہ غریبہ بلکہ احاد صحیحہ سے بھی نصوص قطعیہ کا انکار یا انکی تاویل جو عین تحریف ہے ہرگز جائز نہیں۔

قال واز ین است کہ در تشہد الکتفا بہ اشہد ان محمد اعبدہ و رسولہ نمودہ شدہ وذکر ہیچ یک از

ائمہ نبوده نشد زیراکہ در حضرت محمد آل محمد داخل اند وازین جہت ہمین کہ اسم محمد را بگیرند ما موریم کہ بر محمد وآل محمد ہر دو صلواۃ بفرستیم

اقول واللہ الموفق والمعین۔ کئی وجوہ سے باطل ہے پہلی وجہ یہ کہ یہ عین سفسطہ ہے کہ ایک ذات معین کو تیرہ یا چودہ سمجھا جائے۔ دوسری وجہ یہ کہ اگر ایک آنحضرت تیرہ یا چودہ آنحضرت سمجھے جائیں یا ایک ضمیر واحد کا اطلاق چودہ پر ہو تو قرآن و احادیث مہمل اور احکام اسلام لغو ہو جائیں گے خداے تعالی نے آنحضرت اور زینب کے نکاح کے بارے میں جو فرمایا ہے زوجناکہا اسکے معنے یہ ہونگے اے محمد وآل محمد ہمنے تمہارا نکاح زینب سے کردیا فاطمہ بنت رسول کا یہ ترجمہ ہوگا کہ آنحضرت۔ آنحضرت کی بیٹی ہیں معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

قال واین درصورتی است کہ حدیث منزلہ را مستثنی منہ از استثنا بلفظ الا انہ لا نبی بعدی بدانیم۔ وحالا کہ درمقابل آیات صریحہ مذکورہ بالا کہ قطعیۃ الدلالۃ والسند این استثنا حدیث منزلہ کہ ظنیۃ السند کہ والدلالۃ برخلاف کہ نفی نبوۃ ائمہ است آوردن سفسطہ است وخلاف دیانتہ۔ وہیچ متدین کہ عاقل وعارف بکمالات محمد وآل محمد باشد ہیچ تخصیص را قائل نمیشود۔

اقول واللہ الموفق والمعین۔ کئی بحثوں میں اس کا ابطال کیا جاتا ہے پہلی بحث یہ کہ ہمنے سابق میں ثابت کردیا ہے کہ حدیث منزلہ میں استثنا بھی قطعاً متواتر ہے اور فقط الا انہ لا نبی بعدی کو بیس سے زیادہ اصحاب نے روایت کیا ہے اگر استثنا کے دوسرے الفاظ بھی شریک کئے جائیں جنکا حاصل ایک ہے تو انکے راوی تیس سے زیادہ اصحاب ہونگے جن میں ائمہ بھی شریک ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ حدیث منزلہ کے جتنے راوی ہیں ان سب نے استثنا کو بھی روایت کیا ہے ملاحظہ ہو تاسع سحاب عبقات الانوار جلد حدیث منزلہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث استثنا مثل حدیث منزلہ قطعی الصدور والدلالت ہے دوسری بحث یہ کہ جتنی آیتیں ان مولوی صاحب نے نبوۃ ائمہ کے اثبات میں نقل کی ہیں ان سب کے معنے صحیح ہمنے بیان کردئے ہیں اور انکے اقاویل کو براہین قویہ سے رد کردیا ہے جس سے صاف

ظاہر ہے کہ ایک آیت کے الفاظ بھی اس دعوے باطل پر دال نہیں باوجود اسکے مقام ہذا میں اُن
آیات کو اپنے مدعا پر قطعی الدلالۃ کہنا عین جہل ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کی تعریف
میں لفظ قطعیۃ السند بھی کہا ہے حالانکہ معلوم ہے کہ آیات قرآنی کو سند سے کوئی تعلق نہیں سند
احادیث میں ہوتی ہے ع برین عقل و دانش بباید گریست۔ تیسری بحث یہ کہ جملہ علمائے اعلام
شیعہ نے استثناء الا انہ لا نبی بعدی کا مستثنیٰ منہ بطور قطع حدیث منزلت ہی کو سمجھ کر امیر المومنین
کی امامت اور عدم نبوۃ پر استدلال کیا ہے جن میں سید مرتضیٰ علم الہدیٰ۔ ابن بابویہ۔ علامہ مجلسی علامہ
لکھنوی وغیرہم ہیں۔ بلکہ ہر ذی فہم بلکہ ہر طفل مکتب جسکو زبان عربی میں مداخلت ہے یہی سمجھتا ہے کہ
حدیث منزلت مستثنیٰ منہ ہے پس تمام علماء و عقلا کی طرف سفسطہ اور عدم دیانت کو منسوب بنایا تضیع
نوع اور عین بے ادبی ہے بلکہ یہ نسبت معاذ اللہ اس پیغمبر ہادی کیطرف ہوتی ہے جو عقل کل ہے
کیونکہ آنحضرت ہی نے حدیث منزلت کو مستثنیٰ منہ قرار دیا ہے اور الا انہ لا نبی بعدی کو استثنا
تو اسے ہمکو معلوم ہوتا ہے۔ اور معلوم ہے کہ آنحضرت کی طرف ایسے الفاظ قبیح کو منسوب کرنا اگر شخص کا کام ہے

قال وانچہ خدائے معبود فرمود وانا ارسلنا الیکم رسولا شاہدا علیکم کما ارسلنا الی
فرعون رسولا حضرت محمد را بحضرت موسیٰ تشبیہ نمودہ واز این تشبیہ ثبوت جمیع مراتب موسویہ چہ
ذاتیہ باشد یا صفاتیہ از برائے حضرت محمد ثابت باشد ولی از ان مراتب شبہ بودن ہارون است
از برائے موسیٰ و بودن حضرت علی از برائے حضرت محمد چون در نسبت ہارون بموسیٰ استثنا از
قرآن ثابت نیست پس باید کہ در حضرت علی با حضرت محمد در ہیچ چیز استثنا نبودہ باشد واین حدیث
بظاہر ابتدائی خلاف آیہ شریفہ مذکورہ واقع خواہد شد و در احادیثیکہ مخالف قرآن واقع اند مرتبہ ترک
نشان شدہ است محسوب خواہد شد و بدلیل آیہ لقد صرفنا فی ہذا القران من کل مثل لذا این حضرت
موسیٰ مثل است واصل او حضرت محمد است ہمچنین ہارون مثل است و حضرت علی اصل او است
در مثل استثنا وارد است در اصل نیز استثنا جائز خواہد بود و چون در مثل استثنا نیست در اصل نیز نیست

اقول واللہ الموفق والمعین۔ یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے پہلی وجہ یہ کہ آیہ شریفہ مذکورہ

[illegible] تشبیہ نفس ارسال میں ہے نہ رسولین میں کیونکہ ترجمہ آیہ شریفہ یہ ہے کہ جس طرح ہمنے فرعون کیطرف ایک رسول بھیجا تھا اسیطرح تمہاری طرف رسول بھیجا کہ وہ تم پر گواہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ارسال آنحضرت بطرف مشرکین مشبہ ہے اور ارسال حضرت موسیٰ بطرف فرعون مشبہ بہ اور طریقہ ارسال یعنی جس طریقہ سے انبیائے اولوالعزم مبعوث ہوتے ہیں وجہ تشبیہ پس معلوم ہوا کہ خود آنحضرت مشبہ اور حضرت موسیٰ مشبہ بہ نہیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ ہمنے تسلیم کیا کہ آنحضرت مشبہ اور حضرت موسیٰ مشبہ بہ ہیں مگر وجہ تشبیہ وہی صفت [illegible] مشہور ہوگی جو حضرت موسیٰ میں تھی اور وہ نہیں ہے مگر رسالت اور اولوالعزمی [illegible] ہوا کیونکہ اس آیہ شریفہ میں جو مرسلین یعنے آنحضرت اور حضرت موسیٰ کا حال ہے وہی مرسل الیہم کا حال ہے یعنے مشرکین اور فرعون۔ پس اگر موسیٰ کے جمیع اوصاف میں تشبیہ مراد ہو تو ضرور ہوگا کہ آنحضرت کے زمانے کے مشرکین کی تشبیہ فرعون کے جمیع اوصاف کے ساتھ ہو حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ فرعون کافر رہا اور اسکے اخیر وقت کا ایمان مقبول خدا نہ تھا اور آنحضرت کے زمانہ کے مشرکین کثرت ایسے تھے جو بصدق دل مسلمان ہوئے اور [illegible] صحابہ بنے ہوا تیسری وجہ یہ کہ اگر جمیع مراتب موسویہ میں تشبیہ مراد ہو تو ضرور ہوگا کہ آنحضرت کی زبان میں بھی لکنت ہو آپ بھی کسی اژدہے سے ڈر گئے ہوں آپ نے بھی ہدایت کفار میں عجز کیا ہو آپ بھی حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہما السلام سے مفضول ہوں آپ کی شریعت بھی منسوخ ہو وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہ سب امور حضرت موسیٰ کی نسبت قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ حالانکہ معلوم ہے کہ آنحضرت کی نسبت وہ سب امور غلط ہیں۔ چوتھی وجہ یہ کہ علی التنزل والتسلیم ہم کہتے ہیں کہ اس آیہ شریفہ میں نہ حضرت ہارون کا ذکر ہے نہ حضرت امیر کا پھر حضرت امیر کی نبوۃ کا ثبوت اس آیہ سے [illegible] کی بڑ ہے سے کم نہوگا۔ پانچویں وجہ یہ کہ بشمول فرض محال اگر جملہ مراتب مذکورہ تسلیم کئے جاویں جب بھی مدعا ہمارے مولوی صاحب موصوف ثابت نہیں ہو سکتا اور حضرت امیر کی ذات [illegible] منصب نبوۃ میں ہرگز مخالفہ قرآن واقع نہیں ہو سکتی نہایت تعجب ہے [illegible] اصول فقہ سے بھی واقف نہیں اور تخصیص عمومات اور تفصیل مجملات میں اور مخالفت [illegible] فرق نہیں کرتے

قرآن مجید سے بر خلاف ترکہ زوجہ کا حصہ چوتھائی ہے اگر بلا اولاد ہے اور باعدم اولاد ربع ہے اور وہ آیۂ شریفہ یہ ہے ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم. سورۃ النساء حالانکہ مذہب شیعہ میں زمین سے زوجہ کو کوئی حصہ نہیں ملتا اور یہ استثنا اور تخصیص حدیث سے ہوئی ہے لطف مزید یہ ہے کہ عمومات قرآنی کی تخصیص حدیث احاد سے جائز رکھی گئی ہے حالانکہ ما نحن فیہ میں تخصیص نبوۃ قرآن اور تواتر اور اجماع اہل قبلہ اور ضرورۃ دین اسلام سے ہوئی ہے باوجود اسکے اس تخصیص کو خلاف قرآن سمجھنا کس قدر غباوۃ ہے اور ان مولوی صاحب نے جو آیہ لقد صرفنا فی ھذا القران من کل مثل للناس نقل کیا ہے اسکے معنے نہیں سمجھے اصل آیہ سورہ بنی اسرائیل پارہ (۱۵) میں اسطرح مرقوم ہے ولقد صرفنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل یعنے بہ تحقیق ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے (سمجھنے کے) لئے ہر مثال کو بدل بدل کر بیان کیا ہے اور یہ مولوی صاحب یہ سمجھے کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں ان سبکی مثال ہمنے بیان کی ہے۔ حالانکہ آیہ شریفہ میں لفظ کل مضاف ہے اور مثل مضاف الیہ جسکے معنے ہر مثال کے ہیں یعنے وہ ہر مثال جو ہمنے بیان کی ہے اسے پھیر پھیر کے یعنے الفاظ مختلفہ سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ تفسیر صافی میں بذیل ولقد صرفنا مرقوم ہے کررنا بوجوہ مختلفۃ زیادۃ فی التقریر والبیان اور قرآن شریف میں کسی مقام پر حضرت امیر کو اصل اور حضرت ہارون کو آپ کی مثال قرار نہیں دیا گیا ہے جس سے کسی مطلب پر احتجاج ہوسکے ثبت العرش ثم انقش ہاں حدیث میں آپ کو حضرت ہارون سے تشبیہ دی گئی ہے اور وہاں نبوت کا استثنا بھی کیا گیا اور مثل فرض محال اگر یہ استثنا نہوتا جب بھی ہم بدلیل آیہ وخاتم النبیین واخبار متواترہ واجماع اہل قبلہ عموم صفات ہارونیہ سے وجوباً نبوۃ کی تخصیص کرتے کیونکہ جو مسئلہ تواتر حدیث اور اجماع اہل اسلام سے ثابت ہوا ہے وہ ضروری دین اسلام ہے اور منکر ضروری دین اسلام خارج از دین اسلام ہے فقط

تمت بالخیر وستتلوھا الحصۃ الاخری انشاء اللہ تعالے

تقریظ

چکیدۂ خامۂ عنبر شمامہ کہف الانام حسام الاسلام افضل الفضلا عمدۃ العلما بحر العلوم والفضائل محیط الکمالات والفواضل مولانا و استاذنا عالیجناب مولوی السید نثار حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ عظیم آبادی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق اینست کہ بعد حضرات ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین حافظان دین مبین وحارسان شرع متین ودانایان اصول وفروع دین ونگہبانان ملتہ بیضاو شریعتہ غرا ومرابطان رباط اسلام علمائے عظام وفضلائے فخام ونائبان ائمہ کرام علیہم آلاف التحیۃ والسلام الی یوم القیام ہستند۔ اگر در زمان غیبتہ امام زمان وجود نائبین عام آنحضرت نباشد کہ می تواند کہ حفاظتہ دین وشریعتہ بکند وکدام کس استحقاق آن دارد کثرہم اللہ رب العالمین بالظفر المبین والتوفیق القریب ونیز نائبین نائبین آنحضرت در دنیا موجود ہستند وازان بزرگوان پیشوایان یکی مصنف کتاب عین الیقین فی رد المضلین می باشند واین کتاب مستطاب حقیقتہً در اعتقادات حقہ بسیار خوب وہمہ مسلمین را مرغوب۔ ولائق اینست کہ طالبان ہدایتہ وخواہان حق ودرد ضلالتہ این کتاب لاجواب را قبول کنند واز نور ہدایتش مستنیر ومنور القلوب شوند ودر صاحبان اہتدا محسوب گردند واز فیض آن ایمان وایقان حاصل نمایند وبذریعہ آن غوایات وضلالات را دفع فرمایند واعتقادات باطلہ واحتجاجات مہملہ اہل اعوجاجات وخطیات را ردساز ند نقض کتاب اثبات النبوۃ والرسالہ فی النبی والسلالہ کہ کتاب ضلالتہ است از کتاب مستطاب عین الیقین بآئین خوب وطریق مرغوب بعمل آمدہ واین کتاب عین الیقین چرا متصف باوصاف حسنہ مذکورہ نباشد کہ مصنف آن منصف غیر متعصب خیر خواہ مسلمانان سالک سالک حق وایقان متمسک بثقلین عالم لوذعی وفاضل لمعی عالیجناب مولانا ومولی الکرام

مولوی سید **فیض حسین** مصنوان تن الشین والمین حیدرآبادی جعله الله من الموفقین وذوی الایادی می استند که صاحب تصنیفات بهیه وتالیفات شهیه می باشند عادل موتمن ذوالخلق الحسن مغتنم الزمن۔ مقبول الحق ومنی المنن۔ امام جمعه وجماعت۔ آخذ زمام هدایت خادم کافه اهل اسلام مرجع خاص وعام فاضل رشید۔ ملاذ قریب وبعید۔ جامع معقول ومنقول۔ حاوی فروع واصول جعل الله تعالی سعیه مشکورا والکل متلقیا بقبوله وبه مسرورا وصانه عن فتن الدهر والآلام والمحن وسلمه موفقا بانتشار الفضل والعلم والهدایة والبر والاحسان والوقایه۔ خیر الدین والدنیا۔ وصاعدا علی مصاعد العلیا۔ وعلی ارجح المناقب القصوی ما استردت الملوان واستعملت الجدیدان فقط مورخه یکم محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

حررہ سید نثار حسین سابق معتمد مطب یونانی سرکار عالی

مہر

سید نثار حسین

عمدۃ العلماء بحر العلوم حسام الاسلام

باہر ہیں انسان ائمہؑ کو مخلوقات سے خارج نکریگا پس بداہتہً عقل ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ ائمہؑ سے افضل ہیں
اور جب حدیث میں اس کا بھی ذکر ہے کہ ائمہؑ میں بھی مثل فضیلۃ آنحضرۃ موجود ہے تو یہ بات
ثابت ہوئی کہ آنحضرۃ کے بعد یا آپ کے سوائے جملہ مخلوقات سے ائمہؑ افضل ہیں وھو المطلوب۔
پھر اس حدیث کے بعض عبارت کے ترک پر جو شاید مدعا نہ تھی تعریض کرنا اور احادیث کثیرہ
متواترہ سے آنکھیں پھیر لینا بغیر عناد و حسد اور بے دینی کے کس چیز پر حمل ہو سکتا ہے
ایضاً یہ امر بھی لائق غور و تامل ہے کہ جو لوگ آنحضرت کے ساتھ ائمہؑ کی مساواۃ مطلقہ کے
قائل ہیں ضرور ہے کہ وہ ائمہؑ کی نبوۃ اور اولوالعزمی کے بھی قائل ہوں کیونکہ بغیر اعتقاد نبوۃ
و رسالۃ عقیدہ مساوات بے معنے ہے چنانچہ خود کتاب اثبات النبوہ کے صفحہ (۴) میں مرقوم ہے
"و بغیر اعتقاد بہ نبوۃ و رسالہ ائمہ قول بمساواۃ محمد و آل محمد بے معنے است و نسبتہ قول بے معنے
بعلماء ذوی امامیہ تضیع نوع است" حالانکہ بضرورۃ دین اسلام و نص قرآن و احادیث متواترہ سے
ثابت ہے کہ آنحضرۃؐ کے بعد کسی کی نبوۃ کا دعوے قطعاً کفر ہے۔ پس اہل عقل و ایمان ایمان سے
فرمائیں کہ اب بھی کیا قائلین مساواۃ کے خارج از دین اسلام ہونے میں کسی کو شک ہو سکتا
ہے ہرگز نہیں۔ اسی لئے تمام فقہائے شیعہ نے یہ فتوے دیا ہے ویقتل مدعی النبوۃ بعد نبینا ملاحظہ
ہو شرح لمعہ وغیرہ جملہ کتب فقہیہ فصل قذف المختصر ان تمام براہین قطعیہ سے ثابت ہے کہ
آنحضرت کے بعد کسی فرد بشر کو نہ نبی مستقل کہہ سکتے ہیں نہ غیر مستقل نہ تازہ نہ غیر تازہ نہ بالفعل نہ
بالقوۃ نہ ظاہری نہ باطنی کسی طرح اور کسی معنے سے نبی کا اطلاق آنحضرۃ کے بعد کسی شخص پر نہ
جائز نہیں اور جب کوئی نبی نہیں تو پھر کوئی شخص آنحضرۃ کے ساتھ مساوی مطلق نہیں ہو سکتا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ملتمسہ

سید فیض حسین

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

بعون اللہ تعالےٰ

الحصۃ الاولیٰ من کتاب ابطال النبوۃ والرسالہ فی عترۃ النبی و الہ

الملقب بہ

عین الیقین

فی

ردّ المضلین

از تالیفات عالیجناب مولٰنا مولوی السید فیض حسین صاحب قبلہ حیدرآبادی

مصنف کتاب تحفۃ النصاریٰ وتنبیہ المخالفین فی جواب اتہامات المومنین

وہدیۃ المومنین ترجمہ تبصرۃ المتعلمین وضیاء العین فی تاریخ الحسین وغیرہ وغیرہ

در سنہ ۱۳۳۹ ہجری

در مطبع شوکت الاسلام واقع بازار عیسیٰ میاں بن زیر مطبع مزین شد

جناب امیر علیہ السلام کو نبی بالقوی کہتے ہیں اور اون کی مایہ الاستدلال وہ حدیث ہے جو آنحضرت نے فرمائی ہے
لوکان بعدی نبی لکان علی ابن ابی طالب حالانکہ بفرض صحتہ حدیث جملہ نحاۃ نے تصریح کی ہے کہ حرف لو انتفاے
ثانی کے لئے آتا ہے۔ بسبب انتفاے اول۔ اس کے علاوہ یہ صاحب (بالفعل) اور (بالقوی) ہی کو نہیں سمجھے
معلوم ہے کہ ان دونوں لفظوں کا اطلاق اُن افعال کی نسبت ہوتا ہے جو کسی کے اختیاری ہوں اور وہ محال نہوں
حالانکہ نبوۃ حکم خدا سے ہے یعنی وہبی ہے نہ کسبی اور وہ بعد آنحضرۃ ممتنع نقلی ہے پھر کیونکر حضرت امیرؑ کو نبی بالقوی
کہہ سکتے ہیں اور حقیر کی تحریر ہرگز ایسی نہیں ہے چنانچہ حیوۃ القلوب کی وہ پوری عبارۃ جس میں سے بعض کے
ترک پر تعریض ہوی ہے یہ ہے۔ "و در احادیث بسیار از حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام منقول است
کہ جاری شد فضیلت از برائے امیر المومنینؑ و امامان بعد از و مثل آنچہ جاری شد از برائے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و
محمد را فضیلت ہست بر ہرکہ خدا خلق کردہ است و اوست درگاہ خدا کہ بخدا نمی تواں رسید مگر از و۔ و راہ خدا کہ ہر کہ
سلوکِ طریق متابعت او نماید بقرب رضائے خدا می رسد انتہی۔ (جلد دوم صفحہ ۱۳۲) مطبوعہ نولکشور۔ اور عین الیقین کے
صفحہ (۶۹) میں چونکہ وہ آنحضرت کی افضلیتہ کے بیان کا مقام تھا حقیر نے حدیث مذکور کو بطور خلاصہ اس طرح نقل کیا ہے
و در احادیث بسیار از حضرت امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ منقول است (الی ان قال) و محمد صلی اللہ علیہ و آلہ را
فضیلت است بر ہرکہ خدا خلق کردہ است و اوست درگاہ خدا کہ بخدا نمی تواں رسید مگر از و ۔۔ پس اس حدیث
کے اول سے بخیال اختصار یہ فقرہ نقل نہیں کیا گیا" جاری شد فضیلت از برائے امیر المومنینؑ و امامان بعد از و مثل آنچہ جاری
شد از برائے رسولؐ" اور اس ترک کا اشارہ بھی وہیں اس فقرے سے کیا گیا (الی ان قال) چنانچہ تمام مؤلفین کا
یہی طریقہ ہے اب جاننا چاہیے کہ حدیث ہذا میں معصومینؑ نے دو عبارتیں ارشاد فرمائیں اوّل یہ کہ جو فضیلتہ
آنحضرت کو ملی ہے مثل اس کے ائمہ کو بھی ملی ہے دوسری یہ کہ آنحضرۃ کو ہر اس شخص پر فضیلتہ حاصل ہے جس کو
خدا نے خلق فرمایا ہے پس صاحبان عقل و دین و فہم یقین کے نزدیک عبارۃ اولی کا صحیح مطلب بغیر اس کے نہیں ہو سکتا
کہ ائمہ اطہار کو بھی فضیلتہ مثل فضیلۃ آنحضرۃ بغیر نبوۃ و مختصات نبوۃ عطا کی گئی ہے۔ عموم فضائل سے نبوۃ و مختصات نبوۃ
کا استثنا اُن نصوص قطعیہ کی وجہ سے ہے جو تمام کتب علما میں بتفصیل مرقوم اور عین الیقین میں موجود ہیں ایضاً
یہ مطلب بھی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جس طرح آنحضرۃ افضل المخلوقات ہیں اسی طرح آنحضرۃ کے بعد ائمہؑ بھی افضل المخلوقات
ہیں یہ عقیدہ اس حقیر کا اور تمام علماے شیعہ کا مسلمہ ہے پھر اگر پوری حدیث کی نقل ترک ہو تو کوئی محل ایراد نہیں

ہو سکتا کیونکہ عین الیقین میں دوسرے مقامات پر اسکی تصریح موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ (۱۲۹) وغیرہ۔ اگر کوئی شخص حیٰوۃ القلوب کی اس عبارت سے جسکی نقل ترک کی گئی یہ مطلب اخذ کرے کہ آنحضرت حضرات ائمہؑ سے افضل نہیں بلکہ آپ اور ائمہؑ مساوی مطلق ہیں تو اس شخص کے گمراہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ آنحضرت کا افضل المخلوقات ہونا بطور اطلاق متواترات اور قطعیات سے ہے۔ اسی لئے یہ مسئلہ ضروری دین اسلام سے ہو گیا چنانچہ علامہ مجلسی نے حق الیقین کے اس بیان کی وجہ سوم میں کہ آنحضرتؐ قبل بعثت بھی کسی پیغمبر کے تابع نہ تھے" تحریر فرمایا ہے "وافضلیۃ آنحضرۃ بر سائر خلق ضروری دین اسلام است (صفحہ ۱۰ مطبوعہ جعفری) مخفی نہ رہے کہ حیدرآباد میں بعض مدعیان علم کا یہ دعویٰ ہے کہ آنحضرت کی افضلیۃ اور آپ کے ساتھ ائمہؑ علیہم السلام کے عدم مساواۃ کے قائل شرذمہ قلیل ہیں باقی سب مساواۃ مطلقہ کے قائل ہیں حالانکہ اُن کی تکذیب کیلئے علامہ مجلسی کا یہی ایک فقرہ کافی ہے جو انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ افضلیۃ آنحضرۃ بر سائر خلق ضروری دین اسلام است اور معلوم ہے کہ ضروری دین اسلام اس امر کو کہتے ہیں جس پر جملہ اہل قبلہ متفق ہوں پھر وہ دعویٰ کس قدر حیرت انگیز ہے۔ نہیں معلوم یہ لوگ ائمہ علیہم السلام کو مخلوقات سے خارج کرتے ہیں یا افضلیۃ کو مساواۃ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ دونوں صورتیں ان کے جنون کی بین دلیلیں ہیں افسوس ؎

گر ہمین مکتب است و ایں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

علاوہ نصوص قرآن اور احادیث متواترہ اور برہان عقلی اور اتفاق اہل اسلام کے جن سے آنحضرۃ کی افضلیۃ مطلقہ کل عالم پر قطعی طور سے ثابت ہے خود یہ حدیث جس کے ترک پر اعتراض ہوا ہے ائمہ علیہم السلام پر آنحضرۃ صلعم کی افضلیۃ ثابت کرتی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ حضرات معصومینؑ نے فرمایا کہ "جو فضیلۃ آنحضرۃ کیلئے جاری ہوئی مثل اسکے ائمہ کیلئے جاری ہوئی"۔ اس سے ظاہر ہے کہ معصوم نے فضیلۃ ائمہؑ کو مشبہ قرار دیا ہے اور آنحضرۃ کی فضیلۃ کو مشبہ بہ۔ اور فن تشبیہ سے معلوم ہے مشبہ بہ مشبہ سے اعلیٰ اور اتم ہوتا ہے۔ جس کا ثبوت عین الیقین کے صفحہ (۲۸) میں ملاحظہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت کی فضیلت ائمہ کی فضیلۃ سے اعلیٰ اور اتم ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرات ائمہؑ میں کلیۃ عین فضیلت آنحضرتؐ نہیں ہے بلکہ مثل فضیلۃ آنحضرۃ صلعم ہے اور ظاہر ہے کہ امامۃ اکثر احکام میں مثل نبوۃ ہے اور نیز آنحضرۃ کی فضیلت جو اسی حدیث میں ہے یہ ہے کہ آپ کل مخلوقات سے افضل ہیں جس میں بداہۃ عقل ائمہؑ بھی داخل ہیں اور یقین ہے کہ کوئی